عصر جدید میں عربی زبان

ڈاکٹر مظہر معین

الفیصل ناشران و تاجران کتب
اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: عصر جدید میں عربی زبان
نام مصنف: ڈاکٹر مظہر معین
ناشر: الفیصل پبلیشرز، غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
تعداد: 500
اشاعت: جنوری 2003ء
صفحات: 414
قیمت: 250 روپے

انتساب

إلى كل من يحب العربية

ہر محبِ عربی کے نام

فہرست

۞- تعارف تصنیف: جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال ۱۳

۞- تصدیر : پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ۱۹

۞- عرض مؤلف ۲۳

۱- **باب اوّل** ۲۵

منظور العربية السامی

(عربی زبان کا سامی پس منظر)

۱- لغات سامیة (سامی زبانیں) ۲۷

۲- المهد الأصلی للأمم السامية (سامی زبانوں کا وطن اصلی) ۳۳

۳- خصائص اللغات السامية (سامی زبانوں کی خصوصیات) ۳۴

۴- سامی زبانوں کے مشترک و مماثل الفاظ ۳۷

۵- السنہ سامیہ کی جغرافیائی تقسیم ۳۹

۶- عربی زبان کی سامی حیثیت ۵۱

۷- خلاصہ بحث ۵۸

۸- حواشی باب اوّل ۶۱

۲- باب دوم ۶۵

لغـــة الإســـلام
(اسلام کی زبان)

۱-لغـــة القرآن الکریم (قرآن کریم کی زبان) ۷۰

۲-لغة الحدیث النبوی (حدیث نبوی کی زبان) ۷۴

۳-لغة الفقه الإسلامی (فقہ اسلامی کی زبان) ۸۲

۴-لغة السیرة و التاریخ (سیرۃ وتاریخ کی زبان) ۸۳

۵-لغة العلوم الإسلامیة (اسلامی علوم کی زبان) ۸۵

۶ – لغة العلوم العامـــة (علوم عامہ کی زبان) ۹۰

۷ – لغة الثقافة الإسلامیة (اسلامی ثقافت کی زبان) ۹۴

۸- لغة المدارس الإسلامیة (اسلامی مدارس کی زبان) ۹۴

۹- خـــلاصـــه بـــاب ۹۷

۱۰- حواشی بـــاب دوم ۹۸

۳- باب سوم ۱۰۱

لغة العالم العربی والإسلامی والأفریقی
(عالم عرب و اسلام و افریقہ کی زبان)

۱-لغة العالم العربی (عالم عرب کی زبان) ۱۰۳
أ- ایشیائی عرب ممالک ۱۰۳
ب افریقی عرب ممالک ۱۰۵
۲-لغة العالم الإسلامی (عالم اسلام کی زبان) ۱۰۷
أ. جنوب مشرقی ایشیا کے مسلم ممالک ۱۱۱
۱- انڈونیشا ۱۱۱
۲- ملائشیا ۱۲۲
۳- برونائی دار السلام ۱۲۶
۴- مالدیپ ۱۲۷
۵- بنگلہ دیش ۱۲۸
ب وسط ایشیائی مسلم ممالک ۱۳۶
۱ پاکستان ۱۳۸
۲- ایران ۱۴۲
۳- افغانستان ۱۴۵
(۴-۸)- بلاد ترکستان ۱۴۸
۹- مشرقی ترکستان (سنکیانگ) ۱۵۱

۱۰ – آذربائی جان	۱۵۴
۱۱ – ترکی	۱۵۷
۱۲ – ترک جمہوریہ قبرص	۱۶۱
ج – عرب مسلم ممالک (ایشیائی و افریقی)	۱۶۲
د – غیر عرب افریقی مسلم ممالک	۱۶۳
۱ – نائیجیریا	۱۶۷
۲ – دیگر غیر عرب افریقی مسلم ممالک	۱۷۲
۳ – مشرقی افریقہ کے اہم مسلم ممالک	۱۷۷
ہ – یورپی مسلم ممالک	۱۸۱
و – امریکی مسلم ممالک	۱۸۳
۳ – لغة العالم الأفريقي (عالم افریقہ کی زبان)	۱۹۱
☆ خلاصہ کلام بحوالہ " لغة العالم الأفريقي "	۲۰۷
☆ خلاصة الباب	۲۰۹
☆ حواشی باب سوم	۲۱۱

۴- باب چہارم ۴۲۱

لغة الأقليات المسلمة
(مسلم اقلیتوں کی زبان)

أ- ایشیائی مسلم اقلیتی ممالک ۴۲۳
۱- بھارت ۴۲۴
۲- چین ۴۴۳
۳- دیگر ایشیائی مسلم اقلیتی ممالک ۴۵۰

ب- براعظم آسٹریلیا (و بحر الکاہل) کے مسلم اقلیتی ممالک ۴۵۳
۱- آسٹریلیا ۴۵۴
۲- نیوزی لینڈ ۴۶۹
۳- فجی ۴۷۰
۴- نیو کیلے ڈونیا ۴۷۷
۵- پاپوآ نیو گنی ۴۸۰
۶- بحر الکاہل کے دیگر ممالک ۴۸۱
۷- خلاصہ کلام بحوالہ "براعظم آسٹریلیا" ۴۸۵

☆- انٹارکٹیکا ۴۸۹

ج- افریقی مسلم اقلیتی ممالک ۲۸۷

د- یورپی مسلم اقلیتی ممالک ۲۹۳

۱- روس ۲۹۷

۲- سپین ۳۰۲

۳- فرانس ۳۰۳

۴- برطانیہ ۳۰۹

۵- جرمنی ۳۱۳

۶- دیگر یورپی مسلم اقلیتی ممالک ۳۱۵

۷- خلاصہ بحث ۳۱۷

ہ- امریکی مسلم اقلیتی ممالک ۳۲۶

اً-منطقۃ اللغۃ الانجلیزیۃ (انگریزی زبان کا خطہ) ۳۲۸

ب-منطقۃ اللغۃ الاسبانیۃ (ہسپانوی زبان کا خطہ) ۳۳۱

ج- منطقۃ اللغۃ البرتغالیۃ (پرتگالی زبان کا خطہ) برازیل ۳۵۱

د-منطقۃ اللغۃ الفرنسیۃ (فرانسیسی زبان کا خطہ) ہیتی، کیوبک ۳۵۲

ہ- منطقۃ اللغۃ الھولندیۃ (ڈچ زبان کا خطہ) سورینام ۳۵۳

☆ خلاصہ باب ۳۶۰

☆ حواشی باب چہارم ۳۶۱

۵- باب پنجم ۳۶۹

لغة علمية و عالمية
(علمی و عالمی زبان)

أ- لغة علمية (علمی زبان) ۳۷۱

۱-أم اللغات واللهجات (زبانوں اور بولیوں کی ماں) ۳۷۲

۲-خط العرب و المسلمين والأفارقة
(عربوں، مسلمانوں اور افریقیوں کا رسم الخط) ۳۷۹

۳- لغة الإستشراق و الآداب
(مشرقی تحقیقات و ادبیات کی زبان) ۳۸۳

ب- لغة عالمية (عالمی زبان) ۳۸۹

۱-لغة الإرتباط بين الماضي والحاضر والمستقبل ۳۸۹
(ماضی، حال اور مستقبل کی رابطہ زبان)

۲- لغة آسيوية أفريقية (ایشیائی و افریقی زبان) ۳۹۲

۳-لغة الأمم المتحدة (اقوام متحدہ کی زبان) ۳۹۴

۴-لغة العالم (دنیا کی زبان)	۳۹۵
۵- خلاصہ کلام	۳۹۸
۶ - حواشی باب پنجم	۴۰۳
☆ - خلاصة الأبواب	۴۰۵
۸- فهرس المراجع و المصادر	۴۰۷

تعارف تصنیف

جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال
(سابق چیف جسٹس "لاہور ہائی کورٹ" لاہور)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم
وعلى آله و أصحابه أجمعين

تخلیق آدم سے عصر جدید تک زبان ہی وہ امتیازی علامت ہے جو انسان کو دیگر مخلوقات سے ممیز کرتی ہے۔ قصۂ آدم وحوا کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ کرۂ ارض پر نسل انسانی ابتداء میں وحدت لسانی کی حامل تھی۔ البتہ جب گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ اولادِ آدم زمین کے مختلف اطراف واکناف میں منتشر ہوگئی تو فطری طور پر ان کا لسانی تشخص بھی مختلف ومتنوع زبانوں اور بولیوں کی شکل اختیار کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ مستقل بالذات زبانیں اور لسانی گروہ وجود میں آ کر بقاء وفناء کے مختلف مراحل طے کرتے رہے۔

ان مختلف ومتنوع زبانوں اور بولیوں میں سام بن نوحؑ سے منسوب مشترک الاصل "سامی زبانیں" (عبرانی، سریانی، عربی وغیرہ) اس لحاظ سے منفرد وممتاز رہیں کہ ان میں آسمانی مذاہب کی کتب مقدسہ (زبور، تورات، انجیل، قرآن) نازل ہوئیں اور یہ زبانیں ان مذاہب وادیان کے پیروکاروں میں مذہبی وعمومی اہمیت کی حامل قرار پائیں۔ چنانچہ عبرانی زبان میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی، سریانی (آرامی) کلام عیسیٰ علیہ السلام کی زبان قرار پائی اور فصیح عربی زبان میں خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والتسلیم پر خدا کا آخری کلام قرآن مجید نازل ہوا۔ اس طرح عربی زبان قرآن و اسلام کی زبان کی حیثیت سے ابدی مقام کی حامل قرار پائی۔

عربی زبان نزول قرآن سے پہلے نجد و حجاز و یمن نیز دیگر عربی داں علاقوں میں عظیم الشان علمی و ادبی مقام کی حامل تھی۔ چنانچہ مسلم علمائے دین و ادب کے علاوہ غیر مسلم مستشرقین نیز دیگر اہل زبان و ادب بھی اس بات پر بالعموم متفق ہیں کہ دیگر سامی زبانوں کی معیت و تسلسل میں عربی زبان صدیوں کی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے نزول قرآن سے پہلے اوج کمال تک پہنچ چکی تھی اور مختلف و متنوع عرب لہجات و لغات کے ساتھ ساتھ ایک مشترکہ فصیح و بلیغ زبان "لسان عربی مبین" اپنی تمام تر عظمت و رفعت کے ساتھ رائج و غالب تھی جو عربوں کے شعر و خطابت نیز علم و ادب کی مسلمہ زبان تھی۔ اسی علمی و ادبی زبان کو اولاً نزول قرآن نے اور ثانیاً کلام نبوی نے وہ فصاحت و بلاغت اور اسالیب نو اور علو عطا کئے جن کے معجزانہ ادبی محاسن کا اعتراف مشرکین مکہ سے عصر جدید تک مختلف زمان و مکان کے عربی داں غیر مسلم ادبا و محققین بھی بالعموم پوری وسیع المشربی اور علمی امانت و دیانت کے ساتھ کرتے چلے آرہے ہیں۔

اس علمی و ادبی اور مذہبی و ثقافتی تناظر میں نزول قرآن اور اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ عربی زبان و رسم الخط کا پہلی صدی ہجری ہی میں سرکاری و قومی نیز علمی و عوامی زبان کی حیثیت اختیار کر لینا تاریخ عالم کے ان معدودے چند لسانی معجزات میں سے ہے جو شاذ و نادر ہی وجود پذیر ہوتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ غیر عرب اہل اسلام (اہل فارس و اندلس و ترکستان وغیرہ) کا عربی زبان و علوم کے فروغ میں کئی ادوار سے عربوں سے بھی بڑھ کر سرگرم عمل ہونا اور مشاہیر لسان عربی و دینی اسلامی قرار پانا ہے۔ اس سلسلہ میں عجمی الاصل مؤلفین "صحاح ستہ" (امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ رحمہم اللہ) امام ابوحنیفہ اور امام غزالی کے نام بطور مثال کفایت کرتے ہیں۔

اسی حیرت و ندرت کا یہ پہلو بھی بطور خاص قابل ذکر ہے کہ عباسی دور کی عجمی تحریک "شعوبیہ" سے عصر جدید کے ایران، عراق تنازعہ تک عربوں سے اختلاف،

جدال سے نہ تو کبھی عربی زبان وعلوم سے اجتناب واحتراز کی شکل اختیار کی ہے اور نہ کبھی دین وملت کی عربی زبان کو غیر عرب اہل اسلام نے محض عربوں کی میراث وجاگیر تسلیم کیا ہے۔

شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج کے استاد پروفیسر ڈاکٹر مظہر معین نے ''عصر جدید میں عربی زبان'' کے زیر عنوان چار سو صفحات پر مشتمل جو کتاب اردو زبان میں تصنیف فرمائی ہے وہ عربی زبان سے عربوں کے ساتھ ساتھ غیر عرب اہل دین وادب کے ربط وتعلق اور وابستگی وعقیدت کی بین دلیل ہے۔ تحریر اظہار وابستگی وعقیدت نہ تو محض جذبات پر مبنی ہے اور نہ ہی محدود ومقید افکار کی مرہون منت ہے، بلکہ علمی وتحقیقی معیارات کی محکم اساس پر قائم ہے۔ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے:-

باب اول میں ''عربی زبان کا سامی پس منظر'' بیان کیا گیا ہے۔ سامی زبانوں کی تعریف، ان کے وطن اصلی، مشترک خصوصیات، جغرافیائی تقسیم اور عربی زبان کی سامی حیثیت ومقام کے حوالے سے علمی وتحقیقی مباحث قلمبند کر کے آخر میں خلاصہ ونتیجہ درج کیا گیا ہے۔

باب دوم میں عربی زبان بحیثیت ''لسان اسلام'' کی تفصیلات درج کی ہیں اور ابتداء سے عصر جدید تک قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر، سیرۃ وتاریخ، اسلامی تعلیم وثقافت اور علوم وفنون کے حوالے سے عربی زبان کی مختلف النوع دائمی اہمیت وحیثیت پر اختصار وجامعیت کے ساتھ علمی وتحقیقی اسلوب میں بحث کی ہے۔

باب سوم میں جو سابقہ دو ابواب سے طویل تر ہے، عصر جدید میں ''عالم عرب و اسلام وافریقہ کی زبان'' کی حیثیت سے عربی زبان کی جغرافیائی وثقافتی وعمومی اہمیت ومقام واضح کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں بہت سی اہم معلومات وتفصیلات یکجا کر دی گئی ہیں

جو بہت سے قارئین کے لئے باعث حیرت ہیں۔ مثلاً عربوں کے بیس سے زائد ممالک، ایران میں عربی زبان کی دستوری حیثیت، غیر عرب افریقی ملک ''چاڈ'' میں عربی کا سرکاری مقام، سینیگال میں عربی کی حیثیت لازمی تعلیمی زبان، انڈونیشیا، ملائشیا، برونائی، مالدیپ اور بنگلہ دیش جیسے جنوب مشرقی ایشیائی ممالک میں عربی زبان کا عظیم الشان فروغ نیز پاکستان، افغانستان، ترکستان اور براعظم افریقہ میں عربی زبان و خط کا فروغ و اشاعت وغیرہ وعلی ھذا القیاس۔

چوتھے باب میں ''مسلم اقلیتوں کی زبان'' کے زیر عنوان مسلم اقلیتی ممالک میں عربی زبان کی صورتحال اور عربی زبان و اسلام کی تدریس و اشاعت میں مسلم اقلیات کے کردار کو اجاگر کیا گیا ہے۔ نیز ان ممالک میں سرکاری اور غیر سرکاری سطحوں پر عربی زبان کی اشاعت و ترویج کی تفصیلات درج کی گئی ہیں جن سے ایشیائی، افریقی، یورپی، امریکی، آسٹریلوی اور بحر الکاہل کے مسلم اقلیتی ممالک میں عربی زبان کی تدریس و ترویج نیز عرب، مسلم و افریقی الاصل باشندوں اور غیر مسلم افراد اور حکومتوں کی عربی زبان و علوم سے دلچسپی کے حوالے سے معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ یہ باب کتاب کا طویل ترین اور اپنی نوعیت کا منفرد تر باب ہے۔ غالباً اس انداز میں عربی زبان کے غیر مسلم دنیا میں اقلیتی و عمومی مقام کے حوالے سے مباحث کم ہی منظر عام پر آئے ہیں۔

پانچویں اور آخری باب میں عصر جدید میں ''علمی و عالمی زبان'' کی حیثیت سے عربی زبان کے مقام و اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ''عرب لیگ''، ''اسلامی کانفرنس کی تنظیم''، ''افریقی اتحاد کی تنظیم'' نیز ''اقوام متحدہ'' میں مغربی زبانوں کے ہمراہ عالم عرب و اسلام اور افریقہ سے تعلق رکھنے والی واحد تسلیم شدہ سرکاری زبان کی حیثیت سے عربی زبان کے افریشیائی و بین الاقوامی مقام کو علمی و تحقیقی حوالوں سے بڑی کامیابی سے نمایاں کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عربی زبان عصر جدید میں انگریزی کے ہمراہ اہم ترین

علمی و عالمی زبان ہے۔ ساتھ ہی فرانسیسی ،ہسپانوی ،روسی اور چینی وغیرہ کی عالمی و علاقائی اہمیت و حیثیت کا بھی اعتراف و اقرار کیا گیا ہے۔ نیز ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے امریکی حوادث کے بعد یورپ اور امریکہ میں معرفت قرآن و اسلام و جہاد اور "انسداد دہشت گردی" کے مختلف و متضاد حوالوں سے عربی زبان کے فروغ کا بھی مختصر مگر دلچسپ تذکرہ کیا گیا ہے۔

کتاب کا اسلوب علمی ہے۔ کوئی بات حوالہ کے بغیر نہیں کی گئی ،ترتیب عمدہ ہے، اسلوب تحقیق جدید ہے، اور بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر باب کے اختتام پر خلاصہ یا حاصل بحث نیز حواشی علیحدہ درج ہیں۔ کتاب کے اختتام پر مجموعی "خلاصہ ابواب" اور آخر میں فہرست مراجع (عربی ،فارسی ،اردو ،انگریزی) درج ہے۔ اس طرح یہ کتاب محض کسی جذباتی مسلمان کا اظہار عقیدت نہیں ،بلکہ ایک محقق کی سنجیدہ کاوش ہے۔ جو مستقبل کے طالبان تحقیق کیلئے عمدہ علمی سرمایہ اور مرتب شدہ ذخیرہ معلومات ثابت ہوگی۔ اس موضوع پر اردو زبان میں ایسی جامع و بلیغ کتاب شاید پہلے تصنیف نہیں کی گئی اور ہر تعلیم یافتہ فرد کے لئے اس کتاب کا مطالعہ مفید ہے۔

آخر میں علامہ اقبالؒ کے حوالہ سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ "شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی اور اورینٹل کالج" میں "میکلوڈ عربک ریڈر" کے طور پر کام کرتے رہے اور اپنے عظیم الشان فارسی ،اردو ،انگریزی کلام و تصانیف کے باوجود انھیں عربی زبان سے خصوصی تعلق اور دلچسپی تھی اور وہ مشرق کی زبانوں میں عربی زبان کے مستقبل کو بطور خاص محفوظ اور یقینی سمجھتے تھے۔ انھوں نے راقم الحروف کو بھی عربی زبان سیکھنے کی تلقین کی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹) نے بھی علامہ اقبالؒ سے اپنی ملاقات (۲۲ نومبر ۱۹۳۷ء) کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ علامہ نے برصغیر کے مسلم والیان ریاست کو دیگر امور کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی ترقی و ترویج کے لئے بھی اقدامات کرنے کا مشورہ دیا تھا (نقوش اقبال ،ص ۳۶)۔

دعا ہے کہ اس علمی کاوش کو قبول عام حاصل ہو اور عربی زبان کی اہمیت اور فروغ میں یہ کتاب نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں ممد و معاون ثابت ہو۔ آمین۔

لاہور: ۳۰ جولائی ۲۰۰۳ء

(جاوید اقبال)

تصدیر

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

(رئیس أول "رابطة الأدب الإسلامي العالمية" پاکستان)

(سابق "پرنسپل" اورینٹل کالج" و "ڈین" کلیہ علوم اسلامیہ وشرقیہ" جامعہ پنجاب لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ دیکھ کر بے حد خوشی اور اطمینان محسوس ہو رہا ہے کہ قرآن کریم کی زبان کے متعلق پاکستان میں ایک اچھی کتاب منظر عام پر آ رہی ہے۔ ہمارے ہاں اردو زبان میں عربی زبان کے حوالے سے اچھی، معلومات افزا اور وقیع کتابوں کی شدید کمی ہے۔ ڈاکٹر مظہر معین صاحب کی یہ کتاب "عصر جدید میں عربی زبان" اس کمی کے احساس کو ختم کرنے کی طرف ایک مستحسن قدم قرار دیا جانا چاہیے۔

شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی میں بحیثیت استاذ شمولیت کے بعد سے وہ اس موضوع پر خصوصی توجہ اور اہتمام سے کام کرتے رہے ہیں۔ عربی اور اردو میں ان کے کئی ایک مقالات اس موضوع پر میں بھی وقتاً فوقتاً پڑھتا رہا ہوں۔ موضوع پر ان کی یہ خصوصی توجہ اور اہتمام اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں عربی زبان سے گہرا شغف ہے اور وہ اپنے مضمون سے مخلصانہ لگاؤ رکھتے ہیں۔ یہ ان کے منصب اور عقیدے کا تقاضا ہے جسے انہوں نے اہتمام اور توجہ سے پورا کیا ہے۔ لوگ عربی کے استاذ ہو کر اور اس کی تدریس کو بطور پیشہ اپنا کر بھی اس توجہ اور اہتمام سے محروم ہوتے ہیں۔ ان کی یہ توجہ اور یہ اہتمام یقیناً ستائش اور قدر دانی کے قابل ہے اور مجھے ذاتی طور پر ان کا عربی سے یہ شغف اور لگاؤ بہت اچھا لگتا ہے۔ اللہ کرے وہ عربی کے لیے اس سے بھی بہتر خدمت اور کام کے قابل ہوں۔

ڈاکٹر صاحب نے خود اپنے دیباچے میں صراحت کی ہے کہ یہ کتاب دراصل ان کے سولہ کے قریب طویل عربی اور اردو مقالات پر مبنی ہے، بلکہ ان کا جوہر اور نچوڑ ہے۔

طوالت وضخامت سے بچنے کے لیے انہوں نے یہ روش اختیار کی ہے۔ کتاب کے ابواب کے عناوین پر نظر ڈالنے سے اور کسی حد تک ان کے مندرجات سے آگاہ ہونے کے بعد یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے کہ ان کے یہ مقالات و ابحاث جہاں مختلف اور متنوع ہیں، وہاں وہ علمی افادیت کے حامل بھی ہیں۔ اگر ممکن ہو تو وہ اپنے عربی مقالات و ابحاث کو طوالت وضخامت کے خوف کی نذر نہ ہونے دیں اور انہیں من وعن یکجا شائع کرنے کی کوشش کریں تو عربی زبان وادب کے طالب علموں کے لیے بہت مفید ہوگا اور ان کی گراں قدر محنت بھی ٹھکانے لگے گی۔

موجودہ شکل میں بھی یہ کتاب عام قاری کے علاوہ عربی زبان وادب کے طلبہ کے لیے بھی یکساں مفید ہے اور باوجود اختصار و اجمال کے پڑھنے والے کو مایوسی نہیں ہوتی بلکہ وہ اگر صراحت نہ کرتے تو شاید کسی کو یہ احساس بھی نہ ہو پاتا کہ یہ کتاب ان کے طویل مقالات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ تاہم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد قاری کا ذوق یہ ضرور چاہے گا کہ اس اختصار و جامعیت کے بعد مفصل مقالات سے اپنی علمی تشنگی کو دور کرنے کے قابل ہو سکے اور اپنی مستند معلومات میں بھی مزید اضافہ کر سکے۔

ابواب کی ورق گردانی کے بعد مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے جہاں غیر عربی داں قاری کماحقہ مستفید ہو سکے گا، کیونکہ تمام معلومات و مواد اردو میں بھی موجود ہے، مگر اس کے ساتھ مستند ماخذ سے عربی عبارات بھی درج کی گئی ہیں، ان سے عربی کے طالب علم کے خصوصی ذوق کی بھی تسکین ہوگی اور وہ عرب مصنفین کی آراء سے بھی براہ راست مستفید ہو سکے گا۔

فہرست ابواب پر طائرانہ نظر سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ مصنف کی نظر کا کینوس بہت وسیع رہا ہے۔ عصر حاضر میں عربی زبان کے تقریباً کسی اہم پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا اور ہر اہم پہلو کے حوالے سے تمام قیمتی معلومات و مواد سے استفادہ کیا گیا ہے۔

کتاب کے پانچ ابواب میں سے ہر باب ایک مستقل کتاب کا عنوان بن سکتا

ہے، بلکہ اگر کوئی ہمت مردانہ سے کام لے سکے تو ان میں سے ہر باب کو ایک مستقل کتاب کا عنوان بنا کر اپنی محنت کے تیشۂ فرہاد کی زد میں لایا جا سکتا ہے اور اس سے جو بھی جوئے شیر سامنے آئے گی، وہ واپنے تشنگان کے لیے سامان فرحت وتسکین فراہم کرے گی۔

ڈاکٹر مظہر معین صاحب کی اس فرہادانہ جفاکشی اور سعی مشکور سے یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ عربی زبان آج ڈیڑھ ہزار سال بعد بھی اسی طرح سر بلند، زندہ اور پائندہ ہے جس طرح سن ہجری کے قرن اول میں تھی۔ اپنوں کا تساہل اور غفلت یا غیروں کی بدخواہی اور چیرہ دستی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ آج اس کے پیچھے کوئی موثر سیاسی قوت بھی نہیں، مگر پھر بھی زبانوں کی عالمی محفل میں کسی سے کم نہیں بلکہ برتر ونمایاں ہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یونانی، لاطینی اور سنسکرت کے برعکس اسے قدرت نے چھ دائمی قوتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

ایک تو یہ ایسی باصلاحیت زبان ہے کہ وقت کے تغیرات وانقلابات کا سامنا کر سکتی ہے۔

دوسرے اس کی طویل ومسلسل تاریخ ہے جو جہاں اس کی قوت وصلاحیت کا پتہ دیتی ہے، وہاں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ زبان ڈیڑھ ہزار سال ہی نہیں، ڈیڑھ لاکھ سال کے باوجود بھی اسی طرح زندہ وہ کر وقت کا ساتھ دے سکتی ہے جس طرح دیتی آرہی ہے۔ مصنف نے اسی نکتے کیطرف اشارہ کرتے ہوئے اسے قدیم، وسطی اور جدید زبان قرار دیا ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ اتنے بڑے، شاندار اور وسیع ذخیرۂ معارف وآداب کی امین ہے کہ دنیا کی ہر قوم اس سے خیرات لے سکتی ہے۔ قدیم دنیا کی ہر بات کے بارے میں ثقہ معلومات صرف عربی میں موجود ہیں۔ پھر اس کے ذخائر مخطوطات کو اپنے پرائے سب ایڈٹ کرنے میں لگے ہوئے ہیں، مگر وہ ختم ہونے کو نہیں آرہے اور شاید اکیسویں صدی بھی ان ذخائر کو مکمل طور پر ایڈٹ کر کے شائع نہ کر سکے۔

چوتھے یہ دو درجن سے زائد ملکوں میں پھیلی ہوئی قوم عرب کی قومی اور مادری زبان

ہے۔عرب قوم کا ہر شاعر، ادیب اور خطیب اس میں بات کیے بغیر اپنا سکہ نہیں جما سکتا۔

پانچویں یہ اسلام کی زبان ہے۔ ہر مسلمان کے دلی عقیدہ وایمان کی زبان ہے۔

اور چھٹے یہ کہ عربی ایک ایسی کتاب کی زبان ہے جس کے تحفظ اور بقائے دوام کی ضمانت رب جلیل نے دی ہے۔ کتاب زندہ، رب حی و قیوم کے کلام کی زبان عربی ہے۔ جب تک کتاب زندہ، تو اس کی زبان بھی زندہ و پائندہ۔ یہ کلام دائمی ہے، اس لیے اس کی زبان بھی دائمی، زندہ اور پائندہ ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے یہی باتیں آپ پر منکشف ہوں گی اور آپ اس یقین کے ساتھ مطالعہ سے فارغ ہوں گے کہ عربی زبان جس طرح ماضی بعید اور ماضی قریب کی زبان رہی ہے، اور جس طرح یہ آج عصر حاضر میں حال کی زبان ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مستقبل کی بھی زبان رہے گی۔ جس طرح آج اس سے محروم رہنے والے ایک خیر کثیر اور حکمت دوام سے بے بہرہ ہیں، اسی طرح مستقبل میں اس سے محروم رہنے والے بھی نہ صرف اپنے مستقبل کو تاریک پائیں گے بلکہ دنیا میں انہیں عربی زبان کے سوا اور کہیں سے بھی روشنی نصیب نہ ہو سکے گی۔

مصنف پنجاب یونیورسٹی کے ایک ذہین اور محنتی استاذ ہیں اور جہاں کہیں ذہانت ومحنت مجتمع ہو جاتی ہے، وہاں ایسے ہی نتائج سامنے آتے ہیں جیسے "عصر جدید میں عربی زبان" کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔

میں ڈاکٹر مظہر معین صاحب کو اس عمدہ کاوش پر مبارکباد دیتا ہوں اور ان کے لیے اس توقع کے ساتھ دعا گو ہوں کہ وہ اپنی ذہانت ومحنت کو یکجا کر کے اسی طرح کے علمی کارنامے انجام دیتے رہیں۔ "این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"۔

(ظہور احمد اظہر)
ممبر "پنجاب پبلک سروس کمیشن"

لاہور:
۱۱ اگست ۲۰۰۲ء

❁❁❁

عرضِ مؤلف

باسمہ تعالیٰ

حامداً و مصلیاً و بعد:

زیر نظر کتاب راقم الحروف کے عربی زبان کے حوالے سے تحریر کردہ ان سولہ مقالات کے سلسلہ کی کڑی ہے جو سن ۱۹۸۵ء سے ۲۰۰۰ء تک مختلف علمی و تحقیقی مجلات میں شائع ہوئے۔ ان مقالات میں سے چار اردو مقالات کے علاوہ تمام مقالات عربی زبان میں تحریر شدہ ہیں۔ عربی مقالات بطور مجموعی تقریباً پونے چار سو صفحات اور اردو مقالات تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہیں۔

چونکہ ان مقالات کو اندرون و بیرون ملک کے عربی و اردو دان قارئین و محققین نے معلوماتی، تحقیقی اور مفید قرار دیا' نیز راقم الحروف کی ذاتی رائے میں بھی ان مقالات میں' تمام تر ممکنہ خامیوں کے باوجود وہ معلومات و نقاط کافی حد تک یکجا ہو چکے ہیں' جو قارئین و سامعین کو عربی زبان کی علمی و دینی نیز قومی و بین الاقوامی سطح پر مختلف النوع اہمیت و حیثیت سے روشناس کرانے میں مفید و موثر ہیں' لہذا ان مقالات سے ماخوذ مواد نیز دیگر ضروری معلومات کو مختلف ابواب کے تحت مختصر و مربوط انداز میں کتابی شکل دی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب ایک مستقل بالذات نئی کتاب کی شکل اختیار کر گئی ہے۔

چنانچہ جس خیال کے تحت اس کتاب کی ابتداء کی گئی تھی کہ محض چار اردو مقالات کو یکجا کرنے سے تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ایک اردو مجموعہ مقالات شائع ہو جائیگا وہ بالکل محض بیجا ہوا اور تغییر زمانہ و تنوع معلومات کے ساتھ ساتھ بالآخر صرف ایک اردو

مقالہ (باب اول) کو بعض ترامیم کے بعد شامل کتاب کرنے کی گنجائش پاتے ہوئے از سرِ نو محنت سے نئی ترتیب پر بھی ایک مختلف انداز کی کتاب تیار ہوئی۔

یہ کوشش اس موضوع پر اردو زبان میں تحریر شدہ سابقہ کتب و مقالات کے تناظر میں کس حد تک جدید و مؤثر ہے اس کا اندازہ قارئین محترمین بالخصوص علماء و دانشوران کی آراء و تنقیدات کی روشنی میں ہی بہتر لگایا جا سکے گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

مظہر معین

بابِ اوّل

منظور العربیۃ السامی

عربی زبان کا سامی پس منظر

منظور العربية السامی
(عربی زبان کا سامی پس منظر)

لغات سامیہ
(سامی زبانیں)

''لغات سامیہ'' یعنی سامی زبانوں سے مراد کون سی زبانیں ہیں۔ اس سلسلے میں مشہور ماہر لغات سامیہ ڈکتور اسرائیل ولفنسون لکھتے ہیں:۔

"تطلق كلمة لغات سامية على جملة من اللغات التي كانت شائعة منذ أزمان بعيدة في بلاد آسيا و افريقية سواء منها ما عفت آثارها و ما لا يزال باقياً إلى الآن. وأول من استعمل هذا الاصطلاح هو العالم شلوتسر (Shlozer) في أبحاثه و تحقيقاته في تاريخ الأمم الغابرة سنة ۱۷۸۱ ب. م." (۱)

ترجمہ: کلمہ ''لغات سامیہ'' کا اطلاق ان جملہ زبانوں پر ہوتا ہے جو قدیم زمانوں سے ایشیا اور افریقہ کے علاقوں میں پھیلی ہوئی تھیں، خواہ ان میں سے کچھ کا نام ونشان مٹ چکا ہے یا وہ اب تک باقی چلی آتی ہیں۔ سب سے پہلے جس عالم نے اس اصطلاح کو استعمال کیا، وہ شلوزر ہے جس نے ۱۷۸۱ء میں گزشتہ اقوام کی تاریخ کے سلسلے میں اپنی ابحاث وتحقیقات کے ضمن میں ایسا کیا۔

دائرۃ المعارف البریطانیہ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا) میں سامی زبانوں کے بارے میں یوں مرقوم ہے:-

> "The "Semetic Languages" so named in 1781 by the German Historian A. L.Schlozer, because most of the people who spoke them were descended from Shem or Sem (Gen. x - xi), were spoken in Arabia, Mesopotamia, Syria and Plaestine, from which they spread begining with the first millenium B.C., into Ethiopia and later into Egypt and northern Africa." (2)

ان تحقیقی بیانات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ "لغات سامیہ" وہ زبانیں ہیں جو قدیم زمانوں سے ایشیا و افریقہ کے مختلف علاقوں میں رائج تھیں، خواہ یہ وہ زبانیں ہیں جو اب تک باقی ہیں یا وہ زبانیں جن کا نام و نشان مٹ چکا ہے۔ یہ زبانیں سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد بولتی تھی، جس کی بناء پر انہیں سامی زبانوں کا نام دیا گیا۔ اور سب سے پہلے جس محقق نے ان زبانوں کو لغات سامیہ کا نام دیا، وہ جرمن محقق اے۔ ایل۔ شلوزر ہیں جنہوں نے ۱۷۸۱ء میں یہ اصطلاح اس وقت استعمال کی جب وہ گزشتہ اقوام کی تاریخ کے سلسلے میں بحث و تحقیق کر رہے تھے۔ یہ زبانیں جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے بیان سے بھی ظاہر ہے، جزیرۃ العرب، عراق، شام، فلسطین وغیرہ کے علاقوں میں بولی جاتی تھیں، جہاں سے پہلے ہزار سالہ دور قبل مسیح سے ابتداء کر کے پہلے حبشہ اور بعد ازاں مصر و شمالی

افریقہ میں پھیل گئیں۔

لغات سامیہ میں کون سی زبانیں شامل ہیں؟ اس سلسلے میں عربی زبان کے حوالے سے جرجی زیدان لکھتے ہیں:-

"اللغة العربية هي إحدى اللغات السامية . ويريدون باللغات السامية اللغات التي كان يتفاهم بها أبناء سام. وهم في اصطلاحهم أبناء مابين النهرين و جزيرة العرب والشام. أشهرها العربية و السريانية و العبرانية و الفينيقية والأشورية والبابلية والحبشية". (۳)

ترجمہ: عربی زبان لغات سامیہ میں سے ایک ہے اور لغات سامیہ سے اہل علم وہ زبانیں مراد لیتے ہیں جن کے ذریعے فرزندان سام آپس میں ایک دوسرے کی بات سمجھتے سمجھاتے تھے۔ اور وہ لوگ ان کی اصطلاح کے مطابق مابین النھرین، جزیرۃ العرب اور شام کے باشندے ہیں۔ ان زبانوں میں سے مشہور ترین عربی، سریانی، عبرانی، فنیقی، اشوری، بابلی اور حبشی ہیں۔

احمد حسن زیات عربی اور دیگر سامی زبانوں کی اصل مشترک اور پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ان کے مستقل بالذات زبانیں بن جانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں -

اللغة العربية إحدى اللغات السامية إنشعبت هي و هن من أدومة واحدة نبتت في أرض واحدة. فلما خرج الساميون من مهدهم لتكاثر عددهم إختلفت لغتهم الأولى بالاشتقاق والاختلاط و زاد هذا الاختلاف

انقطاع الصلة و تباين البيئة و تراخي الزمن حتى اصبحت كل لهجة منها لغة مستقلة.(۴)

ترجمہ: عربی زبان سامی زبانوں میں سے ایک ہے۔ یہ اور وہ سب ایک ہی شجرہ سے نکلی ہیں جو ایک مشترکہ سرزمین کی پیداوار ہے۔ پس جب سامی لوگ اپنے وطن سے تعداد زیادہ ہو جانے کی وجہ سے باہر نکلے تو ان کی اولین زبان میں اشتقاق و اختلاط کی وجہ سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ اور ان اختلافات کو باہمی رابطہ منقطع ہو جانے، ماحول کے اثرات نیز گردش زمانہ نے بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ ہر لہجہ مستقل بالذات زبان کی صورت اختیار کر گیا۔

سب سے پہلے علمائے یہود نے قرون وسطیٰ میں سامی زبانوں کے تعلق کو محسوس کیا۔

"ویقال إن أحبار الیهود هم أول من فطن إلى مابین اللغات السامیة من علاقة و تشابه أثناء القرون الوسیطة، و لکن علماء المشرقیات من الأوروبیین هم الذین أثبتوا هذه العلاقة بالنصوص حتى جعلوها حقیقة علمیة لا إبهام فیها و لا شک."(۵)

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ علمائے یہود نے سب سے پہلے قرون وسطیٰ میں اس باہمی تعلق و مشابہت کو دریافت کیا جو سامی زبانوں کے مابین پائی جاتی ہے۔ لیکن یورپ کے ماہرین علوم شرقیہ ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس تعلق کو نصوص کے ساتھ ثابت کیا، یہاں تک کہ اسے ایک ایسی علمی حقیقت بنا دیا جس میں کوئی شک اور ابہام نہیں۔

یہی بات اسرائیل ولفنسون نے بھی لکھی ہے:۔

"و أول من تنبه إلى هذه العلاقة التى بين الأمم السامية هم علماء اليهود الذين كانوا فى أندلس فى القرون الوسطى. ثم جاء المستشرقون بعدهم فأخذوا يبحثون فى علم اللغات السامية بعناية و توسع حتى وضحت هذه العلاقة وضوحاً تاماً."(٦)

ترجمہ: سب سے پہلے جس نے سامی اقوام کے مابین پائے جانے والے اس تعلق کو محسوس کیا' وہ قرون وسطیٰ میں اندلس کے یہودی علماء تھے۔ پھر ان کے بعد مستشرقین کا دور آیا۔ چنانچہ انہوں نے سامی زبانوں کے علم کے سلسلے میں پوری توجہ اور تفصیل سے تحقیقات کیں۔ یہاں تک کہ یہ تعلق پوری طرح واضح ہو گیا۔

فلپ کے حتی ان زبانوں کے تعلق باہم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"With the decipherment of the cuneiform writing in the middle of the nineteenth century and the comparative study of the Assyro - Babylonian, Hebrew, Aramaic, Arabic and Ethiopic tongues, it was found that those languages have striking points of similarity and were, therefore, congnates.(7)

چنانچہ انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں خط پیکانی یا میخی کو سمجھ لئے جانے نیز اشوری، بابلی، عبرانی، آرامی، عربی اور حبشی زبانوں کے تقابلی مطالعہ کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی کہ ان زبانوں کے مابین گہری مشابہت کے نقاط پائے جاتے ہیں۔ لہذا یہ تمام زبانیں مشترک الاصل ہیں۔

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ سامیہ اصلیہ یا اصل سامی زبان کون سی تھی جس سے یہ تمام زبانیں نکلیں۔ اس بارے میں "دائرۃ المعارف البریطانیہ" کا بیان یوں ہے:۔

"The semetic Languages go back to Proto - Semetic Language the general structure of which can be derived from the historically attested features of the various Semetic Languages. In all probability, Proto - Semetic was at no time a unified language, but had dialectical variants."(8)

☆☆☆☆☆

المهد الأصلي للأمم السامية
(سامی زبانوں کا وطن اصلی)

یہ بات واضح ہو جانے کے بعد کہ سامی زبانوں سے کون سی زبانیں مراد ہیں اور ان زبانوں کے باہم تعلق کی نوعیت کیا ہے۔ نیز اگر یہ باہم مشابہ و مشترک الاصل ہیں تو سامیہ اصلیہ کون سی تھی، یہ سوال بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ ان زبانوں کا وطن اصلی کون سا تھا، جہاں سے نکل کر مختلف علاقوں میں اس زبان کی مختلف بولیاں پھیلیں؟ بقول اسرائیل ولفنسون:۔

"و إذا فرضنا صحة الرأی القائل بانه كان لجميع الأمم السامية موطن واحد و مهد أصلی نشأت كلها فيه ثم تفرعت عنه و انتشرت فی أنحاء المعمورة، فأين كان هذا الموطن الأصلی؟."(۹)

ترجمہ: اگر ہم اس رائے کی صحت کو تسلیم کرلیں جس کے مطابق تمام امم سامیہ کا ایک وطن مشترک اور مہد اصلی تھا، جس میں یہ سب پروان چڑھیں، پھر اس سے یہ متفرق شاخیں بن کر جدا ہوگئیں اور اطراف معمورہ میں پھیل گئیں، تو پھر یہ وطن اصلی کہاں تھا؟

مشہور مستشرق نلڈکی نے اس سلسلے میں درج ذیل بیان دیا ہے:۔

"Whether the original homeland of the undivided Semitic race was some part of Asia (Arabia, Armenia, or the district of the lower Euphrates, or whether,

according to a view which has lately found favour, the Semites crossed into Asia from Africa , is still uncertain.(10)

امم سامیہ کے وطن اصلی کا سوال اٹھاتے ہوئے فلپ کے حتی نے بڑے تحقیقی نقاط اٹھائے ہیں اور اس حوالے سے جزیرۃ العرب کے مسکن اول ہونے کے نظریے کو بقیہ تمام نظریات کے مقابلے میں زیادہ وزنی قرار دیا ہے۔

"Where was the original home land of this people? Different hypothesis have been worked out by various scholars. There are those who considering the broad ethnic relationship between Semites and Hamites, hold that eastern Africa was the original homeland, others influenced by the Old Testament tradition, maintain that Mesopotamia provided the first abode, but the arguments in favour of the Arabian Peninsula considered in its cumulative effect, seem most plausible. (11)

چنانچہ حتی کے بیان کے مطابق مختلف اہل علم و تحقیق کے دلائل کی رو سے مشرقی افریقہ، عراق یا جزیرۃ العرب کے وطن اصلی ہونے کا زیادہ امکان ہے اور حتی کی ذاتی

رائے میں جزیرۃ العرب کے حق میں دلائل اپنے مجموعی تاثر کے لحاظ سے بظاہر معقول تر نظر آتے ہیں۔ جبکہ دوسرے مقامات کے سلسلے میں عقلی لحاظ سے بعض الجھاؤ موجود ہیں۔ مثلاً میسوپوٹیمیا والا نظریہ اس لئے کمزور ہے کہ اس کے مطابق یہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ ایک دریا کے کناروں پر ترقی کی زرعی سطح سے گزرنے والے باشندے الٹا بدویانہ سطح کی طرف جارہے ہیں۔ جبکہ یہ بات تاریخی ادوار میں معاشرتی طرز عمل کے برعکس ہے۔ اسی طرح افریقہ والا نظریہ بھی حتی کی رائے میں زیادہ قابل قبول نہیں:۔

> "The Mesopotamian theory is vitiated by the fact that it assumes passage of people from an agrigultural stage of development on the banks of a river to nomadic stage, which is reverse of the sociological law in the historical times. The African theory raises more questions than it answers."(12)

فلپ کے حتی جیسے مسیحی مؤرخین و مستشرقین کے علاوہ اسرائیل ولفنسون جیسے یہودی علماء و ماہرین لغات سامیہ نے بھی جزیرۃ العرب کے اقوام سامیہ کا وطن اول ہونے کے نظریے کو ترجیح دی ہے اور اس کے حق میں دلائل فراہم کئے ہیں۔ چنانچہ یہ ذکر کرنے کے بعد کہ اس نازک مسئلہ پر تمام تر کوششوں کے باوجود علمائے مستشرقین کے مابین بڑا اختلاف واقع ہوا ہے۔ اس اختلاف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> "فبعضهم يزعم أن المهد الأصلي للساميين إنما هو أرض أرمينية بالقرب من حدود كردستان، و بعضهم

يقول: إن هذه المنطقة هي المهد الأصلي للأمم السامية وللأمم الآرية جميعاً، ثم تفرعت منها جموع البشر في أرض الله الواسعة."(١٣)

ترجمہ: ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ سامیوں کا مہد اصلی حدود کردستان کے قریب آرمینیا کی سرزمین ہے۔ اور بقول بعض یہ منطقہ سامی وآریائی اقوام سب کا وطن اصلی ہے۔ پھر اس سے انسانوں کے گروہ نکل کر خدا کی وسیع سرزمین میں پھیلے۔

توریت کے مطابق بنونوح کی آباد کردہ قدیم ترین سرزمین ارض بابل تھی:۔

"وللتوراة نظرية خاصة عن أقدم ناحية عمرها بنو نوح، وهي أرض بابل، وقد تكون هذه النظرية أقرب إلى الحقيقة، فقد أثبتت البحوث التاريخية أن أرض بابل هي المهد الأصلي للحضارة السامية."(١٤)

ترجمہ: بنونوح نے جس قدیم ترین گوشہ زمین کو آباد کیا، اس کے بارے میں توراۃ کا ایک خاص نظریہ ہے کہ وہ ارض بابل ہے۔ اور یہ نظریہ حقیقت سے قریب تر ہو سکتا ہے کیونکہ تاریخی تحقیقات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ ارض بابل ہی سامی تہذیب کا مسکن اصلی ہے۔

مشہور مستشرق جویدی (Guidi) نے دریائے فرات کے کنارے جنوبی عراق کے گرد و نواح میں سامی اقوام کا مسکن اول ہونے کے نظریے کی تائید کی ہے اور اس ضمن میں کئی مشترک کلمات کا بھی حوالہ دیا ہے:۔

"وقد أيد العالم جويدي هذه النظرية في رسالة يقول فيها: إن المهد الأصلي للأمم السامية كان في نواحي جنوب العراق على نهر الفرات. و قد سرد عدداً من الكلمات المألوفة في جميع اللغات السامية عن العمران و الحيوان والنبات و قال: إن أول من استعمله هم أمم تلك المنطقة ثم أخذها عنهم جميع الساميين." (۱۵)

ترجمہ: عالم جویدی نے ایک رسالہ میں اس نظریہ کی تائید کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ امم سامیہ کا مہد اصلی جنوبی عراق ہے۔ وہ وہاں میں دریائے فرات کے کنارے تھا۔ انہوں نے بود و باش، حیوانات، نباتات وغیرہ کے بارے میں کئی ایک ایسے کلمات پیش کیے ہیں جو تمام سامی زبانوں میں مانوس و معروف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے اس منطقہ کی قوموں نے ان کلمات کو استعمال کیا۔ پھر ان سے تمام سامیوں نے انہیں اخذ کیا۔

مگر جرمن مستشرق نولدکی (Noeldeke) نے جویدی پر سخت اعتراض کیا ہے۔ اس کے بقول:۔

"إن من العبث أن نعتمد في إثبات حقيقة كهذه على جملة كلمات ليس ما يثبت لنا أن جميع الساميين أخذوها عن أهل العراق. ثم يذهب في تأييد معارضته إلى سرد بعض كلمات عن الحيوان و العمران كانت ولاشك عند جميع الأمم السامية من أقدم الأزمنة،

مثل جبل و صبي و خيمة و شيخ و أسود و ضرب. فهذه المعاني تختلف تسميتها، فكل لغة سامية منها تسميها باسم يغاير الإسم الذي تطلقه عليه اللغة الاخرى مع أنها أجدر المعاني بأن يكون لها لفظ مشترك في كل اللغات السامية لأنها كانت موجودة عند الجميع حين كانوا أمة واحدة وحين تفرقوا أمماً شتى."(١٦)

اس قسم کی حقیقت کے اثبات کے لئے یہ بات عبث ہے کہ ہم کچھ ایسے کلمات پر اعتماد کریں جن کے بارے میں ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ تمام سامی لوگوں نے انہیں اہل عراق سے حاصل کیا۔ پھر وہ اپنے اعتراض کی تائید میں حیوانات اور بود و باش کے بارے میں بعض ایسے کلمات پیش کرتا ہے جو بلاشک وشبہ قدیم زمانوں سے تمام سامی اقوام کے ہاں موجود تھے۔ مثلاً پہاڑ، بچہ، خیمہ، شیخ، سیاہ و ضرب وغیرہ۔ مگر ان معانی پر مشتمل الفاظ و اسماء سے مختلف زبانوں میں مختلف ہیں۔ ان میں سے ہر سامی زبان انہیں ایسے ناموں سے موسوم کرتی ہے جو دوسری زبان میں موجود اسماء سے مختلف ہیں۔ حالانکہ یہ معانی اس بات کے سب سے زیادہ سزاوار تھے کہ ان کے لئے تمام سامی زبانوں میں مشترک الفاظ ہوتے۔ کیونکہ یہ چیزیں اس وقت بھی سب کے ہاں موجود تھیں جب وہ ایک قوم تھے، نیز جب وہ مختلف اقوام کی صورت میں متفرق ہوئے۔

اس کے بعد اسرائیل ولفنسون وطن اصلی کی بحث کو سمیٹتے ہوئے جزیرۃ العرب

کے مکمن وطن اصلی ہونے کے نظریے کی تائید کرتے ہیں:۔

"من كل هذا يتبين أن من العسير أن نجزم برأى في المهد الأصلي للأمم السامية. والذى يمكننا أن نجزم به هو أن أكثر الحركات والهجرات عند أغلب الأمم السامية التي علمنا أخبارها وأسماءها كانت من نزوح جموع سامية من أرض الجزيرة إلى البلدان المعمورة الدانية والقاصية في عصور مختلفة." (۱۷)

ترجمہ: ان تمام تفصیلات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ بات بہت مشکل ہے کہ ہم اقوام سامیہ کے مہد اصلی کے بارے میں کوئی ایک قطعی رائے اختیار کریں۔ جو بات ہمارے لئے قطعیت کے ساتھ کہنا ممکن ہے وہ یہ کہ امم سامیہ کے ہاں اکثر حرکات اور نقل مکانیاں جن کے حالات اور اسماء سے ہم واقف ہیں، وہ سامی گروہوں کے جزیرۃ العرب کی سرزمین سے مختلف زمانوں میں نکل کر آباد دنیا کے قریب و بعید کے ممالک کی جانب چلے جانے پر مبنی تھیں۔

اس کے بعد اسرائیل ولفنسون کے تفصیلی بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ قدیم ترین ہجرت سامیہ بھی جزیرۃ العرب سے بابل کی جانب ہوئی اور ان گروہوں نے فرات کے علاقے میں ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اسی طرح کنعانی و آرامی قبائل نے بھی بلاد العرب سے نقل مکانی کی۔ پھر بنی اسرائیل کی نقل مکانی جس کے نتیجے میں فتح فلسطین ہوئی، جزیرۃ العرب ہی سے شروع ہوئی تھی۔ اور اس فتح نے دینی و معاشرتی تغیرات کے حوالے سے تاریخ عالم پر بہت گہرا اثر ڈالا تھا۔ پھر یہ نقل مکانیاں، عراق، سوریا اور فلسطین

سے تجاوز کر کے مصر تک جا پہنچیں۔ سامی قبائل نے بلاد النیل تک ترقی کر کے مصر تک اپنا اقتدار پھیلا لیا اور مصری تاریخ میں ان حکمران خاندانوں کا دور آیا جو "ھکسوس" کے نام سے معروف ہیں۔ اسی طرح ظہور اسلام کے بعد جزیرۃ العرب سے عالم قدیم کے تمام اطراف واکناف کی جانب ہونے والی نقل مکانی وہ آخری عظیم سامی لہر ہے جس نے ایشیا، افریقہ اور یورپ کی بہت سی اقوام کے احوال میں تغیر برپا کر دیا اور سیاسی، دینی، اجتماعی اور عمرانی تمام دائرہ ہائے حیات میں انقلاب برپا کر دیا۔ بلکہ آج تک صحرائی علاقوں سے قریب و بعید کے شہروں اور ملکوں کی جانب نقل مکانی کا سلسلہ اپنے تمام تر شدید خطرات اور عظیم نتائج و عواقب کے ہمراہ جاری ہے۔(۱۸)

تاہم اسرائیل ولفنسون اور دیگر ماہرین لغات سامیہ کی رائے میں تمام تر امکانات کے باوجود حتمی طور پہ کہنا ممکن نہیں کہ جزیرہ عرب ہی امم سامیہ کا مہد اصلی ہے۔ البتہ اس بات کی واضح نشاندہی ہوتی ہے کہ سامی اقوام جزیرۃ العرب کی زبانوں اور بولیوں سے کافی متاثر ہوئیں:۔

"على أن هذا كله لا يدل يقيناً على أن الجزيرة العربية كانت هي المهد الاصلي للأمم السامية فانه من المحتمل مع هذا كله أن يكون موطن الأمم السامية الأول في منطقة أخرى غير المناطق السامية المعروفة. وكل ما تدل عليه تلك العلاقة المتينة بين الهجرات السامية و الجزيرة العربية إنما هو تأثر هذه الأمم السامية بلغات الجزيرة العربية." (۱۹)

ترجمہ: تاہم یہ سب یقینی طور پہ اس بات کی دلیل نہیں کہ جزیرۃ العرب ہی امم سامیہ کا مہد اصلی تھا۔ اور ان تمام دلائل و قرائن کے باوجود اس بات کا احتمال ہے کہ امم سامیہ کا وطن اول معروف سامی علاقوں کے علاوہ کسی

اور خطے میں ہو۔ زیادہ سے زیادہ سامی اقوام کی نقل مکانیوں اور جزیرۃ العرب کے مابین مضبوط اور گہرا رشتہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ سامی اقوام جزیرۃ العرب کی زبانوں سے متاثر ہوئیں۔

لغات سامیہ کی تعریف متعین ہو جانے اور امم سامیہ کے موطن اصلی کی تفصیلی بحث کے نتیجے میں مجموعی دلائل کی رو سے جزیرۃ العرب کے وطن اول ہونے کے غالب تر امکان کے بعد یہ سوال بھی انتہائی اہم ہے کہ امم سامیہ کے مابین وہ کون سے خصائص پائے جاتے ہیں جن کی بناء پر انہیں مشترک الاصل یا مماثل زبانیں قرار دیا جا سکتا ہے؟

خصائص اللغات السامية

(سامی زبانوں کی خصوصیات)

لغات سامیہ کی امتیازی علامات و خصائص کے سلسلے میں مختلف علمی مراجع و مصادر کے تفصیلی مطالعہ اور تحقیق و تجزیہ کے نتیجے میں درج ذیل اہم نقاط سامنے آتے ہیں:۔ (۲۰)

۱۔ لغات سامیہ بنیادی طور پر صرف حروف صحیحہ (Consonants) پر انحصار کرتی ہیں اور حروف علت یا اصوات (Vowels) کی جانب ان کا انجذاب بہت کم التفات ہے۔ چنانچہ حروف کے درمیان بالعموم علامات اصوات نہیں پائی جاتیں، جبکہ آریائی زبانوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ البتہ سامی زبانوں میں تفخیم، تضخیم، ترقیق، ابراز الاسنان اور ضغط علی الحلق وغیرہ کے حوالے سے مختلف حروف پائے جاتے ہیں جو آریائی زبانوں کے مقابلے میں بڑی انفرادیت کے حامل ہیں۔

۲۔ کلمات کی غالب تعداد کا اشتقاق سہ حرفی اصل سے ہوتا ہے۔ (بعض صورتوں میں دو حرفی)۔ یہ اصل "فعل" ہے جس کی ابتدا یا آخر میں ایک یا زائد حروف کا اضافہ کرنے سے کلمہ واحدہ سے مختلف صورتیں بن جاتی ہیں جو مختلف معانی کی حامل ہوتی ہیں۔

۳۔ لغات سامیہ میں ادغام کلمہ کا کوئی ایسا اثر نہیں پایا جاتا جس سے دو کلمے مل کر کلمہ واحدہ بن جائیں اور کسی ایسے مرکب معنی کی نشاندہی کریں جو الگ الگ کلموں میں پائے جانے والے معنی پر بھی ہو۔ جیسا کہ غیر سامی زبانوں کا معاملہ ہے۔ عربی زبان میں ظہور اعراب کا یہی سبب ہے۔ نیز بقیہ سامی زبانوں، مثلاً عبرانی، سریانی اور بابلی

وغیرہ، میں بھی اعراب کی باقی ماندہ علامات دیکھی جا سکتی ہیں۔

۴۔ لغات سامیہ میں جنس کی تذکیر و تانیث کا واضح امتیاز موجود ہے اور مذکر و مؤنث کے لئے الگ ضمائر و الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً عربی میں مؤنث بنانے کے لئے عام طور پر مذکر کے آخر میں تائے تانیث کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً "مسلم" سے "مسلمة"، "سید" سے "سیدة" "عالم" سے "عالمة" وغیرہ۔ تاہم بعض مخصوص اسماء بغیر تائے تانیث کے بھی مؤنث شمار کئے جاتے ہیں۔ مثلاً "ارض"، "مصر"، "شمس" وغیرہ۔ نیز بعض الفاظ جو مؤنث کے لئے بولے جاتے ہیں وہ تائے تانیث سے خالی ہوتے ہیں۔ مثلاً "ام"۔

۵۔ سامی زبانوں کی ایک اور اہم خصوصیت صیغہ تثنیہ کا استعمال ہے۔ "دائرۃ المعارف البریطانیہ" کے مطابق سامیہ اصلیہ میں واحد، تثنیہ اور جمع تین صیغے استعمال ہوتے تھے۔ تثنیہ کا صیغہ ابتداءً جسم کے ان اعضاء کے لئے استعمال کیا جاتا تھا جو جوڑا جوڑا ہیں۔ مثلاً عربی میں یدان، اذنان، رجلان وغیرہ۔ نیز عربی کے علاوہ اب بھی عبرانی اور اکادی وغیرہ میں تثنیہ کا صیغہ مستعمل ہے۔

تثنیہ کے علاوہ سامی زبانوں میں جمع کا صیغہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ مثلاً عربی میں جمع سالم و مکسر۔ جمع مکسر اب بھی عربی اور شمالی حبشی میں مستعمل ہے۔ بعض دیگر سامی زبانوں میں بھی اس کی باقی ماندہ علامات ملتی ہیں۔

۶۔ السنہ سامیہ میں اعداد کی تذکیر و تانیث کا فرق بھی موجود ہے۔ جبکہ آریائی اور دیگر زبانوں میں ایسی صورت نہیں پائی جاتی۔ مثلاً عربی میں ثلاثۃ، اربعۃ، خمسۃ، وغیرہ کے مقابل ثلاث، اربع، خمس، وغیرہ۔

نیز ایک منفرد بات یہ ہے کہ مذکر اسماء کے ساتھ بظاہر مؤنث اعداد اور مؤنث کے ساتھ بظاہر مذکر اعداد استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً عبرانی میں "اربعہ احیم" (arba,a ah-im) یعنی چار بھائی اور اربع احیوت (arba ahayot) یعنی چار

ہیں۔ یہی معاملہ عربی کا ہے۔ مثلاً أربعة إخوان (چار بھائی) اور أربع أخوات (چار بہنیں)۔

۷۔ سامی زبانوں کے تفصیلی مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان زبانوں کی مشترکہ یا سامیہ اصلیہ میں ماضی، حال اور مستقبل کے حوالے سے زمانوں کی تقسیم موجود نہ تھی۔ کسی کام کے متعلق اظہار خیال کے لئے دو ہی پیرائے تھے:-

۱۔ مکمل عمل ۲۔ نامکمل

یہ صورتحال بعد کے زمانے میں پیدا ہوئی کہ کام کی تکمیل شدہ حالت "ماضی" قرار پائی اور نامکمل حالت "حال" یا "مستقبل" کی علامت بن گئی۔ تعداد اور تذکیر و تانیث کے اظہار کے لئے بالعموم تکمیل شدہ عمل میں لاحقوں اور نامکمل عمل کے ساتھ سابقوں اور لاحقوں کا اضافہ کیا جاتا تھا۔

مثلاً آج بھی عربی میں ذهب، ذهبتا، ذهبتم (مکمل عمل یا ماضی) تذهب، تذهبان، تذهبون (نامکمل عمل یا مضارع)۔

تاہم اکادی زبان کی مثال اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں مکمل اور نامکمل ہر دو عملوں کے اظہار کے لئے صرف سابقوں کا اضافہ کیا جاتا تھا۔

۸۔ "دائرة المعارف البريطانية" کے بیان کے مطابق سامیہ اصلیہ یعنی امّ سامیہ کی اصل مشترک میں معرفہ بنانے کے لئے غالباً کوئی مقررہ حرف نہ تھا۔ بعد ازاں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مختلف سامی زبانوں میں اس کا اضافہ ہوا۔ مثلاً:-

عبرانی میں "ha" (یا هل)

عربی میں "ال" اور آرامی میں " a " بطور لاحقہ۔

اکادی زبان میں کوئی مقررہ "حرف تعریف" موجود نہیں۔

اسی طرح اشوری، بابلی اور حبشی زبانوں میں مطلقاً کوئی علامت معرفہ نہیں پائی جاتی۔

۹۔ سامی اصلیہ میں "دائرۃ المعارف البریطانیۃ" کے بیان کے مطابق اسم کی تین حالتیں پائی گئی ہیں:۔

(۱) حالت فاعلی یا رفعی۔ (Nominative Case)

(۲) حالت مفعولی یا نصبی (Accusative Case)

(۳) حالت اضافی یا جری (Genitive Case)

جمع کے صیغوں میں بھی یہ مختلف صورتیں (Case endings) تلاش کی جا سکتی ہیں۔ کلاسیکل عربی میں یہ صورتیں اب بھی محفوظ ہیں۔ تاہم دیگر سامی زبانوں میں محض ان کے باقی ماندہ آثار ہی تلاش کیے جا سکتے ہیں۔

۱۰۔ لغات سامیہ میں فعل کی ایک اور اہم خصوصیت ابواب مشتقہ کی تکوین ہے۔ جو اصل معنی کی ترمیم شدہ یا تبدیل شدہ مختلف اشکال کو ظاہر کرتے ہیں۔ عربی میں یہ نظام اپنی کامل شکل میں اب تک موجود ہے۔ یہ ابواب مختلف صورتوں سے وجود میں آتے ہیں۔ مثلاً:۔

(۱) محض صوتی تبدیلی کے ذریعے۔ مثلاً عربی میں قتل (اس نے قتل کیا) سے قاتل (اس نے لڑائی کی)۔

(ب) حرف ثانی کو مکرر لانے سے۔ مثلاً قتل سے قتّل (اس نے خوب اچھی طرح قتل کیا)۔

(ج) چند سابقے لانے سے۔ مثلاً نصر (اس نے مدد کی) سے استنصر (اس نے مدد مانگی) وغیرہ۔

ابواب مشتقہ کی تکوین کے معاملے میں سامی زبانوں میں خاصا تنوع پایا جاتا ہے اور لغات سامیہ کی اصل مشترک کے حوالے سے کوئی ایک بنیادی نمونہ مہیا کرنا ممکن نہیں۔ تاہم اندازے اور وضاحت کے لئے عربی زبان سے مدد لی جا سکتی ہے۔ اگر چہ اسے سامیہ اصلیہ کے عمومی ڈھانچہ کی کامل نمائندہ نہیں سمجھنا چاہئے۔

۱۱۔ سامی زبانیں بالعموم دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہیں۔ مثلاً عربی، عبرانی وغیرہ۔ جبکہ غیر سامی زبانیں، مثلاً آریائی زبانیں (سنسکرت، ہندی وغیرہ) اور رومانوی زبانیں (لاطینی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن، ہسپانوی وغیرہ) بائیں سے دائیں طرف لکھی جاتی ہیں۔

۱۲۔ سامی زبانوں میں بہت سے الفاظ مشترک یا مماثل پائے جاتے ہیں جن سے ان کے باہمی تعلق نیز مشترک الاصل ہونے کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے مثلاً:

❁❁❁

سامی زبانوں کے مشترک ومماثل الفاظ

عربی	اشوری بابلی	عبری	آرامی	لغات جنوب الجزیرۃ والحبشۃ
أبٌ	أبُو	أب	ابا	اب
إبنٌ	بِنُو	eبـن	eبرا	بن
اخٌ	أخُو	أح	eاحا	eاخو
أربَعٌ	أربَعُو	أربع	أربع	اربع
أمٌّ	أمُّو	ام	اما	أم
بِنتٌ	بِنتُو	بَت	بَرتَا	eبنت
جَمَلٌ	جَمَلُو	جَمَل	جَملا	جمل
دَمٌ	دَمُو	دَم	eدمَا	دم
رَاسٌ	eرِشُو	oروش	رِيشَا	راس
سَالَ يَسأَلُ	إِشال	شَال يِشال	eشا ل	سال
سَبعٌ	سِبعُو	eشَبع	شبع	سَبعُو

سَلَمْ: سَلام	شلمُو	شلومe: شلوoم	شلما: شلم	سلم: سلام
سَماءَ	شمُو	شمايم	شمايا	شماى
شَمْشْ	شمشُو	eeشمش	eشمشا	شمس
صَرَخْ	صرخ	صَرَح	oصرخ	صرخ
عَقْرَبْ	عقربُو	عقرب	eعقربا	عقرب
قَرْنْ	قرنُو	eeقرن	قرنا	قرن
كَلْبْ	كلبُو	eeكلب	كلبا	كلب
كَوْكَبْ	كاكبُو	oكوكب	كوكبا	كوكب
مَاءْ	مُو	مايم	مايا	ماى
مَوْتْ	مُوتُو	موeت	موتا	oموت
وَرَقْ	ورقُو	eeيرق يرق	يرقا	ورق (الذهب)
وَلَدْ يَلَدْ	وَلَد	eeيلد يلد	eإيلد eيلد	eولديلد
يَدْ	إدُو	يد	إيدا	أد
يَوْمْ	أمُو	oيوم	يوما	oيوم (٢١)

" السنہ سامیہ "
کی جغرافیائی تقسیم

جغرافیائی لحاظ سے السنہ سامیہ تین منطقوں میں منقسم ہیں:۔

"شرقية : و فيها اللغة البابلة الأشورية،

وغربية: تشمل على الكنعانية و العبرية و الآ رامية،

وجنوبية : وفيها اللهجات العربية في جميع بلدان

الجزيرة العربية و اللهجات الحبشية. (۴۲)

ترجمہ: مشرقی منطقہ جس میں بابلی اشوری زبان ہے۔
اور مغربی منطقہ جس میں کنعانی، عبرانی اور آرامی زبانیں شامل ہیں۔
نیز جنوبی منطقہ: جس میں جزیرۃ العرب کے تمام علاقوں کے عربی لہجات
اور حبش کی بولیاں شامل ہیں۔

تاہم بعض مستشرقین نے منطقہ شرقیہ وغربیہ کو ایک ہی منطقہ کبری قرار دیتے ہوئے اس کی زبانوں کو " الکتلة الشمالية" یا "شمالی گروپ" کا نام دیا ہے، اور اس کے بالمقابل منطقہ ثالثہ کے لہجات کو "الکتلة الجنوبية" یا "جنوبی گروپ" کا نام دیا ہے۔ (۴۳)

ان لغات سامیہ کے علاوہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ماضی میں کئی اور سامی زبانیں بھی تھیں جو مفقود ہو گئیں اور ان کے تمام آثار عصور تاریخیہ سے پہلے اور بعد ضائع

ہو گئے۔ اس سلسلے میں اسرائیل ولفنسون کا کہنا ہے:-

"هناک من العلماء من یعتقد أن اللغات السامیة کانت فی الأزمان الغابرة منتشرة فی بلاد یشهد العلم الآن أنها من مواطن الأقوام الآریة. فقد قیل ان آسیا الصغری و بعض مناطق بلقان و بعض جزر البحر الأبیض المتوسط کانت فی بادیٔ أمرها ماهولة بأرهاط سامیة."(۲۳)

ترجمہ: بعض اہل علم ایسے بھی ہیں جن کی رائے کے مطابق لغات سامیہ گزشتہ زمانوں میں ان ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں جن کے بارے میں اب اس بات کی علمی گواہی موجود ہے کہ وہ آریائی اقوام کے اوطان میں سے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایشیائے کوچک، بعض بلقانی علاقے اور بحر ابیض متوسط کے بعض جزیرے ابتدا میں سامی گروہوں سے آباد تھے۔

عربی زبان کی سامی حیثیت

لغات سامیہ کی تعریف و تعین اور اقوام سامیہ کے مولد اصلی کی تفصیلی بحث نیز سامی زبانوں کے خصائص و ممیزات کی تحقیق کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان زبانوں میں سے کون سی زبان اب تک مسلسل زندہ اور سامی تحقیقات کے لئے اہم ترین وسیلہ ہے۔ اس سلسلے میں مشہور مستشرق ایچ۔ اے۔ آر گب کا درج ذیل بیان بڑا اہم اور تحقیقی ہے جس میں انہوں نے عربی زبان کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ نیز عصر جدید میں عبرانی زبان کے احیاء کی کوششوں کی جانب بھی اشارہ کیا ہے:-

> "The ancient languagues of South Asia, of which Arabic is the youngest, and except for some small remanants and the modern revival of Hebrew, the only living representative, from a well-defined and independent family, known as the Semitic language group. They are all closely interrelated and present such remarkable affinities in vocabulary and structure that they evidently posses a common origin"(25)

یہ بیان لغات سامیہ کے مابین عربی زبان کی منفرد حیثیت اور خصوصی لغوی اہمیت کے سلسلے میں بڑا اہم اور بطور مثال کفایت کرتا ہے۔ عربی زبان کے علاوہ فلسطین پر یہودیوں کے قبضہ اور "اسرائیل" کے قیام کے بعد عبرانی زبان کو بھی سرکاری، قومی اور تعلیمی زبان کی حیثیت سے ایک زندہ زبان کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ مگر عبرانی صدیوں تک مردہ زبان رہی ہے اور زوال و انحطاط کے طویل و متفرق ادوار سے گزری ہے۔ اگر یہ تورات کی زبان نہ ہوتی تو شاید اس کا بچا کھچا وجود بھی مٹ چکا ہوتا۔ تاہم عربی کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے زوال و انحطاط کے ادوار کے باوجود مسلسل ایک زندہ زبان کی حیثیت سے جو علمی، دینی، ثقافتی، لغوی، قومی اور عالمی حیثیت حاصل ہے، کیفیت و کمیت ہر دو لحاظ سے اس کا عشر عشیر بھی کسی دوسری سامی زبان کے حصے میں نہیں آیا اور یہی صورتحال عربی رسم الخط کے فروغ کی بھی ہے۔ اس سلسلے میں "دائرۃ المعارف البریطانیہ" کا بیان بڑا واضح اور جامع ہے:-

"Arabic Language, one of the Semitic languages (q.v) is spoken (1960 s) by 100,000,000 people in a large area including the Arabian Peninsula, the Fertile Cresent and North Africa. In addition, as the language of the Koran and prayers of Islam, it is important as a religious language throughout the Muslim World, and it has served as the vehicle of a vast literature (see Arabic Literature) extending from before the time of

Mohammad up to the present day. It is customarily written in its own distinctive alphabet (q.v) which has also spread with islam and is used for writing several other languages of the Islamic world. Thus in terms of the number of speakers and extent of its influence, Arabic is by for the most important Semitic language today and must be regarded as one of the important world-languages."(26)

لغات سامیہ میں عربی زبان کے اس منفرد و جامع مقام کے اثبات کے بعد یہ رائے بھی بڑی وزنی ہے کہ عربی زبان اصل سامی زبانوں کے انتہائی قدیم عناصر پر مشتمل ہے اور اس لحاظ سے بھی سامی زبانوں کی مؤثر اور اہم ترین نمائندہ زبان ہے۔

"ومن مميزات اللغة العربية، كما نوهنا بذلك في الباب الأول، انها تشمل على عناصر قديمة جداً من اللغات السامية الأصلية. و هذا يدل على أن اللغة العربية كانت موجودة في مهد اللغات السامية أو في ناحية قريبة منه أو ان العناصر التي نزحت إلى بلاد العرب كانت من أقدم الأمم السامية."(۲۷)

ترجمہ: عربی زبان کی خصوصیات میں سے جیسا کہ ہم نے باب اول میں واضح کیا، ایک یہ ہے کہ وہ اصل سامی زبانوں کے انتہائی قدیم

عناصر پر مشتمل ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عربی زبان سامی زبانوں کے وطن اصلی میں یا اس سے قریب کے کسی علاقے میں موجود تھی یا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عناصر جو بلاد عرب کی جانب آئے، قدیم ترین سامی اقوام میں سے تھے۔

عربی لسان کی معیاری اور مشترک صورت وہی ہے جسے "اللغة العربية الفصحى" یا "اللسان العربي المبين" کہا جاتا ہے اور جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔

"وإنه لتنزيل رب العلمين. نزل به الروح الأمين. على قلبك لتكون من المنذرين. بلسان عربي مبين." (۲۸)

ترجمہ: اور بے شک یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے جسے روح امین نے آپ کے قلب پر صاف فصیح عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔

یہ علمی و ادبی لسان مشترک قبل از اسلام عصر جاہلی میں اپنے مراحل ارتقاء و تکمیل سے گزر چکی تھی۔ یہ اور نزول قرآن نے اس کی عظمت و اہمیت کو اوج کمال تک پہنچا دیا۔ بقول ڈاکٹر ابراہیم أنیس:-

لما جاء الإسلام كانت اللغة العربية مزدهرة مكتملة النمو تنظم كل أنحاء شبه الجزيرة العربية وتصطنع في آداب يعتز بها أهلها ويتنافسون في اتقانها و إجادتها." (۲۹)

ترجمہ: جب اسلام آیا تو عربی زبان روشن و منور تھی اور اس کا ارتقاء مکمل ہو چکا تھا۔ یہ زبان جزیرہ نمائے عرب کے تمام اطراف و جوانب کی تنظیم کا باعث تھی۔ اور ایسے علوم کی صانع تھی جو اپنے حاملین کے لئے باعث عزت و شرف تھے۔ اور اس میں مہارت و عمدگی پیدا کرنے کے لئے وہ لوگ آپس میں مقابلہ کرتے تھے۔

یہ فصیح ادبی زبان شعر و خطابت اور اسواق و مواسم وغیرہ میں بھی اساسی اہمیت کی حامل تھی۔ اور عربوں کے مابین لسان مشترک کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس پر انہیں اجتماعی لحاظ سے بڑا ناز تھا۔ اسی لسان فصیح میں قرآن نازل ہوا اور اس زبان کو حیات ابدیہ عطا کرنے کا باعث بنا۔

"وكانت هذه اللغة الأدبية بمثابة لغة مشتركة بين العرب جميعاً يتخذونها أداة التعبير عن آدابهم، و يعتزون بها كل الإعتزاز. و لهذا نزل القرآن الكريم بها. فلم تكن لغة قريش وحدها أو لغة مكة وحدها، بل كانت اللغة المشتركة للعرب جميعاً، غير أن نزول القرآن بها قد زادها ازدهاراً فوق ازدهار و ثبت أركانها و دعائمها." (۳۰)

ترجمہ: یہ ادبی زبان تمام عربوں کے مابین لسان مشترک کی مانند تھی۔ جسے وہ اپنے علوم و آداب کے اظہار کا ذریعہ بناتے تھے۔ اسی بناء پر قرآن کریم اس زبان میں نازل ہوا۔ پس وہ محض قریش یا صرف مکہ کی زبان نہ تھی بلکہ اس کی حیثیت تمام عربوں کے لئے لسان مشترک کی تھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس فصیح زبان میں نزول قرآن

نے اسے بے مثال رونق و عظمت بخشی اور اس کے ستون اور بنیادیں پختگی سے استوار کردیں۔

"لغة القرآن" یا "اللغة الفصحی" کے ساتھ ساتھ اس جانب اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ مختلف لہجات عربوں میں ہر دور میں موجود رہے ہیں اور لغات سامیہ کے مجموعی مطالعہ نیز عربی زبان کے تاریخی و عمومی مطالعہ کے سلسلے میں ان کا علمی جائزہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ بقول ڈاکٹر علم الدین الجندی:-

"دراسة اللهجات مبحث جديد من مباحث علم اللغة العام. و هي الخطوة الأولى التي تسبق غيرها إذ ان دراسة لغة دراسة تاريخية لايتم إلابعد الإنتهاء من بحث لهجاتها."(۳۱)

ترجمہ: لہجوں اور بولیوں کا مطالعہ علم لسان کے عمومی مباحث میں سے ایک جدید تحقیقی پہلو ہے۔ اور اسے پہلے قدم کے طور پر بقیہ پہلوؤں پر سبقت حاصل ہے۔ کیونکہ کسی زبان کا تاریخی مطالعہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے لہجوں اور بولیوں کے بارے میں تحقیق مکمل نہ کر لی جائے۔

کسی تفصیلی اور مستقل بالذات بحث میں پڑے بغیر غلط فہمی کے ازالہ کے لئے بطور اشارہ اتنا کہنا ناگزیر ہے کہ مختلف قومی و مقامی لہجے اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود مطالعہ السنہ سامیہ و لسان عربی ہر دو حوالوں سے ثانوی حیثیت کے حامل ہیں۔ اساسی و دائمی اہمیت صرف "اللغة الفصحی" کو حاصل ہے۔ اس سلسلے میں دکتور حسنی محمود نے اپنے مقالہ "اللهجات العامية : لماذا ؟ و الی أين ؟" مطبوعہ "اللسان العربی" میں

بڑی متوازن رائے دی ہے:۔

"و واقع اللهجات العامية و طبيعتها حقيقة لا نستطيع أن نفر منها. و إنما يجب أن نواجهها في شجاعة، و أن نفكر كيف تقرب بينها مادام أهلوها جميعاً ينطقون لغة واحدة هي اللغة الفصحى التي انشعبت عنها و تفرعت هذه اللهجات". (۳۲)

ترجمہ: عوامی بولیوں کا عملی وجود اور ان کی نوعیت وطبیعت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے فرار ہمارے لئے ممکن نہیں، بلکہ لازم ہے کہ ہم ان کا جرأت کے ساتھ سامنا کریں اور اس بات پر غور کرتے رہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے قریب تر کس طرح لایا جا سکتا ہے۔ یہ اس وقت تک ناگزیر رہے گا۔ جب تک ان لہجوں اور بولیوں کے بولنے والے تمام لوگ ایک مشترکہ فصیح زبان استعمال کرتے رہیں گے، وہ فصیح زبان جس میں سے یہ بولیاں نکل کر مختلف شاخوں میں تقسیم ہوئی ہیں۔

خلاصہ بحث

سامی زبانوں کے تحقیقی مطالعہ سے درج ذیل نقاط سامنے آتے ہیں:۔

۱۔ لغات سامیہ وہ زبانیں ہیں جو ایشیا و افریقہ کے مختلف علاقوں میں مقیم سام بن نوح کی اولاد بولتی تھی، خواہ وہ زبانیں اب مردہ ہو چکی ہیں یا ابھی تک زندہ زبانوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان زبانوں میں بابلی، اشوری، فینیقی، اکادی، عبرانی، سریانی، حبشی اور عربی وغیرہ شامل ہیں۔ ان زبانوں کو "لغات سامیہ" کا نام جرمن مورخ اے۔ ایل شلوذر نے ۱۷۸۱ء میں اس وقت دیا جب وہ گزشتہ اقوام کے سلسلے میں ابحاث و تحقیقات کر رہے تھے۔

۲۔ لغات سامیہ کے مابین پائے جانے والے گہرے تعلق اور مشابہت کو سب سے پہلے قرون وسطیٰ میں اندلس کے یہودی علماء نے محسوس کیا۔ اور پھر عصر جدید میں مستشرقین نے اس حقیقت کو علمی اور مدلل انداز میں ثابت کر دیا۔

۳۔ لغات سامیہ کی بنیاد "سامیہ اصلیہ" ہے جو ایک متحدہ زبان یا مجموعہ لہجات کی حیثیت سے تمام امم سامیہ کے مہد اصلی یا وطن اول میں بولی جاتی تھی۔ پھر اس وطن اصلی سے مختلف وجوہات کی بناء پر سامی گروہ نکل کر دیگر علاقوں میں منتشر ہو گئے۔ اس مہد اصلی کا واضح اور یقینی تعین انتہائی مشکل کام ہے۔ جزیرۃ العرب، عراق، کردستان، شام، فلسطین، حبشہ، مصر اور شمالی افریقہ وغیرہ میں ان زبانوں کے بولنے والے مختلف اوقات میں پھیلے اور امم سامیہ کے وطن اول کے سلسلے میں ایشیا و افریقہ کے مختلف علاقے زیر بحث آتے رہے ہیں۔ تاہم یہودی، مسیحی اور مسلم علماء و مستشرقین کی واضح تعداد دلائل کے ساتھ اس بات کی تائید کرتی ہے کہ جزیرۃ العرب ہی کے وطن اول ہونے کا غالب تر امکان ہے۔

۴۔ مہد اصلی سے رابطہ منقطع ہو جانے، مقامی ماحول کے اثرات اور مرورِ زمانہ جیسے اسباب کی بناء پر مختلف علاقوں میں منتشر اُمم سامیہ کی زبانیں مختلف اور مستقل بالذات ہو گئیں۔ تاہم ان کے مابین اب تک گہری مشابہت اور مشترک خصوصیات موجود ہیں جو ان کی اصلِ مشترک کی واضح نشاندہی کرتی ہیں۔"

۵۔ عربی اور عبرانی زبان لغاتِ سامیہ میں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں اور اب تک زندہ زبانیں ہیں۔ تاہم اہلِ علم و تحقیق کی رائے میں عربی وہ اہم ترین سامی زبان ہے جو اپنے عناصر لغویہ کے لحاظ سے سامیہ اصلیہ سے قریب تر اور اس کی جامع تر مکمل نمائندہ ہے نیز سامی تحقیقات کے لئے اہم ترین وسیلہ ہے۔ عبرانی تورات مقدس کی زبان ہونے کے باوجود عوامی سطح پر صدیوں تک مردہ زبان رہی ہے اور اب ایک محدود علاقے میں اسے انتھک اور مسلسل جدوجہد کے ذریعے زندگی بخشی گئی ہے۔ تاہم عربی وہ واحد سامی زبان ہے جو گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے زوال و انحطاط کے تمام تر ادوار کے باوجود مسلسل زندہ رہی ہے اور علمی، دینی، ثقافتی، مقامی، قومی، عالمی اور دیگر حوالوں سے دنیا کی اہم ترین زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔

۶۔ عربی زبان کی بقاء و حفاظت، مختلف لہجات کو باہم قریب تر لانے اور متحد کرنے نیز عربی کی ہمہ جہتی و عالمگیر توسیع میں قرآن و اسلام نے بنیادی اور فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ اس اہم ترین سامی زبان کی اعلیٰ ترین اور مستقل معیاری شکل وہ "اللغۃ الفصحیٰ" یا "لسان عربی مبین" ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ اور جو نزولِ قرآن سے پہلے شعر و ادب کی لسانِ مشترک تھی۔ تاہم عربی زبان کی قومی اور مقامی بولیاں یعنی لہجات عامیہ بھی ہر دور میں موجود رہے ہیں اور لغوی تحقیقات کے لئے ان کی تاریخی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ اگرچہ "اللغۃ الفصحیٰ" کے مقابلے میں ان کی حیثیت انتہائی ثانوی ہے کیونکہ وہی ان سب کی اساس و بنیاد ہے۔ نیز ان مختلف لہجات کو باہم اور "اللغۃ الفصحیٰ" سے قریب تر لانے کا عمل صدیوں سے جاری ہے۔ اور

عصر جدید میں "اللغۃ الفصحی" کے عالمی، قومی، تعلیمی، علمی، ثقافتی اور دینی سطح پر وسیع تر فروغ نے لہجات عامیہ کی اہمیت مزید کم کر دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عصر جدید کی علمی تحقیقات نے لغات سامیہ کے حوالے سے عربی زبان کی اساسی اور بنیادی اہمیت واضح تر کر دی ہے۔

حواشی باب اوّل

۱- دکتور إسرائيل ولفنسون: تاريخ اللغات السامية، القاهرة، مطبعة الإعتماد، ۱۹۲۹م / ۱۳۳۸ھ، ص ۲۔

2 - Encyclopedia Britanica, Vol.20, P. 208 (Semetic Languages)

۳- جرجی زیدان: تاريخ آداب اللغة العربية، بيروت، دار مكتبة الحياة، ۱۹٦۷م، ج ۱ ص ۳۷۔

(۴، ۵)۔ أحمد حسن الزيات: تاريخ الأدب العربي، القاهرة، مطبعة الرسالة، ۱۹۵۵م، ص ۱۳۔

۶ - إسرائيل ولفنسون: تاريخ اللغات السامية، ص۳۔

7 - Philip.K Hitti: History of the Arabs London,

Macmillan & Company Limited, 1956, P.90

8 - Encyclopedia Britanica, Volume 20, P. 208.

۹ - إسرائيل ولفنسون: تاريخ اللغات السامية، ص ۳۔

10 - R. A. Nichloson : A Literary History of the Arabs P.xv.

11 - Philip.K Hitti: History of the Arabs, P. 10.

12 - Philip.K Hitti: History of the Arabs, P.10.

١٣ - إسرائيل و لفنسون : تاريخ اللغات السامية، ص ٣.

(Ref. Th. Noeldeke : Sem Sprachen, P.12)

١٤ - إسرائيل و لفنسون : تاريخ اللغات السامية، ص ٣.

١٥ - إسرائيل و لفنسون : تاريخ اللغات السامية، ص ٣.

(Ref. Th. Noeldeke : Sem. Sprachen, P.12)

١٦ - إسرائيل و لفنسون: تاريخ اللغات السامية ص ٥ .

(Ref. Th. Noeldeke : Sem. Sprachen, P.14)

١٧ - إسرائيل و لفنسون : تاريخ اللغات السامية ص ٥ .

١٨ - راجع إسرائيل و لفنسون : تاريخ اللغات السامية، ص ٥ – ٦.

١٩ - إسرائيل و لفنسون : تاريخ اللغات السامية، ص ١٩٥ - ١٩٦.

٢٠- راجع للتفصيل إسرائيل ولفنسون : تاريخ اللغات السامية، ص ١٣-١٧،

& See "Encyclopedia Britanica", V.20,P. 208.

٢١- إسرائيل ولفنسون: تاريخ اللغات السامية، ص ٢٨٣ - ٢٩٣ بعد،

"قاموس اللغات السامية":-

(ө) للدلالة على الفتحة الممالة التي تماثل بالعبرية حركتي "الصيرى والسجول" وبالسريانية تماثل حركة "الربوصو"

و (ο) للدلالة على حركة الفتحة المفتوحة التي تماثل بالعبرية حركة " العولم" (ص ٢٨٢).

٢٢- إسرائيل ولفنسون : تاريخ اللغات السامية، ص ٢٠

٢٣- إسرائيل ولفنسون : تاريخ اللغات السامية، ص ٢٠

٢٣- إسرائيل ولفنسون : تاريخ اللغات السامية، ص ٢١

25 - H.A.R. Gibb : Arabic Literature, P. 6-

26 - Encyclopedia Britanica, Vol.1, P. 182,
(Arabic Language).

٢٧ - إسرائيل ولفنسون : تاريخ اللغات السامية، ص ١٩٨ .

٢٨ - القرآن (الشعراء : ١٩٢ - ١٩٥).

٢٩ - دكتور إبراهيم أنيس : اللغة بين القومية والعالمية، ص ٢٧٥.

٣٠- إبراهيم أنيس اللغة بين القومية والعالمية، مصر، دار المعارف، ١٩٧٠م، ص ٢٧٦.

٣١ - دكتور أحمد علم الدين الجندى - اللهجات العربية في التراث، ليبيا / تونس: الدار العربية للكتاب ١٣٩٨هـ / ١٩٧٨م، ج ١، ص ٩.

٣٢- مجلة "اللسان العربي" الرباط، عدد ٢٠، ١٤٠٣هـ / ١٩٨٣م، ص ٣٠، مقال الدكتور حسني محمود (اللهجات العامية - لماذا ؟ وإلى أين؟) الدار البيضاء : مطبعة النجاح الجديدة (المنظمة العربية للتربية والثقافة والعلوم) مكتب تنسيق التعريب.

❁❁❁

باب دوم

لغــة الإســلام

(اسلام کی زبان)

لغۃ الإسلام
(اسلام کی زبان)

عربی زبان بعثت نبویہ سے پہلے جزیرۃ العرب اور یمن کی عظیم وقدیم زبان کی حیثیت سے اپنی فصیح ترین اور ترقی یافتہ شکل میں موجود تھی۔ اس فصاحت لسانی کی بہترین نمائندگی عصر جاہلی کی شاعری کرتی ہے۔ امرؤ القیس، زہیر بن ابی سلمی، لبید بن ربیعہ، عمرو بن کلثوم اور دیگر جاہلی شعراء کے معلقات کو گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال میں ہر زمان ومکان کے عربی دان اہل دین وادب نے درجہ اول کا کلام عرب قرار دیا ہے اور جاہلی شاعری کی منفرد عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ مشہور مستشرق ایچ اے آر گب لکھتے ہیں :

"The most striking feature in Arabic literature is its unexpectedness. Over and over again, with scarely a hint to give warning of what is coming, a new literary art emerges fully-fledged, often with a perfection never equalled by later exponents of the same art. Nowhere is this element of surprise more striking than in the first appearance of Arabic as a vehicle of liteature. At one moment Arabia seems, in a literary sense, empty

and dumb execpt for some votive or busniess-like inscriptions in a variety of dialects. At the next, companies of poets spring up all over northern Arabia, reciting complex odes, in which a series of themes are elaborated with unsurpassed vigour, vividness of imagination, and precsion of imagery, in an infinitely rich and highly articulated language, showing little or no traces of dialtect, and cast into complex and flexible metrical schemes that ryhme throughout the poem."(1)

آمد اسلام کے بعد عربی یمن وحجاز وغیرہ سے نکل کر ایشیا، افریقہ اور یورپ کے بہت سے ممالک میں نہ صرف علمی و دینی زبان کی حیثیت اختیار کر گئی، بلکہ لاکھوں مربع میل پر مشتمل ممالک میں قومی و مادری زبان کی حیثیت سے بھی غالب آ گئی۔ اس سلسلے میں مصر واندلس کے نام بطور مثال کفایت کرتے ہیں۔ عصر نبوی وعصر خلفاء راشدینؓ سے عصر اموی وعباسی تک تقریباً سات سو سالہ دور عربی زبان کے بے پناہ فروغ اور غلبہ کا دور ہے جس میں عربی دینی حیثیت کے علاوہ دنیا کی اہم ترین علمی، بین الاقوامی اور سرکاری زبان کی حیثیت سے بیک وقت ایشیا، افریقہ اور یورپ کے تین براعظموں میں رائج وفروغ پذیر رہی۔ اور علوم وفنون کا عظیم الشان ذخیرہ جمع وتدوین، تصنیف وتالیف اور ترجمہ وتحقیق کے ذریعے عربی زبان میں تحریر شدہ لاکھوں کتابوں کی صورت میں وجود میں آیا۔

۶۵۶ھ میں سقوط بغداد کے بعد عربی زبان صدیوں تک دنیاوی مقام کے لحاظ سے زوال پذیر رہی۔ مگر علوم دینیہ کی زبان ہونے کی بناء پر عربی دان ممالک کے علاوہ بھی پورے عالم اسلام میں بنیادی اہمیت کی حامل رہی۔ اور اس دور زوال میں بھی افریقہ و اندلس، فارس و ترکستان، برصغیر و جنوب مشرقی ایشیا اور دیگر مسلم علاقوں میں درس و تدریس، علوم و فنون اور رابطہ عالم اسلامی کی زبان کی حیثیت سے فروغ پذیر رہی۔ حتیٰ کہ انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں عرب ممالک میں عربی زبان و ادب کے احیاء کی تحریک نے فروغ پایا اور وہ عصر جدید کی دو صدیوں پر محیط (۱۷۹۸ـ ۱۹۹۸ء) ارتقائی مراحل و منازل طے کرتی ہوئی بیسویں صدی کے اختتام تک آن پہنچی اور پھر اکیسویں صدی میں داخل ہو گئی۔

عصر جدید میں عربی زبان کی وسعت و اہمیت کے دلائل و مشاہدات بڑے واضح ہیں اور دینی حیثیت کے ساتھ ساتھ علمی و ادبی، سرکاری و قومی اور بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے بھی عربی صف اول کی زبان شمار ہونے لگی ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے نقاط اور پہلو اہم ہیں جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے عصر حاضر میں عربی کا صحیح مقام متعین کیا جا سکتا ہے۔ اس باب میں عربی بحیثیت "لسان اسلام" کے حوالے سے مختلف نقاط درج کیے جا رہے ہیں:۔

١ – لغة القرآن الكريم
(قرآن کریم کی زبان)

قرآن مجید جو ہر زمان ومکان میں اسلام کا مرکز ومحور اور اساس اوّل ہے عربی زبان میں ہے۔ خود قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:-

"إنا أنزلناه قرآناً عربياً" (٢)

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے عربی قرآن کی صورت میں نازل کیا۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن عربی کی بذات خود حفاظت کا یوں اعلان فرمایا:-

"إنا نحن نزلنا الذكر و إناله لحفظون" (٣)

ترجمہ: بے شک ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے
اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرآن مجید فصیح وبلیغ عربی زبان یا "اللغة العربية الفصحى" میں نازل کیا گیا جس کا رب العالمین نے یوں ذکر فرمایا:-

"و إنه لتنزيل رب العلمين نزل به الروح الأمين
على قلبك لتكون من المنذرين. بلسان عربي
مبين." (٤)

ترجمہ: اور بے شک یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔
جسے روح امین نے آپ کے قلب پر صاف عربی زبان

میں اتارا ہے۔ تاکہ آپ ڈرانے والوں میں شمار ہوں۔

پس قرآن مجید اور فصیح عربی زبان لازم وملزوم ہیں اور دونوں تا قیامت باقی و محفوظ رہیں گے۔ کیونکہ ان کی بقاء و حفاظت کی ضمانت خود خالق کائنات نے علی الاعلان دی ہے۔ آج بھی دنیا کے تمام براعظموں میں پھیلے ہوئے ایک ارب سے زائد مسلمان ایشیا، افریقہ، یورپ، امریکہ، آسٹریلیا ہر جگہ عربی زبان میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور تمام مقامات پر قرآن کے نسخے بلا کسی ادنی فرق کے یکساں ہیں۔ قرآن مجید ہی کی خاطر ہر جگہ مسلمان عربی زبان سیکھتے ہیں کیونکہ تلاوت وفہم قرآن اور انفرادی واجتماعی زندگی کے تمام دائروں میں احکام قرآن پر کما حقہ عمل کے لئے عربی زبان کا سیکھنا ناگزیر ہے۔

نزول قرآن نے عربی زبان کے مختلف لہجوں اور بولیوں کے اعلی اوصاف اور ''شعر جاہلی'' کی زبان کو متحد کر کے ایک مشترکہ فصیح قرآنی زبان کی صورت میں ڈھال دیا۔ اور عربی کو اعلی ترین معیاری صورت میں عالمگیر زبان بنادیا۔ ورنہ مختلف عرب لہجوں اور بولیوں کا اختلاف عربی زبان کے ضعف کا باعث بن سکتا تھا۔ پس یہ علمی، تاریخی لحاظ سے ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ عربی زبان صرف قرآن مجید کی بدولت متحد و مروج ومحفوظ رہی ہے۔ اس کے بارے میں معروف یہودی دانشور ڈاکٹر اسرائیل ولفنسون (ابو ذویب) جو جامعہ مصریہ میں سامی زبانوں کے استاد تھے، اپنی عربی تصنیف میں لکھتے ہیں:۔

"و أثر القرآن أثره الشديد في جميع اللهجات العربية في جميع أنحاء الجزيرة. فقد بدأت تتبلبل و تضطرب و تنجذب بقوة الى لغة القرآن حتى اندمجت كلها في لهجته التي هي لهجة الحجاز كما كان ينطقها خاصة أهل مكة." (۵)

ترجمہ: قرآن نے جزیرۃ العرب کے تمام اطراف و جوانب میں عربی

زبان کی سب بولیوں پر گہرے اثرات ڈالے۔ چنانچہ وہ متزلزل ہونا شروع ہو گئیں اور بڑی قوت کے ساتھ قرآن کی زبان میں جذب ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ وہ تمام بولیاں اس کی زبان میں تحلیل ہو گئیں جو کہ حجاز کا وہ لب ولہجہ ہے جس میں بالخصوص اہل مکہ بات چیت کرتے تھے۔

قرآن مجید نے عربوں کو جو متحد وہ معیاری فصیح و بلیغ زبان عطا کی، اس کی مستقل دینی و لغوی اہمیت کے بارے میں اسرائیل ولفنسون یوں رقمطراز ہیں:۔

"وقد ظل القرآن منذ ذلک الحین إلی الآن و هو الینبوع الفیاض الذی یرتوی منه علماء الدین و اللغة جمیعاً، و المنار المضئ الذی یهتدون بنوره إلی محجة الصواب کلما أظلم علیهم النحو أو أشکل علیهم الأمر فی أی فرع من هذین الفرعین."(٦)

ترجمہ: اس وقت سے دور حاضر تک قرآن ایک ایسے چشمہ جاریہ کی حیثیت سے موجود ہے جس سے علمائے دین و لسان سب سیراب ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک ایسا روشن مینار ہے جس سے وہ صحیح راستہ کی جانب ہدایت پاتے ہیں، جب بھی ان کے لئے فضا تاریک ہو جاتی ہے یا ان دونوں شعبوں میں سے کسی ایک شعبے میں انہیں کوئی مشکل معاملہ درپیش ہوتا ہے۔

☆☆☆

خلاصہ کلام

مذکورہ بالا مباحث کا خلاصہ و نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی بدولت عربی کے کثیر التعداد لہجے اور بولیاں بولنے والوں نے فصیح قرآنی عربی کو مستقل معیاری زبان کے طور پر اپنا لیا۔ اس کی بدولت عربی چودہ سو سال سے بدترین حالات میں بھی محفوظ رہی اور قرآن مجید ہر زمان و مکان کے مسلمانوں کی طرح عصر حاضر کے ایک ارب سے زائد مسلمانان عالم کے لئے بھی اساس و مرکز کی حیثیت رکھتا ہے جس کی خاطر وہ عربی زبان سیکھتے ہیں۔

❁❁❁

۲ – لغة الحديث النبوی
(حدیث نبوی کی زبان)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان، فصیح و بلیغ عربی زبان تھی۔ لہذا احادیث وسنن کا تمام تر ذخیرہ جو کتب احادیث کی صورت میں مجتمع ومحفوظ ہے، عربی زبان میں ہے۔ موطا امام مالک، مسند احمد بن حنبل، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور دیگر تمام مجموعہ ہائے احادیث نبویہ عربی زبان میں ہیں۔ چنانچہ ہر دور کے مسلمانوں کی طرح عصر حاضر کے مسلمانوں کے لئے بھی ناگزیر ہے کہ وہ کتب حدیث کے مطالعہ اور ان سے براہ راست استفادہ کے لئے عربی زبان سیکھیں۔

سنت نبویہ کی اہمیت و ضرورت کے بارے میں خود قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:۔

"وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا"(۷)

ترجمہ: اور جو کچھ پیغمبر تمہیں عطا کرے بس اسے تھام لو اور جس سے وہ روک دے تو اس سے باز رہو۔

اتباع رسولؐ کے واجب و لازم ہونے کے بارے میں یہ بھی فرمایا:۔

"قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله"(۸)

ترجمہ: کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

نیز ارشاد ربانی ہے:۔

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (۹)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں اسوہ حسنہ ہے۔

خود جناب رسالت مآبؐ نے کتاب و سنت کی اہمیت یوں واضح فرمائی:۔

"ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما

کتاب اللہ و سنۃ رسولہ"۔(۱۰)

ترجمہ: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے، ہرگز گمراہ نہ ہو پاؤ گے۔ وہ ہیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

پس سنت نبویہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ واجب الاتباع ہے اور احادیث وسنن کے عظیم الشان ذخیرہ کے براہ راست مطالعہ اور اس سے استفادہ کے لئے عربی زبان سیکھنا ناگزیر ہے۔ اس سلسلے میں لغوی نقطہ نظر سے یہ بات بھی اہل علم سے مخفی نہیں کہ جس طرح قرآن مجید نے عربوں کو ایک فصیح و بلیغ مشترکہ زبان عطا کی، اسی نہج پر عربوں کی تمام تر فصاحت و بلاغت کو کلام نبوی نے یکجا کر دیا۔ اور قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی کی صورت میں عربی زبان اپنی فصیح ترین شکل میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عربوں کے مختلف لہجوں اور بولیوں کا وسیع علم رکھتے تھے اور آپ کی زبان فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ جس کے اتباع کی خاطر عربوں نے اپنی مقامی بولیوں اور لہجوں کو ترک کر دیا اور ہر قبیلہ و علاقہ سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، تبع تابعینؒ نیز بعد ازاں بھی ہر زمان و مکان کے اہل علم و ادب نے لسان و اسلوب نبوی کی پیروی کی حتی الوسع کوشش کی ہے۔

اہم ترین مجموعہ ہائے احادیث نبویہ

پہلی سے تیسری صدی ہجری تک جمع و تدوین حدیث کا جو عظیم سلسلہ جاری رہا اس کے نتیجے میں درج ذیل مجموعہ ہائے احادیث و سنن کو پورے عالم اسلام میں قبول عام اور کتب اساسیہ کی حیثیت حاصل ہوئی اور امت کے نوے فیصد سے زائد افراد پر مشتمل سنت رسولؐ و جماعت صحابہؓ سے وابستہ "اہل سنت والجماعت" کے تمام فقہی مسالک (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث وغیرہ) میں یکساں اور متفقہ طور پر ان کتب حدیث کو بطور مجموعی مصادر حدیث وسنت کے طور پر بنیادی اہمیت اور شرعی حیثیت حاصل ہوگئی۔

۱- الموطا (موطا إمام مالک):

تالیف امام دارالہجرۃ مالک بن انس (م ۱۷۹ھ)۔

۲- المسند (مسند أحمد):

تالیف امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)۔

۳- الجامع الصحیح (صحیح مسلم):

امام محمد بن اسماعیل البخاری (م ۲۵۶ھ)۔

۴- الجامع الصحیح (صحیح مسلم):

امام مسلم بن الحجاج القشیری (م ۲۶۱ھ)۔

۵- السنن (سنن أبی داؤد):

امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی (م ۲۷۵ھ)۔

۶- الجامع الصحیح (جامع الترمذی)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (م ۲۷۹ھ)۔

۷- السنن (سنن النسائی):

تالیف امام احمد بن شعیب النسائی (م ۳۰۳ھ)۔

۸- السنن (سنن ابن ماجہ):

تالیف امام محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی (م ۲۷۵ھ)۔

❀❀❀

ان میں سے مؤخر الذکر چھ کتب کو صحاح ستہ کے نام سے "امہات الکتب" قرار دیا جاتا ہے۔ نیز مسند احمد ان تمام کتب میں ضخیم ترین ہے جس میں اسماء صحابہؓ کی ترتیب ہجائی کے مطابق اصل نسخہ میں تیس ہزار سے زائد احادیث بتائی جاتی ہیں، اور ان میں سے بعد میں آنے والے محدثین نے اپنے اپنے معیار انتخاب احادیث و جرح و تعدیل کے مطابق بہت بڑا ذخیرہ اپنی تالیفات میں شامل کر دیا ہے۔ نیز بہت سے علمائے اہل سنت "سنن ابن ماجہ" کے بجائے "موطا" کو مذکورہ "صحاح ستہ" میں شامل کرتے ہیں، اس طرح یہ کل سات کتابیں ہیں جنہیں عرف عام میں "صحاح ستہ" کہہ دیا جاتا ہے۔ بہر حال یہ تمام کی تمام مستند ترین کتب حدیث ہیں، اور امام ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی (م ۷۴۳ھ) کی مشکوٰۃ المصابیح میں راویوں کے نام حذف کر کے صرف آخری راوی (صحابی یا تابعی) کے نام کے ساتھ "صحاح ستہ" وغیرہ کی احادیث کو بحوالہ کتب یکجا کر کے عام سنی العقیدہ مسلمان کے لیے ان تمام کتب سے استفادہ عمومی لحاظ سے آسان بنا دیا گیا ہے۔ نیز ان کتب کے علاوہ امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) کی روایات حدیث پر مبنی مسند ابی حنیفہ

(مسند الامام الاعظم)، امام شافعی (م ۲۰۴ھ) کی مسند الشافعی اور موطا امام محمد بھی اسی سلسلہ احادیث کی اہم کڑیاں ہیں۔

موطا و مسند احمد و صحاح ستہ کے بعد چوتھی صدی ہجری میں بالخصوص اور بعد کی صدیوں میں بالعموم جمع و تدوین حدیث اور ترتیب و تبویب و تہذیب نیز شروح و حواشی حدیث کے حوالے سے سینکڑوں مجموعہ ہائے احادیث و شروح مرتب و مدون ہوئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے، جو علوم حدیث کے عظیم الشان ذخیرہ کے تنوع و کثرت اور علمائے امت کے اعتناء بالحدیث النبوی کی بین دلیل ہے۔ تاہم مذکورہ بنیادی کتب احادیث کے بعد مرتب شدہ مجموعہ ہائے احادیث اپنی تمام تر اہمیت و صحت کے باوجود علماء و محدثین کے نزدیک مقام و مرتبہ میں مذکورہ بالا مجموعہ ہائے احادیث کے مقام و مرتبہ کے بعد شمار ہوتے ہیں۔ وجہ گلے رارنگ و بوئے دیگر است۔ ان سب کی قدر مشترک یہ ہے کہ وہ روایات جملہ صحابہ کرام (بشمول اہل بیت) رضی اللہ عنہم پر مبنی ہیں۔

تیسری صدی ہجری کے بعد
بعض اہم مجموعہ ہای احادیث

۱- صحیح ابن خزیمۃ: مؤلفہ ابن خزیمہ محمد بن اسحاق (م ۳۱۱ ھ).

۲- صحیح ابی عوانۃ: مؤلفہ ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق (م ۳۱۶ ھ).

۳- مصنف الطحاوی: مؤلفہ امام ابو جعفر الطحاوی (م ۳۲۱ ھ).

۴- المنتقی: مؤلفہ قاسم بن اصبغ محدث الاندلس (م ۳۴۰ ھ).

۵- صحیح المنتقی: مؤلفہ ابن السکن سعید بن عثمان البغدادی (م ۳۵۳ ھ).

۶- صحیح ابن حبان: مؤلفہ ابو حاتم محمد ابن حبان البستی (م ۳۵۴ ھ).

۷، ۸، ۹- المعجم الکبیر، المعجم الصغیر، المعجم الأوسط:
مؤلفہ امام سلیمان بن احمد الطبرانی (م ۳۶۰ ھ).
(طبرانی کی معجم کبیر میں راویان احادیث صحابہ کرام کے نام حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے ہیں اور اس ترتیب سے تقریباً بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے).

۱۰- سنن دار قطنی: مؤلفہ ابو الحسن علی بن عمر دار قطنی (م ۳۸۵ ھ).

۱۱- مسند ابن شاهین: (۱۵۰۰ اجزاء)
مؤلفہ ابو حفص بن شاهین عمر بن احمد البغدادی (م ۳۸۵ ھ).

۱۲ - المستدرک علی الصحیحین :

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ)۔

۱۳ - مسند الخوارزمی: (۱۵۰۰، اجزاء)

مؤلف ابوبکر احمد بن محمد البرقانی (م ۴۲۵ھ)۔

۱۴ - المحلیٰ: مؤلف حافظ ابومحمد علی بن احمد المعروف بابن حزم ظاہری (م ۴۵۶ھ)۔

۱۵، ۱۶)۔ السنن الکبری، السنن الصغری، شعب الایمان،

کتاب الزھد: مؤلف ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی (م ۴۵۸ھ)۔

۱۹ - مصابیح السنۃ (۴۷۱۹، احادیث) :

مؤلف امام حسین بن مسعود البغوی (م ۵۱۶ھ)

اس کی ایک شرح "مشکاۃ المصابیح" مؤلف شیخ ولی الدین ابو عبداللہ الخطیب التبریزی ہے جو ۷۳۶ھ میں تکمیل پذیر ہوئی،

اور دوسری شیخ علی بن سلطان ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) کی شرح "مرقاۃ المصابیح" ہے۔

"مشکاۃ المصابیح" حذف اسناد کے ساتھ "صحاح ستۃ" و "موطا" وغیرہ کی تمام احادیث کے متون پر مشتمل وسیع تر عالمی شہرت کی حامل ہے۔

۲۰ - الترغیب والترهیب:

امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (م ۶۵۶ھ)۔

۲۱- جامع الأصول :

مؤلف امام ابوالسعادات مبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری (م ۶۰۶ھ)۔

۲۲- منتقى الأخبار : مؤلف امام مجد الدین عبد السلام بن تیمیہ الحرانی (م ۶۵۲ھ)

(یہ مشہور امام ابن تیمیہ کے جد امجد ہیں)۔

۲۳- مجمع الزوائد و منبع الفوائد :

امام نور الدین علی بن ابی بکر الهیثمی (م ۸۰۷ھ)۔

۲۴- بلوغ المرام من أدلة الأحكام : مؤلف ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ)۔

۲۵- جمع الجوامع : مؤلف جلال الدین عبد الرحمان بن ابی بکر السیوطی (م ۹۱۱ھ)۔

۲۶- كنز العمال في سنن الأقوال و الأفعال :

مؤلف علاء الدین علی بن حسام الدین المتقی الہندی (م ۹۷۵ھ)۔

۲۷- سبل السلام شرح بلوغ المرام :

مؤلف امام محمد بن اسماعیل الصنعانی (م ۱۱۸۲ھ)۔

۲۸- نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار :

مؤلف امام محمد بن علی الشوکانی (م ۱۲۵۰ھ)۔(۱۱)

۳۔ لغة الفقه الاسلامی
(فقہ اسلامی کی زبان)

ہر دور اور علاقے کے مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی ضروریات پوری کرنے کے لئے قرآن و سنت سے استنباط احکام و مسائل کا اصطلاحی نام "فقہ" ہے۔ اور "فقہ اسلامی" کا گزشتہ چودہ سو سال کا تمام تر ذخیرہ بنیادی طور پر عربی زبان میں ہے۔ سنی مذاہب اربعہ (فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) نیز شیعی فقہ زیدی، جعفری و نوربخشی، خارجی فقہ اباضی اور دیگر فقہی مذاہب و آراء عربی زبان میں تحریر شدہ بے شمار کتب کی صورت میں مدون و محفوظ ہیں۔ عصر جدید میں ان مذاہب و آراء کی تقلید نیز سلسلہ اجتہاد کو آگے بڑھانے کے لئے ناگزیر ہے کہ اہل تخصص بالخصوص اور تمام تعلیم یافتہ مسلمان بالعموم اپنی اپنی ضروریات و حالات کے مطابق عربی میں موجود عظیم فقہی سرمایہ سے براہ راست استفادہ کرسکیں۔ نیز دور جدید میں سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، قانونی اور دیگر تمام شعبہ ہائی حیات کی قرآن و سنت کی بناء پر تشکیل نو اور عصر حاضر کے گوناگوں مسائل سے عہدہ برا ہونے کے لئے بحث و تحقیق کی خاطر بھی فقہ اسلامی سے واقفیت ایک بنیادی ضرورت قرار پاتی ہے۔ عربی زبان کی دینی اہمیت کے بارے میں امیر المومنین امام المتقین عمرؓ بن الخطاب جیسے عظیم الشان فقیہ محدث کا قول ہے:۔

"تعلموا العربية فانها من دينكم". (۱۲)

ترجمہ: عربی سیکھو کیونکہ یہ تمہارے دین کا جزو ہے۔

☆☆☆

۴ . لغة السيرة و التاريخ
(سیرت و تاریخ کی زبان)

سیرت و تاریخ اسلامی کی تمام تر بنیادی کتب عربی زبان میں ہیں۔ جن سے سیرۃ النبیؐ، سیرۃ الصحابہؓ، سیرۃ التابعینؒ، سیرت تبع تابعین نیز ان کے بعد کے ادوار کے علماء و صلحاء امت اور ائمہ ہدایت کی سیرت معلوم ہوتی ہے۔ سیرت لٹریچر سے استفادہ اور ان اعلیٰ نمونوں کے مطابق امت مسلمہ کی تربیت کے لئے لازم ہے کہ ان عربی کتب کی طرف رجوع کیا جائے۔ نیز عربی میں تحریر شدہ مستند کتب تاریخ و سیر سے عہد نبوت و خلافت راشدہ کی تمام تر تفصیلات ملتی ہیں جو شرعی اہمیت کی حامل ہیں۔ عہد بنو امیہ (۴۱۔۱۳۲ھ) اور عہد بنو عباس (۱۳۲۔۶۵۶ھ) کی مختلف شرعی و عمومی تفصیلات بھی عربی کتب تاریخ ہی میں ملتی ہیں۔ مزید برآں سقوط بغداد (۶۵۶ھ) کے بعد کی صدیوں کی تاریخ و سیرت بھی بطور مجموعی عربی کتب کی صورت میں محفوظ و مدون ہے۔ جس سے ایشیا، افریقہ اور یورپ کے تینوں براعظموں میں پھیلی ہوئی امت مسلمہ کی دینی و عمومی تاریخ معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں بطور مثال چند اہم کتب سیرت و تاریخ کے نام درج ذیل ہیں جن سے تاریخ و سیرت لٹریچر کے حوالے سے عربی زبان کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:۔

اہم کتب سیرت و تاریخ

۱ . ابن هشام ، محمد بن عبدالملک الحمیری، (م ۲۱۸ھ) : السیرة النبویة.

۲ . ابن سعد ، محمد (م ۲۳۰ھ) : الطبقات الکبری.

۳ . عبدالملک بن حبیب (م ۲۳۸ھ) : کتاب التاریخ (مطبوعه میڈرڈ ۱۹۹۱ء)

۴ . الطبری ، محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ) : تاریخ الأمم والملوک.

۵ . المسعودی ، ابوالحسن علی بن حسین (م ۳۴۶ھ) : مروج الذهب.

۶ . ابن مسکویه ، احمد بن محمد (م ۴۲۱ھ) : تجارب الأمم.

۷ . ابن عبدالبر الأندلسی، (م ۴۶۳ھ) : الاستیعاب فی معرفة الأصحاب.

٨ . الخطيب البغدادی (م ۴۶۳ھ): تاریخ بغداد.

٩ . ابن عساکر ، الحافظ ابو القاسم (م ۵۷۱ھ) : تاریخ ابن عساکر.

١٠ . ابن الأثير الجزری (م ۶۳۰ھ) : اسد الغابة فی معرفة الصحابة.

١١ . ابن الأثير الجزری (م ۶۳۰ھ) : الکامل فی التاریخ.

١٢ . ابن خلکان ، القاضی احمد (م ۶۸۱ھ): وفيات الاعيان.

١٣ . الذهبی ، أبو عبدالله محمد بن احمد (م ۷۴۸ھ) : تاريخ الاسلام.

١٤ . ابن کثیر ، أبو الفداء اسماعيل الدمشقی (م ۷۷۴ھ) : البداية والنهاية.

١٥ . ابن خلدون (م ۸۰۸ھ): تاريخ العبر و ديوان المبتداء والخبر.

١٦ . ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ): الإصابة في تمييز الصحابة.

١٧ . ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ) :الدرر الكامنة فی أعيان المائة الثامنة.

١٨ . السخاوی ، شمس الدين محمد بن عبدالرحمن (م ۹۰۲ھ) :

الضوء اللامع في أعيان القرن التاسع.

١٩ . المقری التلمسانی ، احمد بن محمد (م ۱۰۴۱ھ) : نفح الطيب.

٢٠ . الغزی ، نجم الدين محمد (م ۱۰۶۱ھ) :

الكواكب السائرة في أعيان المائة العاشرة.

٢١ . الحلبی ، نورالدين علی بن برهان الدين (م ۱۰۴۴ھ) : السيرة الحلبية.

٢٢ . ابن العماد الحنبلی (م ۱۰۸۹ھ) :شذرات الذهب في أخبار من ذهب.

٢٣ . المحبی ،محمد امين (م ۱۱۱۱ھ):خلاصة الأثر في أعيان القرن الحادی عشر.

٢٤ . المرادی ، محمد خليل الدمشقی (م ۱۲۰۵ھ):

سلک الدرر في أعيان القرن الثانی عشر.

٢٥ . احمد الدحلانی المکی (م۱۳۰۴ھ) : السيرة الدحلانية.

٢٦ . عبدالحی اللکنوی (م ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء) : نزهة الخواطر ... (۱۳)

۵- لغة العلوم الاسلامية

(اسلامی علوم کی زبان)

عربی زبان قرآن وحدیث اور فقہ وسیرت و تاریخ کی زبان ہونے کے علاوہ صدیوں پر محیط ان عظیم الشان دینی علوم کی بھی زبان ہے جن کے بغیر مذکورہ بالا علوم سے کماحقہ استفادہ ممکن نہیں۔ مثلاً قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے "علم تفسیر" ناگزیر ہے۔ مختلف آیات قرآنیہ کی تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح فرمائی، صحابہ کرامؓ تابعین عظامؒ، تبع تابعینؒ اور دیگر علمائے مفسرین نے تفسیر کیسے بیان کی، نیز نحو ولغت اور دیگر علوم لسانیہ کی رو سے قرآن مجید کے الفاظ وآیات کی شرح کس طرح کی جا سکتی ہے، یہ تمام امور تفسیر القرآن کے ضمن میں آتے ہیں اور تفسیر بالآثار، علوم لسانیہ کی مدد سے تفسیر اور دیگر مناہج تفسیر کے تمام تر بنیادی ماخذ عربی زبان میں ہیں۔ نیز ہر دور کی اہم تفاسیر عربی زبان میں موجود ہیں مثلاً :-

١ . الطبری ، محمد بن جریر (م ٣١٠ھ) : تفسير الطبری

٢ . البغوی ، حسین بن مسعود فراء (م ٥١٦ھ) : معالم التنزيل

٣ . الزمخشری ، محمود بن عمر (م ٥٣٨ھ) : الكشاف

٤ . ابن الجوزی (م ٥٩٧ھ) : زاد المسير فی علم التفسير

٥ . الرازی ، فخر الدين (م ٦٠٦ھ) : مفاتيح الغيب (التفسير الكبير)

٦ . القرطبی ، محمد بن ابوبكر المالكی (م ٦٧١ھ) : جامع احكام القرآن

٧ . البيضاوی ، ناصر الدين الشافعی (م ٦٨٥ھ) :

أنوار التنزيل وأسرار التأويل

٨ . النسفی ، عبدالله بن احمد (م ٧٠١ھ) : مدارك التنزيل

٩ . ابن كثير الدمشقی (م ٧٧٤ھ) : تفسير القرآن العظيم

۱۰ . المحلي و السيوطي ، جلال الدين (م ۸۶۴ھ و ۹۱۱ھ) :

تفسير الجلالين

۱۱ . ابو السعود ، محمد بن عمادی (۹۸۲ھ) :

إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم

۱۲ . القاضي ثناء الله الپاني پتی (م ۱۲۲۵ھ) : التفسير المظهری

۱۳ . الشوكاني ، محمد بن علی (۱۲۵۰ھ) : فتح القدير

۱۴ . الآلوسی ، شہاب الدين محمود (م ۱۲۷۰ھ) : روح المعانی

۱۵ . سید قطب (م ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) : في ظلال القرآن .(۱۴)

قرآن مجید سے متعلقہ تمام علوم بھی عربی زبان میں تحریر شدہ کتب کی صورت میں محفوظ ہیں، مثلاً علم القراءة، علم التجويد، علم الإعراب و الكتابة، علم البيان، علم المعاني، علم البديع، علم اللغة، علم النحو وغیرہ...(۱۵)

احادیث نبویہ کی تشریح اور ان پر جرح و نقد کے سلسلے میں جو عظیم علمی سرمایہ صدیوں کی محنت کا نتیجہ ہے اس کی زبان بھی عربی ہے۔ قرون اولیٰ سے علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی شرح بخاری "فتح الباری" اور امام شرف الدین نوویؒ کی "شرح مسلم" تک پھر سید انور شاہ کشمیریؒ کی شرح بخاری "فیض الباری" اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شرح مسلم "فتح الملہم" تک احادیث کی لاتعداد شروح نیز متون و روایات و موضوعات سے بحث کرنے والی عظیم الشان کتب اور حدیث سے متعلق کثیر التعداد علوم بھی عربی زبان میں ہیں۔ مثلاً علم اسماء الرجال، جرح و تعدیل، علم روایت و درایت، علم الموضوعات وغیرہ۔

چنانچہ ایک تعلیم یافتہ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ علمی و عمومی نقطۂ نظر سے

بقدر ضرورت عربی زبان میں موجود تفسیر قرآن اور شرح حدیث کے سرمایہ سے براہ راست استفادہ کے قابل ہو۔

عبداللہ بن عباسؓ جو جلیل القدر صحابی اور ترجمان القرآن ہیں تفسیر قرآن کے سلسلے میں جاہلی دور کی شاعری کی لغوی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"إذا قرأتم شيئا من كتاب الله فلم تعرفوه فاطلبوه في أشعار العرب فإن الشعر ديوان العرب". (۱۵)

ترجمہ: جب تم کتاب اللہ میں سے کوئی چیز پڑھو، پھر وہ تمہاری سمجھ میں نہ آئے، تو اسے عربوں کی شاعری میں تلاش کرو کیونکہ شاعری عربوں کا دیوان ہے۔

پس عربوں کے اس عوامی رجسٹر یعنی کلام عرب کے الفاظ و تراکیب سے قرآن مجید کے الفاظ و تراکیب کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ دینی علوم کے سلسلے میں عربی زبان و ادب کی بھی وہ اہمیت ہے جس کی بناء پر صدر اسلام کے مسلمانوں کے ہاں اس کی بڑی قدر و قیمت تھی۔ اس سلسلے میں اہل بیت رسولؐ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ (م ۱۷ رمضان، ۵۸ھ، مدینہ منورہ) کی مثال بڑی اہم ہے جو بیک وقت تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم شرعیہ و عربیہ میں عظیم المرتبت ہیں۔ اور جن سے احادیث صحیحہ کا عظیم الشان ذخیرہ مروی ہے۔ ان کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے مقداد بن اسد فرماتے ہیں: ۔

"ما كنت أعلم أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلم بشعر ولا فريضة من عائشة رضي الله عنها." (۱۷)

ترجمہ: میرے علم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر فرائض اور شاعری کا علم رکھتا ہو۔

سیدہ عائشہؓ کے علاوہ خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وحسن و معاویہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نیز بعد کے صلحائے امت کے ہاں بھی دینی وادبی لحاظ سے عربی زبان وادب بالخصوص شاعری کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے سابقہ قول کے علاوہ مشہور تابعی سعید بن میسبؒ کا قول بھی بطور مثال کفایت کرتا ہے جسے ابن عبدربہ صاحب ''العقد الفرید'' نے نقل کیا ہے:۔

''كان أبوبكر شاعراً و عمر شاعراً وعلى أشعر الثلاثة. '' (۱۸)

ترجمہ: ابوبکر شاعر تھے، عمر شاعر تھے اور علی تینوں میں سے شعر گوئی میں بڑھ کر تھے۔

صدر اسلام کی یہ جلیل القدر ہستیاں اس بات سے اچھی طرح واقف تھیں کہ قرآن وحدیث نے غلط قسم کے شاعروں اور ان کی بے ہودہ شاعری کی مذمت کی ہے، تاہم سرے سے شاعری ہی کو ممنوع قرار نہیں دیا، بلکہ وہ قرآن وحدیث کے الفاظ کے فہم وشرح کے سلسلے میں عربی شعروادب کی لغوی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ (۱۹)

چنانچہ مفسرین ومحدثین نے شرح قرآن وحدیث کے ضمن میں کلام عرب سے استشہاد کو ہمیشہ بڑی اہمیت دی ہے۔ جس کی دو اہم مثالیں علامہ محمود زمخشری کی تفسیر ''الکشاف'' اور علامہ ناصر الدین بیضاوی کی ''انوار التنزیل واسرار التاویل'' المعروف بہ ''تفسیر البیضاوی'' ہیں۔

شرح قرآن وحدیث کے علاوہ دیگر علوم دینیہ کا تمام تر بنیادی سرمایہ بھی عربی زبان میں ہے جس میں ہزاروں کتب پر مشتمل علوم وفنون شامل ہیں جو دین اسلامی کے مختلف پہلوؤں سے بحث کرتے ہیں۔ ان علوم وفنون کے تنوع اور وسعت کی طرف اشارہ کے لئے چند نام درج ذیل ہیں:۔

بعض اہم عربی کتب علوم وفنون

۱ . راغب الاصفہانی	مفردات القرآن	(قرآنی لسانیات)
۲ . جلال الدین السیوطی	الإتقان فی علوم القرآن	(قرآنیات)
۳ . ابن تیمیہ الحنبلی	مقدمة فی أصول التفسیر	(قرآنیات)
۴ . شاہ ولی اللہ الدہلوی	الفوز الکبیر فی أصول التفسیر	(قرآنیات)
۵ . شاہ ولی اللہ الدہلوی	حجة اللہ البالغة	(اسرارِ حدیث)
۶ . ابن رشد	بدایة المجتہد	(فقہ و قانون)
۷ . ابن تیمیة	منہاج السنة	(تاریخ و معتقدات)
۸ . امام ابویوسف	کتاب الخراج	(اقتصادیات)
۹ . ابن خلدون	مقدمة و تاریخ العبر	(نقد و تاریخ و اجتماعیات)
۱۰ . امام أبو حامد محمد الغزالی	احیاء علوم الدین	(دینیات، عقائد، روحانیات)
۱۱ . محی الدین ابن عربی	فصوص الحکم ، الفتوحات المکیة	(فلسفہ و تصوف)
۱۲ . شیخ عبدالقادر الجیلانی	فتوح الغیب، غنیة الطالبین	(شریعت و طریقت)
۱۳ . شہاب الدین السہروردی	عوارف المعارف	(دین و تصوف)
۱۴ . أبونعیم الاصفہانی	حلیة الاولیاء	(سیرت و تصوف)
۱۵ . أبو عبید القاسم	کتاب الأموال	(اقتصادیات)

٦ – لغة العلوم العامة
(علوم عامہ کی زبان)

قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور علوم دینیہ کے علاوہ عمومی علوم وفنون کا صدیوں کا عظیم الشان ذخیرہ بھی عربی زبان میں ہے۔ چنانچہ دینی ضروریات کے علاوہ بھی ضروری ہے کہ عربی میں تحریر شدہ ان گوناگوں علوم وفنون سے استفادہ کرکے عظیم مسلم علماء و محققین کی طب، منطق، فلسفہ، نجوم، طبعیات، کیمیا، نباتیات، حیوانیات، جغرافیہ، علم الافلاک، حساب اور دیگر شعبہ ہائے حیات میں عظیم خدمات سے دنیا کو روشناس کرایا جائے۔

نیز جہاں تک ممکن ہو ان علوم سے استفادہ کرکے انسانیت کی تعمیر وترقی کے لئے استعمال کیا جائے۔ بالخصوص طب مشرق اور ایسے ہی دیگر شعبوں میں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ عباسی دور (۱۳۲-۶۵۶ھ) کے اختتام تک نہ صرف عالم عرب، بلکہ ہندو یونان، روم وفارس اور دیگر بلاد وامصار کے کثیر علوم بھی ترجموں کے وسیع تر انتظام کے ذریعے عربی زبان میں منتقل کئے جاچکے تھے۔ اس طرح عربی زبان غیر عرب اقوام و ممالک کے علوم کی بھی حامل ہے۔

آج بھی متنوع علوم وفنون کے لاکھوں عربی مخطوطات دنیا بھر کی لائبریریوں اور دیگر مقامات پر ایشیا، افریقہ اور یورپ میں موجود ہیں۔ جن کو از سرنو تحقیق وتدوین کے بعد مطبوعہ شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرنا عالم اسلام کا علمی فریضہ اور مشترکہ ذمہ داری ہے۔ اور اس کے لئے سائنس اور آرٹس کے ہر مضمون کی تعلیم پانے والوں کے لئے عربی زبان سیکھنا ناگزیر ہے۔ عربی زبان میں کس قسم کا علمی لٹریچر موجود ہے اس کی طرف اشارہ کے لئے چند نام بطور مثال واشارہ کفایت کرتے ہیں مثلاً:-

بعض اہم عربی کتب علوم عامہ

ابن سینا : "القانون فی الطب"

ابن ابی اصیبعہ : "عیون الانباء"

الغزالی : "تہافۃ الفلاسفۃ"

محی الدین ابن عربی : "فصوص الحکم"

یاقوت الحموی : "معجم البلدان"

البلاذری : "فتوح البلدان"

البیرونی : "کتاب الہند"

الجاحظ : "کتاب الحیوان"

نیز : "الف لیلۃ و لیلۃ"

اور : "کلیلۃ و دمنۃ" وغیرہ

۷۔ لغة الثقافة الإسلامية

(اسلامی ثقافت کی زبان)

عربی زبان مسلم ثقافت کی نمائندہ زبان ہے۔ جو قدم قدم پر انفرادی و اجتماعی زندگی میں اپنا وجود منواتی ہے۔ مسلمان بچے کے کانوں میں پیدا ہوتے ہی عربی میں اذان واقامت کہی جاتی ہے۔ پھر دنیا بھر میں بالعموم اس کا کوئی عربی نام رکھا جاتا ہے۔ اس طرح لاکھوں عربی الفاظ ناموں کی صورت میں دنیا بھر میں صدیوں سے معروف و مروج چلے آرہے ہیں۔

پھر وقتاً فوقتاً بچہ لاشعوری طور پر السلام علیکم، بسم اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، جزاک اللہ، ماشاء اللہ، انشاء اللہ، انا للہ وانا الیہ راجعون وغیرہ کلمات سنتا ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ عربی میں اذان کی آواز سنتا ہے۔ کچھ بڑا ہونے پر عربی میں کلمہ طیبہ اور نماز سیکھتا ہے اور دن میں پانچ مرتبہ عربی میں نماز ادا کرتا ہے۔ نیز قرآن مجید کے ذریعے عربی زبان اور رسم الخط سے مانوس وواقف ہوتا ہے۔ پھر نماز جمعہ وعیدین سے نکاح وجنازہ تک مختلف اوقات اور مراحل میں اسے عربی زبان سے سابقہ پیش آتا ہے۔ ہر اجتماع کا آغاز عربی میں تلاوت قرآن کریم سے کرنا عالم اسلام کا معمول اور ثقافتی مظہر ہے۔ اس طرح بلاامتیاز علاقہ وزبان دنیا بھر میں ہر جگہ عربی زبان مہد سے لحد تک ہر مسلمان کے ہمراہ ہوجاتی ہے۔ اور اس کے لئے شعوری ولاشعوری طور پر عربی سے واقفیت ناگزیر بن جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر زمان ومکان میں مسلمان فصیح عربی زبان سیکھنے اور بولنے کے خواہشمند رہتے ہیں۔ حج جیسے اجتماعات کے موقع پر جب دنیا بھر سے ہزاروں مختلف زبانیں بولنے والے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں، تو ایک دوسرے کی زبانوں سے ناواقفیت کے باوجود عربی کے مشترکہ ذخیرہ الفاظ میں اشاروں کی زبان ملاکر

ایک دوسرے کو اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور عربی زبان سے اپنی ادھوری واقفیت پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔ تاہم مسلمانوں میں رائج ان مشترک الفاظ و اسماء کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے۔ مثلاً:۔

کلمة' صوم' صلوة، حج' زکوة جهاد' ایمان' اسلام' مسلم' مومن' کافر' موت' حیات' فجر' ظهر' عصر' مغرب' عشاء' لیل' نهار' دین' دنیا' مسجد' منبر' بیت الله' رسول الله' قرآن' حدیث' فقه' سیرة' تاریخ' رحیم' کریم' سحر' افطار' آخرت' قیامت' قبر' حشر' نشر' دفن' میت' جنازة' کفن' حلال' حرام' حدیث' فقه' بسم الله' الحمدلله' جزاک الله' ماشاء الله' إنشاء الله' توبة' إستغفار' إنا لله و إنا إليه راجعون، وغيره.

❁❁❁

۸۔ لغة المدارس الاسلامية
(اسلامی مدارس کی زبان)

گزشتہ چودہ سو سال میں اندلس وافریقہ سے عرب وفارس وترکستان اور برصغیرو جنوب مشرقی ایشیا تک لاکھوں اسلامی مدارس کا جو وسیع سلسلہ پھیلا، اس میں عربی زبان ہی درس وتدریس کا ذریعہ و بنیاد رہی ہے اور آج تک چلی آرہی ہے۔ قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، منطق، فلسفہ، شعروادب، صرف ونحو وبلاغت، غرض تمام علوم وفنون کے لئے ان مدارس میں جو ماضی قریب تک حصول علم کا واحد منظم ذریعہ تھے، عربی زبان ہی کو اساس و محور کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ آج بھی انڈونیشیا سے نائیجیریا تک درس وتدریس کے لاکھوں چھوٹے بڑے مراکز "مدارس عربیہ" کے نام سے معروف ہیں۔

"جامعة الازهر" القاهرة، "الجامعة الاسلامية" المدينة المنورة "جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية" الرياض، "حوزه علميه" قم، "دارالعلوم ديوبند"، "ندوة العلماء" لكهنؤ، "مدرسه عاليه" كلكته، ڈھاکہ و جکارتہ کے دینی مدارس، کراچی و لاہور، پشاور و کابل، استنبول و دمشق کے دینی مراکز نیز بخارا و کاشغر کے اسلامی مدارس سمیت پورے عالم اسلام میں ہر جگہ عربی زبان ہی بنیادی و مرکزی حیثیت کی حامل ہے۔

اس سلسلے میں عرب وعجم، ایشیا وافریقہ کا کوئی امتیاز نہیں، بلکہ دنیا میں جہاں کہیں کم یا زیادہ تعداد میں مسلم اقلیتیں موجود ہیں وہاں بھی دینی درس وتدریس کے تمام مراکز کی بنیادی زبان عربی ہے۔ اور یہی ہر زمان ومکان کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے مابین

تحریری وتقریری رابطہ کی زبان چلی آ رہی ہے۔

اسلام نے عربی زبان کو ایشیا، افریقہ اور یورپ کے دور دراز علاقوں تک مشترکہ علمی و دینی زبان کی حیثیت سے بڑی کامیابی سے غالب و رائج کر دیا۔ چنانچہ اسلام اور عربی زبان کے اس تعلق باہم کے بارے میں اسرائیل ولفنسون لکھتے ہیں:-

"إن الانقلاب العظيم الذى أصاب اللغة العربية إنما حدث عقب ظهور الإسلام. فقد انقلبت إلى لغة عالمية تتكلم بها شعوب كثيرة جداً، فقد نزح عرب الحضر و البادية من أطراف الجزيرة تحت قيادة أبطال المسلمين إلى جميع نواحي المعمورة وفتحوا الممالك والأمصار باسم الدين الحنيف في زمن وجيز، و كانت اللغة العربية تسايرهم خطوة خطوة في جميع البلاد التي انتشروا فيها و بسطوا سلطانهم عليها."(۲۰)

ترجمہ: وہ انقلاب عظیم جس نے عربی زبان کو اپنی لپیٹ میں لیا ظہور اسلام کے بعد برپا ہوا۔ پس وہ ایک ایسی بین الاقوامی زبان کی صورت اختیار کر گئی جو بہت سی اقوام و ملل کی زبان ہے۔ شہروں اور صحرائی علاقوں کے عرب اطراف جزیرۃ العرب سے مسلم سپوتوں کی قیادت میں آباد دنیا کے تمام اطراف میں گئے اور انہوں نے دین حنیف کے نام پر مختصر عرصہ میں بہت سے ممالک اور شہر فتح کر لئے۔ پس عربی زبان ان تمام ممالک میں جن میں وہ پہنچے اور جن پر انہوں نے اپنا اقتدار پھیلایا قدم بقدم ان کے ہمراہ چلتی رہی۔

پس عربی زبان ان تمام ممالک میں درس و تدریس کی زبان بنی جنہیں عرب مسلمانوں نے مسلمان کیا مثلاً انڈونیشیا و ملائیشیا۔ اور ان علاقوں میں بھی جہاں زیادہ تر غیر عرب مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا مثلاً برصغیر پاک و ہند۔ عصر حاضر میں بھی یہی عربی زبان پورے عالم اسلام کے مدارس اسلامیہ کی بنیادی زبان ہے۔ اور یہی مسلمانوں کے مشترکہ نظام تعلیم کا واحد بنیادی ذریعہ بننے کی اہلیت رکھتی ہے۔ نیز یہی زبان دینی و دنیاوی تعلیم کو مربوط کر کے ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے مثالی اداروں کی تشکیل و ترقی کا مشترکہ ذریعہ بن سکتی ہے۔ اس عمل کا آغاز بیس سے زائد عرب ممالک میں ہو چکا ہے اور بقیہ مسلم ممالک بھی بتدریج اس جانب قدم بڑھا رہے ہیں۔

❁❁❁

خلاصہ باب دوم
لغۃ الاسلام

خلاصہ کلام یہ کہ عربی زبان قرآن و حدیث، فقہ و تاریخ، علوم اسلامیہ و عامہ نیز اسلامی مدارس و ثقافت کے حوالہ سے گزشتہ چودہ صدیوں سے زائد عرصہ سے اسلام کی دائمی زبان (لغۃ الاسلام) قرار پاتی ہے۔ اور اس کا سیکھنا قرآن و حدیث فقہ و تاریخ نیز اسلامی تعلیم و تربیت و ثقافت کے حوالے سے ہر مسلم فرد اور قوم کے لئے ناگزیر ہے۔

حواشی باب دوم

1- H.A.R. Gibb: Arabic Literature, P. 13,
Oxford University Press, London 1963.

۲. القرآن (یوسف : ۲)

۳. القرآن (الحجر : ۹)

۴. القرآن (الشعراء : ۱۹۲-۱۹۵)

۵. إسرائیل ولفنسون : تاریخ اللغات السامیة' مصر مطبعة الإعتماد' ۱۹۲۹م' ص ۲۱۵.

۶. إسرائیل ولفنسون: تاریخ اللغات السامیة' ص ۲۱۵.

۷. القرآن (الحشر : ۷)

۸. القرآن (آل عمران : ۳۱)

۹. القرآن (الأحزاب : ۲۱)

۱۰. الخطیب التبریزی' مشکٰوة المصابیح' باب الإعتصام بالکتاب والسنة (بروایة الموطا للامام مالک) دمشق' منشورات المکتب الاسلامی، ۱۳۸۰ھ' الجزء الأول.

۱۱. مذکورہ أسماء مؤلفین و کتب احادیث بحوالہ راغب الطباخ :

الثقافة الإسلامية، اردو ترجمہ از الفخار احمد بلخی بعنوان: تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اوّل، ص ۳۵۳-۳۵۸ بعد، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۷۶ء۔

۱۲. دکتور محمود محمد عبداللہ' اللغة العربية في پاکستان' ص ۳' وزارة التعليم الفيدرالية' إسلام آباد' ۱۹۸۳م.

۱۳. أسماء بحوالہ راغب الطباخ' الثقافة الإسلامية' اردو ترجمہ الفخار احمد بلخی بعنوان: تاریخ افکار و علوم اسلامی' جلد دوم، باب ۵۸' ص ۳۰۹ - ۳۲۴ بعد' اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ' لاہور' ۱۹۷۳ء۔

۱۴. اکثر اسماء کتب بحوالہ راغب الطباخ: الثقافة الإسلامية اردو ترجمہ از الفخار احمد بلخی بعنوان: تاریخ افکار و علوم اسلامی' جلد اول' باب ۱۵' ص ۳۱۹ - ۳۳۵' بعد اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۷۶۔

۱۵. تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "الاتقان فی علوم القرآن" تالیف جلال الدین السیوطی۔

۱۶. الآلوسی: روح المعانی' ج ۱۹' ص ۱۵۰ ادارة الطباعة المنيرية، مصر' ۱۳۵۱ھ۔

۱۷. ابن عبدربہ: العقد الفرید، ج ۳' ص ۳۸۲' المطبعة الجمالية، مصر' ۱۳۳۱ھ۔

۱۸. ابن عبدربہ: العقد الفرید' ج ۳، ص ۳۸۸.

۱۹۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مقالہ "شاعری کا اسلامی تصور" مطبوعہ مجلہ "تحقیق" کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، جلد ۳، شمارہ ۳،۴ (صدسالہ تقریبات نمبر) ص ۲۸۳ - ۳۱۸۔

۲۰۔ اسرائیل و لفنسون: تاریخ اللغات السامیۃ، ص ۲۱۳ - ۲۱۵۔

باب سوم

لغة العالم العربى والإسلامى والأفريقى

(عالم عرب واسلام وافریقہ کی زبان)

۱۔ لغة العالم العربی
(عالم عرب کی زبان)

اکیسویں صدی عیسوی کے آغاز اور پندرھویں صدی ہجری کے ربع اول میں عربی زبان تیس کروڑ سے زائد آبادی پر مشتمل بیس سے زائد عرب ممالک کی سرکاری، قومی، تعلیمی، دینی، علمی اور رابطہ زبان کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ ان عرب ممالک کی بڑی تعداد ماضی قریب ہی میں یکے بعد دیگرے مغربی استعمار کے تسلط سے آزاد ہوئی ہے اور انہوں نے بڑی کامیابی کے ساتھ مغربی زبانوں کو عربی زبان سے بدل دیا ہے۔ تونس، الجزائر اور مراکش میں فرانسیسی کی بجائے عربی رائج کی گئی ہے۔ لیبیا میں اطالوی کو عربی سے بدل دیا گیا ہے۔ سعودی عرب، کویت، قطر، بحرین، عمان، متحدہ عرب امارات، یمن اور مصر و سوڈان میں انگریزی کے غلبہ و تسلط کو عربی زبان نے کامیابی کے ساتھ ختم کر دیا ہے۔ اردن، شام، لبنان اور عراق میں بھی آزادی کے بعد انگریزی وغیرہ کی جگہ عربی اپنائی جا چکی ہے۔ موریطانیہ، صومالیہ، جیبوتی اور جزر القمر جیسے عرب لیگ میں شامل ہونے والے ممالک بھی اسی راہ پر گامزن ہیں۔ بطور مجموعی اب عرب ممالک میں انگریزی یا فرانسیسی کی حیثیت یہ ہے کہ بالعموم ثانوی سطح پر ایک لازمی مضمون ہیں یا یونیورسٹی سطح کی تعلیم کے بعض فنی و خصوصی شعبوں مثلاً میڈیکل، انجینئرنگ، ایم ایس سی وغیرہ میں ایک حد تک ذریعہ تعلیم ہیں۔ تاہم ان شعبوں میں بھی بعض ممالک میں عربی ذریعہ تعلیم کے اعلیٰ تعلیمی ادارے قائم ہو چکے ہیں اور مغربی زبانیں اعلیٰ سائنسی تعلیم میں ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے بھی جزوی طور پر محروم ہوتی نظر آ رہی ہیں۔

بیس سے زائد عرب ممالک، جن میں سے کم و بیش نصف ایشیا میں اور بقیہ نصف براعظم افریقہ میں شامل ہیں، عرب ممالک کی مشترک تنظیم "جامعة الدول العربیة" (Arab League) کے ارکان ہیں، اور ان کے اتحاد و

وحدت کی تین اہم بنیادیں ہیں:-

١ – رابطة الدم (Blood Relation)

٢ – رابطة التاريخ (Historical Relation)

٣ – رابطة اللغة العربية الفصحى (فصیح عربی زبان کا ربط و تعلق)۔

ان عرب ممالک کے نام درج ذیل ہیں:-

الـدول العربيـة

(ایشیائی عرب ممالک)

ملک	دارالحکومت (العاصمة)
١ . المملكة العربية السعودية	الرياض
٢ . الكويت	الكويت
٣ . الإمارات العربية المتحدة	أبوظبي
٤ . قطر	الدوحة
٥ . البحرين	المنامة
٦ . عُمان	مسقط
٧ . اليمن	الصنعاء
٨ . العراق	بغداد
٩ . الأردن	عمّان
١٠ . فلسطين	القدس/ رام الله
١١ . سوريا (شام)	دمشق
١٢ . لبنان	بيروت

(افریقی عرب ممالک)

ملک	دارالحکومت (العاصمة)
۱۳. مصر	القاهرة
۱۴. السودان	الخرطوم
۱۵. لیبیا	طرابلس
۱۶. تونس	تونس
۱۷. الجزائر	الجزائر
۱۸. المغرب (مراکش)	الرباط
۱۹. موریتانیا	نواکشوط
۲۰. الصومال	موغادیشو
۲۱. جیبوتی	جیبوتی
۲۲. جزر القمر (کوموروو آئی لینڈز)	موروتی

علاوہ ازیں افریقہ میں "اریٹیریا" اور "مغربی صحارا"، ایران میں "خوزستان" اور ترکی میں شام سے متصل علاقہ نیز بعض دیگر افریشیائی مناطق کے باشندوں کی مادری وعلاقائی زبان بھی عربی ہے۔

ان ممالک کے اتحاد و وحدت کی سب سے اہم بنیاد فصیح عربی زبان (اللغة العربية الفصحى) ہے۔ مختلف رنگ ونسل اور ممالک ومناطق سے تعلق رکھنے والے باشندے عرب ممالک میں موجود ہیں مگر لسانی وحدت کے حامل ہیں۔ نیز یہ تمام ممالک مسلم اکثریت کے ممالک ہیں۔ اگر چہ ان ممالک کے ملکی ومقامی لہجے یا بولیاں ایک دوسری

سے کافی مختلف ہیں۔ مگر ان سب نے قرآن وحدیث اور شعر جاہلی پر مبنی اس ''فصیح عربی زبان'' کو سرکاری، تعلیمی، قومی، علمی، ادبی اور دیگر ہر قسم کی ضروریات کے لئے اپنی مشترکہ زبان قرار دیا ہے جو صدیوں سے اصطلاحاً ''اللسان العربی المبین'' یا ''اللغة العربية الفصحى'' کے نام سے موسوم ہے۔ عربی زبان کے اساس اتحاد ہونے کی جانب فلیپ کے حتی نے یوں اشارہ کیا ہے:-

"Arab nationalism started from a wide base thesis that all Arabic-speaking peoples were one nation."(1)

چونکہ یہ اساس اتحاد بہت سے افریقی ممالک کے لئے قابل قبول ہے اس لئے وہ یکے بعد دیگرے جغرافیائی، ثقافتی اور دیگر وجوہ کی بنا پر ''جامعة الدول العربية'' عرب لیگ میں شامل ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ عرب لیگ کے رکن ممالک کی تعداد میں مزید افریقی ممالک کا اضافہ ہوگا۔ اس طرح عربی زبان کا دائرہ اثر سرکاری، قومی اور تعلیمی سطح پر ایک طرف افریقی ممالک میں فروغ پذیر ہے اور دوسری طرف عرب و افریقی ممالک سمیت ساٹھ سے زائد مسلم ممالک کی زبانوں پر عربی زبان وخط کے مجموعی گہرے اثرات کے علاوہ عالم اسلام کی مشترکہ دینی زبان بھی فصیح عربی زبان ہے۔ چنانچہ عالم اسلام میں دینی تعلیم کا ذریعہ ہونے کے علاوہ عربی زبان کو مختلف مسلم ممالک میں سرکاری حیثیت (چاڈ) دستوری مقام (مالدیپ، پاکستان، ایران) لازمی تعلیمی مضمون (ملائیشیا، برونائی، مالدیپ، پاکستان، ایران، سینیگال) یا اہم اختیاری زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ اور اس طرح عالم عرب کے لسانی و ثقافتی اثرات کا دائرہ پورے عالم اسلام نیز براعظم افریقہ پر محیط ہے۔(۲)

❁❁❁

۲. لغة العالم الاسلامي
(عالم اسلام کی زبان)

عالم عرب اور شرق اوسط کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ پورے عالم اسلام میں بھی عربی زبان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ عربی زبان کے مسلمانوں سے دائمی تعلق کے بارے میں مشہور مصری ادیب و مؤلف ڈاکٹر طہٰ حسین لکھتے ہیں:-

"فقد كانت اللغة العربية الفصحى لغة هذا الدين الجديد ولغة كتابه المقدس و لغة حكومته الناشئة القوية، فأصبحت لغة رسمية للعرب ثم أصبحت لغة أدبية لهم، كما أصبحت بعد الفتح لغة رسمية ثم لغة أدبية للدول الاسلامية كلها. وفيها من نعرف من الشعوب المختلفة والأجيال المتباينة، وفيها من سبق العرب إلى حضارة باهرة وسلطان عظيم." (۳)

ترجمہ: فصیح عربی زبان اس دین جدید اور اس کی کتاب مقدس کی زبان تھی۔ نیز اس کی پروان چڑھتی ہوئی طاقتور حکومت کی زبان تھی۔ پھر وہ عربوں کی سرکاری اور بعد ازاں ان کی ادبی زبان قرار پائی۔ جیسا کہ فتوحات کے بعد تمام اسلامی ممالک کی پہلے سرکاری اور پھر ادبی زبان بن گئی۔ ان ممالک میں ہمارے جانے پہچانے مختلف اقوام اور الگ الگ نسلوں کے لوگ ہیں۔ نیز ان میں وہ قومیں بھی شامل ہیں جنہیں خیرہ کن تہذیب اور اقتدار عظیم کے معاملے میں عربوں پر سبقت حاصل ہوئی۔

عصر جدید میں عربی زبان کی وسعت اور اہمیت کے بارے میں مشہور عرب مسیحی ادیب ومؤرخ جرجی زیدان لکھتے ہیں:-

"إذا نظرت إلى الخريطة اليوم رأيت الناطقين باللغة العربية منتشرين في غربي البحر المتوسط و جنوبيه إلى الشام و العراق وما بين النهرين و في جزيرة العرب و في مصر و طرابلس الغرب و تونس و الجزائر و مراكش وعلى شواطئ البحر الأحمر و في السودان وغيرها من أواسط أفريقيا وعلى شواطئ أفريقيا الشرقية وغيرها، غير الذين يتعلمون العربية للمعاملات الدينية، وهم المسلمون في أكثر أنحاء المعمورة، في فارس و خراسان و أفغانستان و تركستان و الهند والصين و جزائر الهند الشرقية وسائر البلاد التي دخلها الإسلام في القارات الخمس."(۴)

ترجمہ:- آج کے دور میں اگر تم نقشہ پر نگاہ ڈالو تو عربی زبان بولنے والوں کو بحر متوسط کے مغربی اور جنوبی اطراف میں شام وعراق و مابین النہرین تک، جزیرۃ العرب میں، نیز مصر طرابلس الغرب، تونس، الجزائر اور مراکش میں، بحر احمر کے ساحلوں، سوڈان اور وسطی افریقہ کے دیگر علاقوں میں، مشرقی افریقہ کے سواحل اور دیگر مقامات پر پھیلا ہوا پاؤ گے۔ نیز وہ سب لوگ ان کے علاوہ ہیں جو دینی معاملات کے لئے عربی سیکھتے ہیں۔ اور وہ ہیں مسلمان، جو اکثر اطراف معمورہ میں آباد ہیں یعنی فارس، خراسان، افغانستان، ترکستان، ہندوستان، چین، جزائر شرق الھند اور پانچوں براعظموں

کے ان تمام ممالک میں جن میں اسلام داخل ہوا۔

پس عصر جدید میں عربی زبان عالم عرب کے علاوہ دینی و ثقافتی لحاظ سے بقیہ عالم اسلام کی بھی زبان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباً ساٹھ مسلم ممالک پر مشتمل "منظمۃ المؤتمر الاسلامی" یعنی "اسلامی کانفرنس کی تنظیم" نے عالم اسلام کی تمام زبانوں میں سے صرف "عربی زبان" کو اپنی سرکاری زبان قرار دیا ہے جو بیس سے زائد عرب مسلم ممالک کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ بقیہ مسلم ممالک کی بھی دینی زبان ہے۔ عربی کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی بھی "اسلامی کانفرنس" کی سرکاری زبانیں ہیں، کیونکہ اکثر مسلم ممالک میں برطانیہ یا فرانس کی سابقہ نوآبادیاں ہونے کی وجہ سے یہ دونوں زبانیں رائج رہی ہیں اور اب تک وہاں لازمی تعلیمی مضمون نیز بعض جگہ سرکاری زبان ہیں۔ تاہم جوں جوں عربی زبان مسلم ممالک میں اپنائی جاری ہے، مخصوص شعبوں میں اعلیٰ تعلیم کے دائرہ کے علاوہ تمام دائرہ ہائے حیات میں انگریزی یا فرانسیسی وغیرہ کی سرکاری، تعلیمی اور عمومی حیثیت واہمیت بتدریج کم ہوتی جاری ہے۔ جس کی چند مثالیں تونس، الجزائر، مراکش اور ایران میں عربی کا فروغ اور فرانسیسی کا زوال ہیں۔

عالم اسلام کی جغرافیائی تقسیم

جدید عالم اسلام بنیادی طور پر پانچ جغرافیائی خطوں پر مشتمل ہے اور اگرچہ براعظم شمالی وجنوبی امریکہ میں واضح مسلم اکثریت کا کوئی ملک موجود نہیں مگر "سورینام" کی "منظمۃ المؤتمر الاسلامی" (اسلامی کانفرنس کی تنظیم) میں شمولیت کے بعد جغرافیائی لحاظ سے "امریکی مسلم ممالک" کا عنوان بھی قائم کیا جاسکتا ہے:-

مناطق العالم الإسلامی

ا . جنوب مشرقی ایشیا کے مسلم ممالک

(انڈونیشیا، ملائیشیا، برونائی دارالسلام، مالدیپ، بنگلہ دیش)

ب . وسط ایشیائی مسلم ممالک

(پاکستان، افغانستان، ایران، ترکی، بلاد ترکستان وغیرہ)۔

ج . یورپی مسلم ممالک

(البانیا، بوسنیا، ترکی، کوسووا، وغیرہ)

د . عرب مسلم ممالک

(ممالک شرق اوسط و شمالی افریقہ، وغیرہ)

ہ. غیر عرب مسلم افریقی ممالک

(ممالک مغربی و شرقی افریقہ وغیرہ)۔

و. امریکی مسلم ممالک

(سوریام...)

۱ جنوب مشرقی ایشیا کے مسلم ممالک

(انڈونیشیا، ملائیشیا، برونائی، مالدیپ، بنگلہ دیش)

۱ - انڈونیشیا

انڈونیشیا، جنوب مشرقی ایشیا میں واقع اور آبادی کے لحاظ سے جدید عالم اسلام کی سب سے بڑی مملکت ہے۔ تئیس (۲۳) کروڑ سے زائد آبادی پر مشتمل غالب مسلم اکثریت کے اس ملک نے ۱۷ اگست ۱۹۴۵ء کو ہالینڈ سے آزادی حاصل کی۔ لاتعداد جزائر پر مشتمل اس مملکت انڈونیشیا کا صدر مقام جزیرہ جاوا کا معروف شہر جکارتہ ہے۔ صدیوں پہلے عرب تاجروں کے توسط سے اسلام اور عربی زبان کو جزائر شرق الہند (جزائر زنجبیل: ۲۹،۰۰۰×۱۲ کلو میٹر) کے طول و عرض میں وسیع پیمانے پر قبول عام حاصل ہوا۔ چنانچہ "ملائی" اور "جاوی" زبان نیز مقامی بولیوں نے بھی عربی رسم الخط اختیار کیا اور ہزاروں عربی کلمات و اصطلاحات کو اپنے دامن میں سمیٹ کر "نیم عرب" زبانیں اور بولیاں بن گئیں۔ آزادی کے بعد بھی لاطینی رسم الخط کو سرکاری طور پر برقرار رکھنے کے باوجود عربی رسم الخط میں تحریر شدہ انڈونیشی اور جاوی زبان لاکھوں عربی دان اور کروڑوں قرآن شناس مسلمانان انڈونیشیا میں مقبول و معروف ہے۔ جس میں بعض دینی مجلات بھی شائع ہوتے ہیں۔

انڈونیشیا میں کروڑوں مسلمان کلمہ و نماز، قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی حوالوں سے عربی زبان سیکھنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں "جمعیت محمدیہ" (تاسیس: ۱۹۱۲ء) "نهضۃ العلماء" (تاسیس: ۱۹۲۶) نیز "طاہریہ" و "صدیقیہ" سمیت مختلف تنظیمیں اور ادارے لاکھوں، مساجد و مراکز، مدارس و معاہد میں سرگرم عمل ہیں۔ اور ہزاروں انڈونیشی طلبہ عالم عرب و اسلام کے مختلف اداروں میں صدیوں سے عربی اسلامی تعلیم حاصل کرتے چلے آئے ہیں۔ انڈونیشیا کا موجودہ نظام تعلیم تین قسم کے تعلیمی اداروں پر مشتمل ہے:-

"النظام التعليمي فى إندونيسيا"

يتضمن النظام التعليمي في إندونيسيا ثلاثة أنواع من التعليم :-

١ـ التعليم الحكومي

يتكون من المدارس والمعاهد و الجامعات التي تشرف عليها وزارة التربية والثقافة (Departmen Pendidikan Dan Kebudayaan)

وتقدم في هذا التعليم مقررات دراسية يغلب عليها الطابع الأكاديمي. و تعتبر اللغة العربية مادة اختيارية يختارها الطالب من بين اللغات الأجنبية : العربية و الإنكليزية و الفرنسية والألمانية و اليابانية. وتدرس اللغة العربية في هذا النوع من التعليم في المرحلة الثانوية (العالية) كلغة إختيارية بجانب اللغات الأجنبية الأخرى.(٥)

ترجمہ : انڈونیشیا میں نظام تعلیم

انڈونیشیا کا نظام تعلیم تین قسم کی تعلیم پر مشتمل ہے:-

اُ۔ سرکاری تعلیم

یہ ان مدارس و معاہد و جامعات پر مشتمل ہے جو وزارت تعلیم و ثقافت کے زیر نگرانی ہیں۔ اس نظام تعلیم میں عربی زبان کو اختیاری مضمون کی حیثیت حاصل ہے جسے طالب علم "غیر ملکی زبانوں" کے گروپ (عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن، جاپانی) میں سے اختیار کرسکتا ہے۔ اس نوعیت کی تعلیم میں عربی زبان دیگر غیر ملکی زبانوں کے ہمراہ سیکنڈری کلاسوں میں اختیاری زبان کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔

ب ـ التعليم الإسلامي

يتكون من المدارس و المعاهد و الجامعات التي تشرف عليها وزارة الشؤون الدينية (Departmen Agama) . وتقدم في هذا التعليم مقررات دراسية يغلب عليها الطابع الإسلامي و الأدبي. كما تحتل اللغة العربية مكانة خاصة بين المقررات الدراسية في مادة أساسية طوال العشر سنوات التي يقضيها الطالب بدأ من المدرسة الإبتدائية حتى نهاية التعليم الثانوي. (٥)

ترجمہ:- ب۔ اسلامی تعلیم

یہ نظام تعلیم ان مدارس ومعاہد وجامعات پر مشتمل ہے جو وزارت امور دینیہ کے تحت ہیں۔ اس نظام تعلیم میں ایسے تعلیمی نصابات پیش کیے جاتے ہیں جن پر اسلامی وادبی رنگ غالب ہوتا ہے۔ نیز تدریسی نصابات میں عربی زبان کو ابتدائی تعلیم سے ثانوی تعلیم کے اختتام تک اس دس سالہ مدت میں بنیادی مضمون کی حیثیت حاصل ہے جس میں ہر طالب علم تعلیم حاصل کرتا ہے۔

ج ـ التعليم الأهلي

يتكون من المدارس و المعاهد الحديثة و الباسترينات (التعليم التقليدي) و الجامعات التي قامت بجهود ذاتية، أو المؤسسات التعليمية. ويشرف على هذا التعليم إما "وزارة التربية و الثقافة" أو "وزارة الشؤون الدينية". وبالتالي فإن مناهج تعليم اللغة العربية في هذه المدارس تابعة لبرنامج تعليم اللغة العربية الصادر من الوزارة التي تقوم بالإشراف". (٦)

ترجمہ:- ## ج۔ مقامی نظامِ تعلیم

یہ نظام تعلیم ان جدید مدارس ومعاہد، روایتی تعلیم کے مدارس (پاسنتریانات) نیز جامعات پر مشتمل ہے جو شخصی مساعی یا تعلیمی تنظیمات کی کوششوں کا نتیجہ ہیں اور "وزارت تعلیم وثقافت" یا "وزارت امور دینیہ" کے تحت سرگرم عمل ہیں۔ ان درسگاہوں میں عربی زبان کی تدریس کے نصابات واسالیب متعلقہ نگران وزارت کے "عربی تعلیم کے پروگرام" کے مطابق تشکیل پاتے ہیں۔

"و وفقاً لإحصاءات وزارة الشؤون الدينية بإندونيسيا يبلغ عدد المقيدين في المعاهد التعليمية بأنواعها المختلفة: الدينية و الحكومية و الأهلية، للعام الدراسي ١٩٩٥ / ١٩٩٦م حوالي تسعة ملايين و نصف طالب و طالبة يتلقى معظمهم علوم اللغة العربية.(٨)

ترجمہ: انڈونیشیا کی "وزارت امور دینیہ" کے اعداد وشمار کے مطابق مختلف قسم کے تعلیمی اداروں (دینی، سرکاری، مقامی) میں تعلیمی سال ۱۹۹۵ء۔ ۱۹۹۶ء میں رجسٹر شدہ کل طلبہ وطالبات کی تعداد تقریباً پچانوے (۹۵) لاکھ تھی۔ جن کی اکثریت عربی زبان کے علوم پڑھتی ہے۔

"وفي المعاهد" الباسنتريانات" وهي أقدم مؤسسات التعليم الإسلامي في إندونيسيا والتي يبلغ عددها ٧٢٣٩ باسنتريناً، تضم ٣٢١٤٧ معلماً و ٢١٨٢٩ تلميذاً أو مريداً، فإن تعليم اللغة العربية يحتل مكانة

ھامة جداً لأنها مفتاح المعارف الإسلامية الأخرى التی تدرس فی الباسنترينات.(۹)

ترجمہ: ''پاسنتریںات'' نامی تعلیمی اداروں میں جوکہ انڈونیشیا میں اسلامی تعلیم کے قدیم ترین ادارے ہیں،عربی زبان انتہائی اہم مقام کی حامل ہے۔ کیونکہ یہ ان دیگر علوم اسلامیہ کی کنجی ہے جو ان ''پاسنتریںات'' میں پڑھائے جاتے ہیں۔ان ''پاسنترین'' اداروں کی تعداد۲۳۹۷، معلمین کی تعداد۳۲۱۴۷ اور ''تلامذہ ومریدین'' کی کل تعداد۲۱،۸۰،۲۰۱ ہے۔

انڈونیشیا میں سن ۱۹۶۰ء میں سرکاری اسلامی یونیورسٹیاں قائم کرنے کی ابتداء کی گئی:-

''وفی عام ۱۹۶۰م، أنشئت ''الجامعات الإسلامية الحكومية''. و فی البلاد الآن أربع عشرة جامعة، فی كل عاصمة، و بها كليات منتشرة فی جميع أنحاء إندونيسيا.

ويستطيع المتخرجون فی المدارس العالية مواصلة دراستهم فی الجامعات الإسلامية الحكومية. و تدرس اللغة العربية فی السنة الأولی فی جميع الكليات، ثم تصبح لغة التدريس فی الكليات الأخرى التی تقوم بتدريس العلوم الدينية. فلا تدرس اللغة العربية كمادة فيها. أما فی قسم اللغة العربية بكلية التربية و قسم الأدب العربی بكلية الآداب، فيستمر تدريس اللغة العربية حيث أنهما قسمان متخصصان فيها.(۱۰)

ترجمہ :- سن ۱۹۶۰ء میں "الجامعات الإسلامیۃ الحکومی" (Government Islamic Universities قائم کی گئیں۔ اور اب ملک میں ایسی چودہ یونیورسٹیاں قائم ہیں۔ یعنی ہر "دار الحکومت" میں ایک۔ نیز ان کے کلیات (Colleges / Faculties) بھی انڈونیشیا کے تمام اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اعلیٰ ثانوی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ ان "سرکاری اسلامی یونیورسٹیوں" میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکتے ہیں۔ ان کے تمام کلیات میں عربی زبان سال اول میں پڑھائی جاتی ہے۔ پھر یہ ان کلیات میں ذریعہ تعلیم کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے جو علوم دینیہ کی تدریس کے لئے قائم شدہ ہیں۔ پھر ان میں مختص مضمون کے طور پر عربی زبان کی تدریس نہیں کی جاتی۔ البتہ "کلیۃ التربیۃ" (Faculty of Education) کے "شعبہ عربی زبان" نیز "کلیۃ الآداب" (Faculty of Arts) کے "شعبہ ادب عربی" میں عربی زبان کی تعلیم جاری رہتی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں شعبے اس زبان میں تخصص کے حامل ہیں۔

"وزارت امور دینیہ" جاکرتا کے زیر انتظام قائم ۱۴ سرکاری اسلامی یونیورسٹیوں اور ستر سے زائد غیر سرکاری مقامی اسلامی یونیورسٹیوں "الجامعات الإسلامیۃ الأهلیۃ" کے علاوہ "جکارتہ یونیورسٹی" سمیت مختلف عمومی جامعات میں بھی "شعبہ ہائے عربی واسلامیات" قائم ہیں۔ جن میں عربی زبان وعلوم کی اعلیٰ سطح کی تعلیم (ایم اے، پی ایچ ڈی وغیرہ) دی جاتی ہے۔

نیز جکارتہ میں قائم سعودی ادارہ "معہد العلوم الإسلامیۃ والعربیۃ السعودی"

(Saudi Institute for Islamic and Arabic Studies) ملک بھر میں سرکاری وغیر سرکاری عربی اسلامی تعلیمی اداروں اور جمعیات کے تحت عربی زبان کی تعلیم کو مربوط و بہتر بنانے کے لئے اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ جس کے تحت لسانی سیمینار اور کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ نیز عربی زبان کی تعلیم کی کتب، ٹیپ شدہ اسباق اور تعلیمی بلیٹن شائع و تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور تربیتی کورسز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ ''وزارت امور دینیہ'' نیز ''وزارت تعلیم وثقافت'' بھی اس حوالے سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتی ہیں۔ (۱۱)

انڈونیشیا میں نئے انتخابات (اواخر ۱۹۹۹ء) کے بعد صدر عبدالرحمٰن واحد (الازھری) اور نائب صدر محترمہ میگاوتی سوئیکارنو پتری کی کابینہ تشکیل پانے کے بعد عربی زبان کو عمومی نظام تعلیم میں بھی لازمی تعلیمی زبان قرار دینے کا اعلان کیا گیا:۔

''لقد سعد كل مسلم بتصريح معالي وزير الشؤن الدينية بأن اللغة العربية ستصبح مادة إجبارية في جميع المدارس والنظم التعليمية. (۱۲)''

ترجمہ: ہر مسلمان کو عالی مرتبت وزیر امور دینیہ کے اس صریح اعلان پر خوشی ہے کہ عربی زبان تمام سکولوں اور نظام ہائے تعلیم میں عنقریب لازمی مضمون قرار پا جائے گی۔

انڈونیشیا میں اعلیٰ عربی و اسلامی تعلیم کے جو ادارے موجود ہیں، ان کے معیار کا اندازہ لگانے کے لئے مشرقی جاوا میں کونتور فونوروگو کے مقام پر ایک جدید تعلیمی ادارہ ''فندق مودرن'' یا ''المعهد العصری'' ایک اہم مثال ہے جس کے ''كلية المعلمين الإسلامية'' کی ثانویہ کی سند مصر و سعودی عرب کے ثانوی مدارس کی سند کے برابر تسلیم کی جا چکی ہے۔ (۱۳)

بعد ازاں اس کی ثانویہ کے بعد چار سال کی اعلیٰ تعلیم کی سند بھی مصری بی۔اے کی ڈگری "اللیسانس" کے برابر تسلیم کر لی گئی ہے:-

"وفي عام ١٩٨١م صدر قرار رئيس المجلس الأعلى للجامعات بجمهورية مصر العربية رقم ٣٢ بتاريخ ١/١٢/١٩٨١م بمعادلته درجة البكالوريوس من كلية اصول الدين بجامعة دار السلام (كونتور فونوروكو اندونيسيا) بدرجة الليسانس التي تمنحها "كلية دار العلوم" بجامعة القاهرة." (١٣)

ترجمہ: ١٩٨١ء میں عرب جمہوریہ مصر کی یونیورسٹیوں کی سپریم کونسل کے سربراہ کا یہ فیصلہ صادر ہوا، جس کا نمبر ٣٢ مورخہ ١/١٢/١٩٨١ء تھا، کہ جامعہ دارالسلام (کونتور فونوروگو، انڈونیشیا) کے "کلیہ اصول الدین" کی ڈگری بی۔اے کی اس ڈگری (لیسانس) کے برابر قرار دے دی گئی ہے جو قاہرہ یونیورسٹی کا "کلیہ دارالعلوم" عطا کرتا ہے۔

اس انسٹی ٹیوٹ میں ١٩٨٣ء میں ١٩٠٠ طلبہ زیر تعلیم تھے جن کا تعلق مختلف ممالک سے تھا:-

"بلغ عدد طلبة المعهد اليوم ألفاً وتسعمائة طالب (١٩٠٠) من جميع مقاطعات الجمهورية الإندونيسية ومن الدول المجاورة. والطلبة الأجانب الذين درسوا في المعهد أو مازالوا يدرسون فيه يأتون من أستراليا وماليزيا وتايلاند وسانج واليابان وسورينام وسراوك". (١٥)

ترجمہ:- انسٹی ٹیوٹ کے طلبہ کی تعداد آج ١٩٠٠ تک پہنچ گئی ہے جو جمہوریہ انڈونیشیا کے تمام علاقوں نیز ہمسایہ ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔

غیر ملکی طلبہ جو اس انسٹی ٹیوٹ میں تعلیم پا چکے ہیں یا اب بھی اس میں پڑھ رہے ہیں، آسٹریلیا، تھائی لینڈ، ساتج، جاپان، سورینام اور سراوک سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس تعلیمی ادارہ کے اساتذہ کی تعداد اس وقت (۱۹۸۳ء) ۱۷۵ تھی۔ جو عالمی شہرت کی حامل جامعات سے فارغ التحصیل ہیں:-

"بلغ عدد المدرسين بمدرسة كلية المعلمين الإسلامية و جامعة دار السلام بهذا المعهد مائة وخمسة وسبعون (١٧٥) مدرساً و معهم مؤهلات من جامعة القاهرة وجامعة عين شمس وجامعة الأزهر بمصر، والجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة بالمملكة العربية السعودية وجامعة مانتشير ببريطانية و الجامعة الإسلامية الحكومية باندونيسيا و الجامعة الحكومية باندونيسيا و جامعة دار السلام و كلية المعلمين الإسلاميه بالمعهد."(١٦)

ترجمہ: انسٹی ٹیوٹ کے مدرسہ كلية المعلمين الإسلامية اور "جامعة دار السلام" کے اساتذہ کی تعداد ایک سو پچھتر (۱۷۵) تک پہنچ گئی ہے۔ جن کے پاس مصر کی قاہرہ یونیورسٹی، عین شمس یونیورسٹی اور جامعۃ الازھر نیز سعودی عرب کی "اسلامک یونیورسٹی" مدینہ منورہ، برطانیہ کی مانچسٹر یونیورسٹی، انڈونیشیا کی گورنمنٹ اسلامک یونیورسٹی، گورنمنٹ یونیورسٹی، جامعہ دار السلام اور انسٹی ٹیوٹ کے "كلية المعلمين الإسلامية" کی ڈگریاں ہیں۔ یہ ادارہ تقریباً ساٹھ برس سے عربی و اسلامی علوم کی ترویج کر رہا ہے۔

تاریخ تأسیسہ

"١٢ ربیع الاول ١٣٤٥ھ ویعادل ٩ أکتوبر ١٩٢٦م. أسسه فضيلة الشيخ الحاج أحمد سهل، و كان يساعده أخواه فضيلة الحاج زين الدين فاني وفضيلة الشيخ إمام زركشي." (١٧)

ترجمہ:- ١٢ ربیع الاول ١٣٤٥ھ بمطابق ٩، اکتوبر ١٩٢٦ء کو اس کی بنیاد فضیلۃ الشیخ حاجی احمد سہل نے رکھی۔ اور ان کے دو بھائی جناب حاجی زین الدین فانی اور فضیلۃ الشیخ امام زرکشی ان کے معاون تھے۔

عربی زبان وعلوم کی تدریس واشاعت کے لیے انڈونیشیا کے طول وعرض میں قائم سرکاری وغیر سرکاری اسلامی جامعات وکلیات ومعاہد ومدارس ومساجد کے وسیع ومؤثر نظام کے علاوہ کئی ملین انڈونیشی باشندے عربی الاصل ہیں اور اب بعض مقامات پر عربی، سرکاری زبان کے طور پر بھی مستعمل ہے۔ بقول تونسی محقق مراد الطیب:-

" وتدرس ١٤ جامعة إسلامية حكومية في إندونيسيا باللغة العربية فضلاً عن عشرات الجامعات الأهلية، و مئات المعاهد الدينية بالعربية، بالإضافة إلى أن هناك ملايين السكان من أصول عربية، خاصة يمنية و عمانية، إضافة إلى إعتماد العربية لغة للتعامل في المؤسسات الرسمية بإقليم " اتشيه " الذى يضم ستة ملايين نسمة منذ تطبيق الشريعة الإسلامية في فبرائر ٢٠٠٢م. " (١٨)

ترجمہ:- دسیوں " مقامی اسلامی یونیورسٹیوں " اور سینکڑوں دینی معاہد

(Institutes) کے علاوہ چیدہ چیدہ "سرکاری اسلامی یونیورسٹیوں" کا ذریعہ تعلیم بھی عربی زبان ہے۔ (مزید برآں کئی ملین انڈونیشی باشندے عربی الاصل (بالخصوص یمنی و عمانی النسل) ہیں۔

نیز عربی زبان کو ساٹھ لاکھ افراد پر مشتمل ریاست "آشـــہ" میں فروری ۲۰۰۲ء میں نفاذ شریعت اسلامیہ کے بعد سرکاری اداروں میں نافذ العمل زبان کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔

۲ — ملائیشیا

دو کروڑ سے زائد آبادی پر مشتمل، انڈونیشیا کی ہمسایہ، مسلم اکثریتی مملکت ملائیشیا نے ۱۹۶۳ء میں برطانوی استعمار سے آزادی حاصل کی۔ اس کا دارالحکومت کوالالمپور ہے اور ملک کی سرکاری وقومی وتعلیمی زبان ''بھاسا ملائیشیا'' ہے۔ جو اسی ''ملائی'' زبان کا ملکی نام ہے جسے انڈونیشیا میں ''بھاسا انڈونیسیا'' کہتے ہیں۔ یہ انڈوملائی زبان انڈونیشیا وملائیشیا پر ہالینڈ اور برطانیہ کے اقتدار سے پہلے تک عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔ اور اب بھی انڈونیشیا میں بعض دینی مجلات وغیرہ کی عربی رسم الخط میں اشاعت کے علاوہ مقامی لہجوں (جاوی وغیرہ) کی تحریر میں مستعمل ہے۔ جبکہ ملائیشیا میں کئی اخبارات ورسائل عربی رسم الخط میں نکلتے ہیں۔ اور عربی اسلامی تعلیم وتدریس سے وابستہ لاکھوں افراد نیز تلاوت قرآن کے حامل کروڑوں افراد اس رسم الخط سے روشناس ہیں۔ حتی کہ اس عربی خط کے وسیع تر فروغ و احیاء کی مساعی بھی انڈونیشیا وملائیشیا میں روز افزوں ہے۔ نیز انڈوملائی زبان میں کثرت کے ساتھ عربی کلمات واصطلاحات مستعمل ہیں۔

ملائیشیا میں عربی بطور لازمی زبان ثانوی جماعتوں (مڈل) میں پڑھائی جاتی ہے:-

"تعلم اللغة العربية في المدارس المتوسطة و بعض الجامعات التي بها كليات للدراسات الإسلامية أو أقسام للغة العربية والحضارة الإسلامية. و أما في المدارس الابتدائية، ومدة الدراسة بها ست سنوات، فلاتعلم اللغة العربية، واكتفى بتعليم التلاميذ قراءة القرآن و علوم الدين. ولاشک في أنهم، خلال تعلمهم ذلک، يستمعون إلى ألفاظ عربية يفهمون معانى

بعضها، ويكتفون بترديد بعض العبارات العربية في الصلاة والدعاء .(١٩)

ترجمہ:- عربی زبان مدارس متوسطہ (Middle Classes) میں پڑھائی جاتی ہے۔ نیز بعض ان جامعات میں جہاں "علوم اسلامیہ" کی فیکلٹیاں یا "عربی زبان" اور "اسلامی تہذیب وثقافت" کے شعبے قائم ہیں۔ مگر پرائمری سکولوں میں جن میں مدت تعلیم چھ سال ہے، عربی زبان کی تعلیم نہیں دی جاتی، بلکہ طلبہ کو صرف تلاوت قرآن اور دینیات کی تعلیم دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ تعلیم کے دوران میں طلبہ عربی الفاظ سنتے ہیں جن میں سے بعض کے معانی بھی سمجھ لیتے ہیں۔ بہر حال وہ نماز ودعا میں بعض عربی عبارات دہرانے تک ہی محدود رہتے ہیں۔

ملائیشیا میں ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے عربی اسلامی مدارس ومعاہد وجامعات میں عربی زبان کی تعلیم کے علاوہ سرکاری جامعات میں بھی عربی زبان وادب" کے شعبے قائم ہیں۔ نیز "اسلامی کانفرنس کی تنظیم" کے تعاون سے قائم شدہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی (الجامعة الإسلامية العالمية") کے تمام شعبوں میں عربی زبان لازمی مضمون اور انگریزی کے ہمراہ، ذریعہ تعلیم ہے۔ علاوہ ازیں ملائیشیا کی ریاست کلانتان" میں "نیلم پوری" کے مقام پر مرکزی وزارت تعلیم کے زیر نگرانی "مركز اللغة العربية" قائم ہے:-

"وفي ولاية كلانتان، يوجد "مركز اللغة العربية" بنيلم بوري، وهو تحت إشراف وزارة التربية بالحكومة الفدرالية، وقد جهز بمختبر للغة ومكتبة وقسم للوسائل التعليمية وقاعات للدراسة والاجتماعات ومساكن للدارسين. ويقوم المركز بتدريب معلمي اللغة

العربية بالتعاون مع الجهات المعنية داخل البلاد و خارجها، كما يقيم ندوات ثقافية و مؤتمرات محلية و عالمية للنهوض بمستوى تعليم اللغة العربية في البلاد، كما يقوم بإعداد أسئلة إمتحانات تجريبية للمدارس الثانوية الوطنية و متابعة نتائجها كما يصدر صحيفة باللغة العربية "صوت نيلم بوري" توزع مجانا، كما يقوم بأنشطة أخرى هدفها تعليم اللغة العربية في البلاد. (۴۰)

ترجمہ:- ریاست کلانتان میں نیلم پوری کے مقام پر "مرکز لسان عربی" موجود ہے جو کہ وفاقی حکومت کی وزارت تعلیم کے تحت کام کرتا ہے۔ اس مرکز میں لینگویج لیبارٹری، لائبریری، شعبہ وسائل تعلیم، کلاس روم اور اجتماعات کے لئے ہال نیز پڑھنے والوں کے لئے ہاسٹلز موجود ہیں۔ یہ مرکز اندرون و بیرون ملک کے متعلقہ اداروں کے تعاون سے عربی زبان کے معلمین کی تربیت کا اہتمام کرتا ہے۔ نیز ملک میں عربی زبان کی تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے ثقافتی سیمینارز اور مقامی و بین الاقوامی کانفرنسوں کا بھی انتظام کرتا ہے۔ علاوہ ازیں "قومی ثانوی مدارس" کے لئے تجرباتی امتحانی سوالات بھی تیار کرتا ہے اور ان کے نتائج پر بھی توجہ دیتا ہے۔ نیز عربی زبان میں "صوت نیلم پوری" کے نام سے ایک صحیفہ بھی شائع کرتا ہے جو مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر سرگرمیاں بھی ہیں جن کا مقصد ملک میں عربی زبان کی تعلیم دینا ہے۔

ملائیشیا میں عربی زبان وخط کے فروغ کے لیے سرکاری و

غیر سرکاری سطح پر مذکورہ سابقہ مؤثر اقدامات کے علاوہ بھی عربی زبان وخط کے وسیع تر استعمال کا سلسلہ روز افزوں ہے:۔

" ويتمتع الحرف العربي في الأقاليم التي يحكمها "الحزب الإسلامي" في ماليزيا بوضعية خاصة إذ تكتب "اللغة الملاوية" بالحرف العربي ، وتستعمل العربية في الإدارات والمؤسسات الرسمية ، و خاصة التعليمية ، والجديرة بالذكر منها " الجامعة الإسلامية العالمية " بكوالالمبور ". (۲۱)

ترجمہ:۔ جن ریاستوں میں "حزب اسلامی" کی حکومت ہے، وہاں عربی رسم الخط کو خصوصی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ وہاں "ملائی زبان" عربی حروف میں لکھی جاتی ہے۔ نیز عربی زبان سرکاری اداروں، بالخصوص تعلیمی اداروں، میں بھی مستعمل ہے۔ جن میں سے " انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی" کوالالمپور بطور خاص قابل ذکر ہے۔

۳ — برونائی دارالسلام

جنوب مشرقی ایشیا کی مختصر مگر متمول و اہم مسلم مملکت " برونائی دارالسلام" (آبادی: تقریباً ساڑھے تین لاکھ، رقبہ: ۵۲۷۰ مربع کلومیٹر) نے یکم جنوری ۱۹۸۵ء کو برطانیہ سے مکمل آزادی حاصل کی۔

اس اسلامی مملکت کی سرکاری وقومی زبان بھی انڈونیشیا، ملائیشیا اور سنگاپور کی طرح "ملائی" زبان (Malay) ہے جو عربی ولاطینی دونوں رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ابتدائی وثانوی تعلیم میں عربی زبان کی بھی تدریس کی جاتی ہے اور اسے سرکاری و قومی وتعلیمی سطح پر قومی زبان کے ہمراہ خصوصی اہمیت حاصل ہے جبکہ انگریزی زبان بھی بطور مضمون پڑھائی جاتی ہے۔

عربی اسلامی مدارس کے وسیع سلسلہ کے علاوہ دارالحکومت "بندرسری بھگوان" میں بھی کچھ عرصہ پہلے عزت مآب سلطان حسن البلقیا کی حکومت نے ایک عظیم "عربی اسلامی مرکز" قائم کیا۔ نیز "برونائی یونیورسٹی" میں "عربی زبان وادب" اور "علوم اسلامیہ" کے شعبے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس سلسلہ میں "معهد السلطان عمر علی سیف الدین للدراسات الإسلامية" جامعة برونائی دارالسلام، بندر سری بھگوان بھی انتہائی ممتاز ومعروف ہے۔ (۴۲)

۴- مالدیپ

مملکت "مالدیپ" متعدد اہم جزیروں پر مشتمل اور جنوب مشرق ایشیا کے اسلامی ممالک میں شامل ہے۔ اس کی سرکاری وقومی زبان "مالدیپی (Dhivehi)" ہے۔ جبکہ عربی زبان کو بھی مالدیوی زبان کے ہمراہ دستوری اہمیت اور لازمی تعلیمی مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔ نیز ملک کے طول وعرض میں عربی اسلامی مدارس کا سلسلہ موجود ہے۔

مالدیپ کی موجودہ آبادی تین لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل اور رقبہ تقریباً تین سو مربع کلومیٹر ہے۔ انڈونیشیا، ملائیشیا اور برونائی دارالسلام کی طرح مالدیپ کے مسلمان بھی بطور مجموعی شافعی المذهب " اهل السنة و الجماعة " ہیں۔ مالدیپ کا دار الحکومت "مالے" ہے۔

مالدیپ کے صدر مملکت عزت مآب جناب مامون عبدالقیوم بذات خود "جامعة الأزهر" کے فارغ التحصیل اور عربی وانگریزی زبانوں کے ماہر ہیں۔ نیز دیگر مذہبی وقومی رہنما بھی عربی زبان سے کماحقہ واقف ہیں۔ (۲۳)

۵. بنگلہ دیش

بنگلہ دیش تیرہ (۱۳) کروڑ سے قریب تر آبادی پر مشتمل عظیم مسلم مملکت ہے۔ اس میں "مدرسہ بورڈ" کے زیر انتظام ہزاروں عربی اسلامی مدارس قائم ہیں۔ اور ان مدارس کا فکری تعلق بالعموم "دارالعلوم" دیوبند سے جاملتا ہے۔ ان مدارس سے اب تک لاکھوں طلبہ تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور اب بھی لاکھوں زیر تعلیم ہیں۔ علاوہ ازیں بنگلہ دیشی طلبہ مصر، سعودیہ نیز دیگر عرب و مسلم ممالک کی اسلامی جامعات میں بڑی تعداد میں زیر تعلیم ہیں۔ بنگلہ دیش میں دینی مدارس کا انتظام بڑا مربوط اور معیار اعلیٰ ہے۔ کئی سال پہلے بنگلہ دیش کی حکومت نے ہر مسجد میں قرآن مجید کی تعلیم کے لئے ملک بھر میں سرکاری طور پر اساتذہ بھرتی کرنے کا اعلان کیا تھا اور اطلاعات کے مطابق اس پر عملدرآمد جاری ہے۔ کئی سال پہلے (سابق صدر حسین محمد ارشاد کے دور میں) حکومت نے سکول کی سطح پر بعض جماعتوں میں عربی زبان کی تعلیم لازمی قرار دینے کا تعلیمی پالیسی میں اعلان کیا تھا۔ اگرچہ اس پر ابھی تک عملدرآمد نہیں ہوا مگر اس سے بنگلہ دیش کے اعلیٰ سرکاری حلقوں میں عربی زبان کی اہمیت تسلیم کرنے کا اندازہ ہوتا ہے۔ ڈھاکہ میں سعودی عرب اور "اسلامی کانفرنس کی تنظیم" کے تعاون سے علوم عربیہ واسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک عظیم الشان عربی اسلامی یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔ نیز ڈھاکہ یونیورسٹی، چٹاگانگ یونیورسٹی، راجشاہی یونیورسٹی اور دیگر جامعات میں "شعبہ ہای عربی واسلامیات" عرصہ دراز سے قائم و مؤثر ہیں۔

ڈھاکہ میں "اسلامی وزرائے خارجہ کانفرنس" کا انعقاد، عربوں سے بڑھتے ہوئے تجارتی و اقتصادی روابط، اسلامی کانفرنس میں سرگرم کردار ادا کرنے کی خواہش اور عربی زبان کی بین الاقوامی اہمیت، نیز کروڑوں بنگلہ دیشی مسلمانوں کی قرآن واسلام سے وابستگی، "پوتھی ادب" نیز "مسلم بنگلہ" کے قدیم عربی رسم الخط اور بنگلہ زبان پر عربی زبان و

خط کے قدیم وجدید اثرات جیسے مختلف دینی وثقافتی عوامل کی بناء پر اس بات کا واضح امکان ہے کہ مستقبل میں بنگلہ اور انگریزی کے ساتھ ساتھ، سابقہ فیصلہ کے تسلسل میں، اکثر مسلم ممالک کی طرح عربی زبان کی بھی لازمی تعلیمی زبان کی حیثیت سے تدریس کا عمومی انتظام کر دیا جائے گا۔ اور اقتدار خواہ کسی بھی فرد یا جماعت کے ہاتھوں میں ہو، عربی زبان کی لازمی تعلیم ایک ناگزیر ضرورت قرار پائے گی۔ نیز بھارتی بنگال میں بنگلہ اور ہندی زبان و خط کی بیک وقت سرکاری وقومی حیثیت کے متوازی مسلم اکثریتی بنگلہ دیش میں دینی وثقافتی و تاریخی حوالوں سے عربی کو بنگلہ کے ہمراہ دوسری سرکاری وقومی زبان قرار دیا جانا بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ متعدد دلائل وشواہد کی رو سے عملاً اب بھی عربی زبان وخط کو بنگلہ کے ہمراہ ثانوی زبان وخط کی حیثیت سے سرکاری وقومی وتعلیمی سطح پر خصوصی پذیرائی و سرپرستی حاصل ہے، جس کا اندازہ ''بنگلہ دیش کے دینی مدارس'' کے بارے میں درج ذیل رپورٹ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے:۔

بنگلہ دیش کے دینی مدارس

دنیا میں، عالم اسلام میں سب سے زیادہ عربی مدارس، مدارس کے اساتذہ اور مدارس کے طلبہ بنگلہ دیش میں ہیں۔ یہ امتیاز کسی اور مسلمان ملک کو حاصل نہیں ہے۔ اس وقت بنگلہ دیش میں ساٹھ (۶۰) لاکھ ایسے افراد ہیں جو کسی نہ کسی حیثیت سے مدارس سے وابستہ ہیں۔

بنگلہ دیش میں تین طرح کے مدارس ہیں:

ایک، وہ جو حکومت سے کوئی امداد اور تعاون نہیں لیتے نجی ہیں۔ ان کو ''قومی یا خارجی مدارس'' کہتے ہیں۔

دوسرے ''عالیہ مدارس'' ہیں جو نجی ہیں مگر حکومت سے اعانت وصول کرتے ہیں۔

تیسرے، خالصتاً ''سرکاری مدارس'' ہیں جن کی تعداد چار ہے۔ ان کو بھی ''عالیہ

مدرسہ" کہا جاتا ہے ایسے "عالیہ مدرسے" ڈھاکہ، بوگرہ، راج شاہی، اور جیسور میں ہیں۔

"قومی مدرسوں" کی تعداد ۶ ہزار ۵ سو ہے۔ یہاں مکمل "درس نظامی" پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں سے تیس فیصد مدارس میں دورہ حدیث بھی ہوتا ہے۔ ۱۹۹۳ء میں ایسے مدارس کی تعداد ۱۲ یا ۱۳ فیصد تھی جہاں دورہ حدیث کا انتظام تھا اس اضافے کی وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے بنگلہ دیش کے علماء کی بہت بڑی اکثریت درس نظامی مکمل کر کے دورہ حدیث کے لیے دیوبند جایا کرتی تھی لیکن بھارتی حکومت نے اس خطرے کے پیش نظر کہ یہ سارے لوگ آئی ایس آئی کے ایجنٹ کے طور پر بھارت جائیں گے ویزے بند کر دیے۔ اس کے نتیجے میں بنگلہ دیش میں مدارس نے خود "دورہ حدیث" کے انتظام کیے۔ اس وقت صرف ڈھاکہ میں ۲۸ مدارس ہیں جہاں "دورہ حدیث" ہوتا ہے۔ قومی مدارس کے اساتذہ کی تعداد ایک لاکھ ۳۰ ہزار اور طلبا کی تعداد ۱۳ لاکھ ۹۲ ہزار ۵ سو ہے۔

"عالیہ مدارس" میں "درس نظامی" کے ساتھ جدید علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ ان مدارس کو حکومت، اساتذہ کی تنخواہوں کا ۸۰ فیصد اور توسیع و ترقی کے لیے ۷۵ فیصد تک امداد دیتی ہے۔ یہ مدارس پوری طرح سے نجی ہیں لیکن ان کے امتحانات ملکی اور داخلی سطح پر ایک "مدرسہ ایجوکیشن بورڈ" لیتا ہے جو حکومت کا ادارہ ہے ان مدارس کی تعداد ۹ ہزار ۹ سو ۶ ہے ان میں اساتذہ کی تعداد ایک لاکھ ۱۷ ہزار ۲ سو ہے، جب کہ طلبا کی تعداد ۱۸ لاکھ ۸۷ ہزار ۳ سو ہے۔

چار سرکاری "عالیہ مدارس" میں طلبہ کی تعداد اوسطاً ۳ ہزار ہے۔ ان کے اخراجات سو فیصد حکومت کرتی ہے۔ طالبات کے لئے قومی مدارس کی تعداد ۲۰۰ کے قریب ہے۔ طالبات کے ان مدارس میں مکمل درس نظامی پڑھایا جاتا ہے دلچسپ بات یہ ہے کہ ان مدارس میں ۴۰ فیصد اساتذہ خواتین ہیں جو خود عالمہ دین ہیں۔

ایک عمل جو جنرل ارشاد کے زمانے میں شروع ہوا وہ ابتدائی مدارس / مکتب کا قیام ہے جو مسجدوں سے بھی منسلک ہیں اور مسجدوں سے الگ بھی ہیں۔ اس وقت ایک

اندازے کے مطابق ان کی تعداد ۱۸ ہزار ہے۔ ان میں اساتذہ کی تعداد ۸۵ ہزار ہے اور طلبا کی تعداد ۲۰ لاکھ ہے۔

اس طرح ابتدائی، قومی، عالیہ، سرکاری و غیر سرکاری سب ملا کر تقریباً ۳۳ ہزار مدارس ہیں اور ان میں طلبا کی اور اساتذہ کی مجموعی تعداد ساٹھ (۶۰) لاکھ ہے۔

تمام قومی مدارس میں انگریزی زبان لازمی قرار دی گئی ہے۔ اس وقت کوئی بھی ایسا قومی مدرسہ نہیں ہے جس میں انگریزی زبان نہ پڑھائی جاتی ہو۔ ان مدارس میں انگریزی کی تدریس کے معیار میں ضرور فرق ہوگا، کسی میں بہتر ہے کسی میں کم بہتر، لیکن پڑھائی ہر جگہ جاتی ہے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ تمام قومی مدارس میں پرائمری ایجوکیشن تدریس کا حصہ بنا دی گئی ہے۔ پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ طلبا کو براہ راست "درس نظامی" میں لیا جاتا تھا۔ اب پرائمری تعلیم "درس نظامی" کا لازمی حصہ بن گئی ہے۔ جو بچہ پرائمری اسکول سے شروع کرتا ہے اسے سائنس، سوشل، جغرافیہ، انگریزی زبان، بنگلہ زبان، سب پڑھایا جاتا ہے۔ پرائمری کا یہ سارا نصاب پڑھ کر طالب علم "درس نظامی" میں جاتا ہے۔

تقابل ادیان سارے مدارس میں شامل کر لیا گیا ہے۔ بنگلہ دیش میں تقابل ادیان سے مراد یہودیت، عیسائیت، بدھ ازم اور ہندو ازم ہے۔ ایک اور تبدیلی جو آئی ہے وہ یہ کہ مدارس پاکستان کی طرح اپنے اپنے وفاق میں شامل ہیں اس وقت دو بڑے وفاق ہیں۔ ایک "وفاق المدارس" ہے جس کا صدر مقام پوٹھیاں مدرسہ ہے جو چٹاگانگ کے پاس ہے۔ دوسرا "انجمن اتحاد المدارس" ہے جس کا صدر مقام ڈھاکہ میں ہے۔ ایک کے ساتھ ایک ہزار ۱۵ سو اور دوسرے کے ساتھ ۸۵۰ مدارس کا الحاق ہے۔ یہ دونوں وفاق ہر سال کے امتحان الگ لیتے ہیں اور فاضل امتحان الگ لیتے ہیں۔ پورے بنگلہ دیش میں ایک وقت میں امتحانات ہوتے ہیں۔ امتحانی مراکز، نگران اور سپروائزر سب خود مقرر کرتے ہیں اور سندیں وفاق کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ ایک بڑی تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ داخلے امتحان سب پیشہ ورانہ انداز سے ہو رہے ہیں۔ تین چار مدرسے ایسے ہیں جن کا سارا ڈیٹا کمپیوٹر پر

موجود ہے۔

کئی مدارس میں ٹیکنیکل ایجوکیشن بھی بڑی حد تک ہے۔ "آنحہ ہزاری مدرسہ" بھارت بلکہ پورے برِ عظیم میں دوسرا بڑا مدرسہ ہے، دیو بند سے ۷ سال بعد قائم ہوا۔ اس کی صد سالہ گرہ ابھی منائی جانے والی ہے۔ اس میں ٹیکنیکل ایجوکیشن کا پورا انتظام ہے۔ ٹیکنیکل سے مراد محض جلد بندی نہیں ہے، بلکہ باقاعدہ ان کو جدید ٹیکنیکل مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے۔ "پھلیاں مدرسہ" جو ۱۹۳۷ء میں قائم ہوا اس میں بھی ٹیکنیکل تعلیم دی جاتی ہے۔ "پھلیاں مدرسہ" میں، میں نے دیکھا کہ تقریباً ۵۰ فیصد طالب علم ایسے تھے جو فاضل اگر یجویٹ ہونے کے بعد کسی بھی ہسپتال میں جا کر میڈیکل پریکٹیشنر کے طور پر کام کر سکتے تھے۔ ہر شخص کو انجکشن لگانا آتا تھا مریضوں کو بھی انسانوں کو بھی۔ ہر شخص بنیادی طبی کورس کر چکا ہوتا ہے۔

اے زیڈ ایم شمس العالم صاحب جو "العرفہ اسلامی بنک" کے چیئرمین ہیں، انھوں نے مجھے بتایا کہ دو سال پہلے انھوں نے قومی مدرسوں سے "درس نظامی" کے فارغ گریجوایٹس کو اپنے بنک میں آفیسر کے طور پر لیا۔ اس وقت ان کے بنک میں ساٹھ (۶۰) افسر ہیں جن کے پاس کوئی انگریزی کی تعلیم نہیں تھی۔ انھوں نے کسی کالج یا یونیورسٹی سے بی اے یا ایم اے نہیں کیا تھا۔ "درس نظامی" کے فارغ التحصیل تھے۔ انھوں نے ان ۶۰ طالب علموں کو ۶ ماہ کی ٹریننگ دی۔ میرے اس موجودہ دورے کے دوران انھوں نے مجھے ان سے ملوایا۔ ان کے مینیجنگ ڈائرکٹر کا یہ کہنا تھا کہ ان کی پیشہ ورانہ کارکردگی جدید پڑھے لکھوں سے بدرجہا بہتر تھی۔ وہاں ایک راستہ یہ بھی کھل رہا ہے اور اس پر یہاں ہمیں سوچنا چاہیے۔

"عالیہ مدارس" کی روایت کو دیکھنا چاہیے۔ "عالیہ مدرسہ" میں میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے، ان چار سطحوں تک تعلیم دی جاتی ہے۔ اسے "داخل، عالم، فاضل اور کامل" کہتے ہیں۔ بنگلہ دیش کی حکومت نے "داخل" کو میٹرک کے اور "عالم" کو انٹرمیڈیٹ کے برابر تسلیم کر لیا ہے نتیجتاً عالیہ مدرسے کے ۸۰ فیصد گریجوایٹس قومی تعلیم کے دھارے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ ڈھاکہ یونیورسٹی، چٹاگانگ

یونیورسٹی اور راج شاہی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیتے ہیں اور پھر اپنے اپنے مضامین میں بی اے، ایم اے کر لیتے ہیں اس وقت بنگلہ دیش کی سول سروس، آرمی، پرائیوٹ سیکٹر میں، بنک کاری میں بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو عالیہ مدرسوں کے گریجوایٹس ہیں۔ وہ "درس نظامی" کے مکمل طور پر ماہر ہیں۔ مزید یہ کہ انھوں نے ایف اے، بی اے سطح کے مضامین بھی پڑھے ہوئے ہیں۔ اس وقت ڈھاکہ، راج شاہی، چٹاگانگ، جہانگیر نگر، ان ساری یونیورسٹیوں میں فارسی، اردو، عربی، اسلامی تاریخ، اسلامیات، ان تمام شعبوں کے ۱۰۰ فیصد اساتذہ عالیہ مدرسوں کے گریجوایٹس ہیں۔ پاکستان کی یونیورسٹیوں میں اس کا بہت کم امکان پایا جاتا ہے۔ عالیہ مدرسوں سے بہت سے نامی گرامی لوگ نکلے ہیں اس وقت بنگلہ دیش کے جو چوٹی کے اہل علم و دانش ہیں، ان کی خاصی بڑی تعداد "عالیہ مدارس" سے نکلی ہے میرپور ڈھاکہ میں ایک مدرسہ حال ہی میں تعمیر کیا گیا ہے جس کا نام ہے "دار الارشاد مدرسہ"۔ اس مدرسے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف کالج گریجوایٹس کو داخلہ دیا جاتا ہے پہلے آپ کے پاس یونیورسٹی کی ڈگری ہو، پھر آپ کو "درس نظامی" میں داخلہ دیا جائے گا۔

میرپور ڈھاکہ میں ایک اور مدرسہ دو سال سے قائم ہے اس کا نام ہے "ڈھاکہ کیڈٹ مدرسہ"۔ اس میں عام مضامین کے لیے ذریعہ تعلیم انگریزی ہے اور اسلامی علوم کے لیے عربی۔ میں اس مدرسے میں گیا اور آپ یقین کیجیے کہ ان کے طلبا ڈھاکہ یونیورسٹی کے گریجوایٹس سے بہت بہتر، بے انتہا خوب صورت انگریزی بولتے تھے بلکہ ان کے علم کی وسعت بھی یونیورسٹی گریجوایٹس کے مقابلے میں بہتر تھی۔ یہ مدرسہ اور اس طرح کے دو تین مدرسے عنقریب چٹاگانگ میں شروع کیے جانے والے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس مدرسے کا گریجویٹ بنگلہ دیش کے چوٹی کے انگلش میڈیم اسکولوں کے گریجوایٹس کے مقابلے میں کھڑا ہو سکتا ہے۔

ایک آخری بات، میں ڈھاکہ میں تھا جب وزیر خزانہ کبریا نے اس سال کا بجٹ

پیش کیا۔ اخبار پر نظر پڑی کہ بجٹ میں ۵ سو کروڑ "ٹکا" (Rupees) مدارس کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔(۴۵)

❁❁❁

بنگلہ دیش کے تاریخی تناظر میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کی وفات (۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء، کراچی) کے بعد جب متحدہ پاکستان میں قومی زبان کے مسئلہ پر "اردو۔ بنگلہ" نزاع شدت اختیار کر گیا تو "مشرقی پاکستان" کے علماء و قائدین و ارکان پارلیمنٹ نے عربی کو پاکستان کی قومی زبان قرار دینے کی پرزور حمایت کی تھی۔ اور اس سلسلہ میں "جمعیت حزب اللہ" مشرقی پاکستان، نے مولانا ادریس صاحب کی زیر صدارت اپنے اجلاس منعقدہ سلہٹ (جنوری ۱۹۵۱ء) میں اور "جمعیت علمائے اسلام" مشرقی پاکستان، کی کانفرنس منعقدہ سلہٹ (جنوری ۱۹۵۱ء، زیر صدارت مولانا سید سلیمان ندوی) نیز "مشرقی پاکستان مسلم لیگ" کی کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۱ جنوری ۱۹۱۵ء میں الگ الگ قراردادیں منظور کرتے ہوئے عربی کو پاکستان کی قومی زبان قرار دینے کا مطالبہ کیا۔

اسی حوالے سے ۱۵ فروری ۱۹۵۱ء، کو کراچی میں **"موتمر العالم الاسلامی"** کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ہز ہائی نس سر سلطان محمد شاہ آغا خان (سابق صدر "آل انڈیا مسلم لیگ" "و لیگ آف نیشنز" و "امام شیعہ اسماعیلیہ") نے اسلام اور عالم اسلام کے خصوصی حوالے سے عربی کو پاکستان کی مشترکہ قومی زبان کے طور پر اختیار کرنے کے حق میں دلائل دیے۔

بعد ازاں ۷ مئی ۱۹۵۴ء کو "دستور ساز اسمبلی" کے اجلاس میں وزیراعظم جناب محمد علی بوگرہ (بنگالی) نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ میں آٹھویں باب کے بعد جس نئے باب کے اضافے کی ترمیم پیش کی، اس کی شق نمبر ۴ اور ۵ درج ذیل تھی:۔

۴۔ ثانوی مدارس میں عربی، اردو اور بنگالی کی تعلیم کا انتظام ہونا چاہیے۔

۵۔ مملکت کو ایک مشترکہ قومی زبان کو ترقی دینے کی تمام تدابیر اختیار کرنا چاہئیں۔(۴۶)

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ کہ بنگلہ دیش کے ہزاروں عربی اسلامی مدارس میں زیر تعلیم لاکھوں طلبہ مذکورہ سہ لسانی نظام تعلیم کے تحت بیک وقت عربی، بنگلہ اور انگریزی، تینوں زبانوں اور ان کے رسم الخط کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور بنگلہ زبان کو جدید بنگالی رسم الخط کے علاوہ "قرآنی عربی خط" میں لکھنے پڑھنے پر بھی قادر ہو جاتے ہیں، جب کہ عمومی تعلیمی اداروں میں اسلامی دین وثقافت کے حوالے سے ابتدائی، ثانوی اور جامعی سطح پر عربی زبان و خط کی تعلیم کا موثر تر انتظام اور بنگلہ کے ہمراہ عربی کو بھی بحیثیت "لسان دین و امت و ثقافت" سرکاری وقومی (مساوی یا ثانوی) زبان قرار دینا ہنوز تشنہ تکمیل ہے مگر اس جانب شعوری و غیر شعوری پیشرفت مختلف اسباب وعوامل کی بناء پر جاری و ساری اور روز افزوں ہے۔

ب ۔ وسط ایشیائی مسلم ممالک

(پاکستان، ایران، افغانستان، بلاد ترکستان، ترکیہ وغیرہ)

شرق اوسط سے مربوط وسط ایشیا کا مردم خیز خطہ وسیع تر مفہوم میں پاکستان و افغانستان، ایران و آذربائیجان اور ترکیہ و ترکستان نیز بعض متصل علاقوں پر مشتمل ہے۔ جبکہ ترکستان میں مشرقی ترکستان (چینی ترکستان / سنکیانگ) نیز مغربی ترکستان کے آزاد مسلم ممالک (ازبکستان، تاجکستان، ترکمانیہ، کرغیز یا قازقستان) شامل ہیں اور یہ دس ممالک وسط ایشیائی علاقائی تعاون کی تنظیم "ایکو" (Economic Cooperation Organization) کے ارکان ہیں۔ (جبکہ "ترک جمہوریہ قبرص" بھی اس تنظیم میں شامل ہے۔) نیز جغرافیائی وثقافتی حوالوں سے نہ صرف غیر مسلم اکثریت کے ممالک جارجیا اور آرمینیا اس خطے میں شامل ہیں، بلکہ روسی فیڈریشن کے اندر واقع خود مختار مسلم اکثریتی اکائیاں (چیچنیا، انگوشیا، داغستان، تاتارستان، شمالی اوسیٹیا، کریمیا، کاکیشیا، کراچائی چرکیسیا وغیرہ) بھی ترکستان و یورپ کے اتصال پر اسی وسط ایشیائی خطہ کا مذہبی وثقافتی جزو و تسلسل ہیں۔ یہ بطور مجموعی دو کروڑ سے زائد مسلم آبادی پر محیط اور باہم متصل مسلم اکائیوں پر مشتمل خودمختار روسی منطقہ ہے۔

دس سے زائد مسلم ممالک ومناطق پر مشتمل وسط ایشیائی خطہ اسی لاکھ مربع کلومیٹر سے زائد رقبہ اور کم وبیش چالیس کروڑ آبادی پر مشتمل ہے۔ جس میں اردو، فارسی اور ترکی تین اہم ترین زبانیں ہیں۔

اردو زبان پاکستان وکشمیر کے پندرہ کروڑ سے زائد افراد اور فارسی زبان، ایران ، افغانستان و تاجکستان کے تقریبا دس کروڑ افراد کی زبان ہے۔ جبکہ ترکی زبان، ترکیہ و ترک قبرص و آذربائیجان، ترکمانیا و ازبکستان' کرغیز یا و کزاخستان، چینی ترکستان و روسی

تاتارستان وغیرہ کے تقریباً پندرہ کروڑ افراد کی زبان ہے۔

اردو اور فارسی کا رسم الخط اور غالب ذخیرہ الفاظ و اصطلاحات عربی سے ماخوذ ہے، جبکہ ترکی زبان کے مختلف لہجے عربی و لاطینی نیز روسی و چینی رسم الخط کے حامل ہیں۔

عربی زبان و خط نہ صرف وسط ایشیائی مسلم زبانوں اور بولیوں بالخصوص اردو، فارسی اور ترکی و ترکستانی کی بنیاد ہیں، بلکہ ان ممالک میں موجود لاکھوں دینی مدارس و جامعات میں بھی عربی زبان و علوم کی تدریس کا وسیع سلسلہ موجود ہے۔ علاوہ ازیں فروغ عربی کے لئے ان ممالک میں کئے گئے اہم اقدامات کا خلاصہ مختصراً یوں ہے:-

۱۔ پاکستان

۱۴، اگست ۱۹۴۷ء / ۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ (لیلۃ القدر، شب جمعۃ الوداع) قائداعظم محمد علی جناحؒ کی زیر قیادت آزادی حاصل کرنے والے اسلامی جمہوری پاکستان کا بیشتر حصہ (سندھ و بلوچستان تا ملتان) اموی خلیفہ ولید بن عبدالملکؒ (۸۶-۹۶ھ) کے دور خلافت میں امیر عراق حجاج بن یوسف کے بھتیجے محمد بن قاسم کی زیر قیادت (۹۲-۹۳ھ/ ۷۱۱-۷۱۳ء) فتح ہو کر خلافت اسلامیہ کا جزو بنا اور یہاں عربی زبان و خط کو سرکاری و عمومی حیثیت حاصل ہوئی۔ بعدازاں متحدہ پنجاب و کشمیر سمیت موجودہ پاکستان پر مشتمل پورا خطہ غزنوی فاتحین کے ہاتھوں فتح ہو کر سلطنت اسلامیہ (۹۹۸-۱۸۵۷ء) کا جزو قرار پایا۔ پس عربی زبان ابتدائی چند صدیوں میں سرکاری و عمومی زبان کے طور پر رائج رہنے کے بعد فارسی بطور عمومی ایک ہزار سال تک فارسی کے ہمراہ مختلف دینی، تعلیمی و ثقافتی و عمومی شعبہ ہائے حیات میں نافذ و مستعمل رہی ہے۔ اور آج بھی چودہ کروڑ سے زائد آبادی پر مشتمل پاکستان کے کروڑوں مسلمان نماز و قرآن و حدیث کے حوالے سے عربی زبان سیکھتے ہیں۔ نیز عربی نہ صرف نماز و قرآن و حدیث اور علوم امت اسلامیہ کی دائمی زبان ہے، بلکہ اردو اور فارسی سمیت پاکستان کی تمام زبانوں کا رسم الخط اور ان کے الفاظ و اصطلاحات کا وسیع ذخیرہ بھی عربی سے ماخوذ ہے، اور علمی و دینی نیز قومی و ثقافتی ہر لحاظ سے عربی زبان، اردو کے ہمراہ پاکستان کی "لسان اساسی" قرار پاتی ہے۔

پاکستان کے طول و عرض میں ہزاروں عربی اسلامی مدارس و جامعات کے وجود کے علاوہ عمومی تعلیمی نظام میں بھی اردو اور انگریزی کے ہمراہ عربی زبان کو روز افزوں اہمیت دی جا رہی ہے۔ مشہور ادیب و استاذ و محقق ڈاکٹر احسان حقی "دستور پاکستان ۱۹۷۳ء" کے حوالے سے رقمطراز ہیں:-

"علی الدولة أن تبذل کل جهودها فی سبیل مسلمی پاکستان:

(أ) بأن تجعل القرآن الکریم و العلوم الإسلامیة إجباریة، وأن تشجع علی تعلم اللغة العربیة و تسهلها، وأن تساعد علی طبع الکتب القیمة و علی نشر القرآن الکریم". (۲۷)

ترجمہ:- ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانان پاکستان کے سلسلہ میں اپنی تمام تر مساعی اس بات میں صرف کرے کہ:-

ا- قرآن کریم وعلوم اسلامیہ کی تعلیم لازمی قرار دے،

نیز عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی اور اس کے لیے سہولتیں فراہم کرے۔

اور اشاعت قرآن کریم نیز اہم کتب کی طباعت کا انتظام کرے۔

دستور پاکستان ۱۹۷۳ء میں شامل "نفاذ شریعت ایکٹ ۱۹۹۱ء" (شق ۶، ج) میں بھی عربی زبان کی تعلیم کو ریاستی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے:-

"۶- ریاست درج ذیل مقاصد کے لیے مؤثر انتظامات کرے گی:-

(ج) عربی زبان کی تعلیم دینا۔ (۲۸)

چنانچہ پاکستان میں ۱۹۸۲ء سے شروع ہونے والے تعلیمی سال سے عربی زبان کو چھٹی سے دسویں جماعت تک اور بتدریج ایف۔ اے تک لازمی تعلیمی مضمون قرار دینے کا اعلان کیا گیا۔ گویا سات سال تک عربی کی تعلیم لازمی ہوگی:-

"صدر القرار الرئاسی القاضی بجعل اللغة العربیة مادة

أساسية في جميع مدارس الباكستان إبتداء من الصف السادس إلى الصف الثاني عشر. وينفذ هذا القرار من أبريل ١٩٨٢م". (٢٩)

ترجمہ:- وہ صدارتی حکم جاری ہوا جس کی رو سے عربی زبان پاکستان کے تمام سکولوں میں چھٹی سے بارہویں جماعت تک لازمی مضمون ہوگی۔اس فیصلہ کا نفاذ اپریل ۱۹۸۲ء سے کیا جائے گا۔

۱۹۸۲ء کے بعد پاکستان کے ثانوی مدارس میں چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت میں عربی بطور لازمی زبان بالعموم پڑھائی جارہی ہے اور تمام ترکاٹوں اور مشکلات کے باوجود آئندہ چند سالوں میں عربی کی تدریس چھٹی سے بارہویں جماعت تک سات سالہ تعلیم میں جاری وساری ہونے کا کافی امکان ہے۔بلکہ پرائمری کی پانچ جماعتوں میں بھی ناظرہ قرآن اور دینیات کی تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے عربی زبان کی ایسی درس وتدریس لازمی قرار پانا ناگزیر ہے جو بیک وقت فہم قرآن اور جدید ضروریات کی مستحکم بنیاد ثابت ہو۔

نیز اسلام آباد میں ۱۹۸۰ء میں " الجامعة الإسلامية العالمية " (International Islamic University) کا قیام جہاں عربی ہر شعبہ وکلیہ میں لازمی اور انگریزی کے ہمراہ ذریعہ تعلیم ہے،اور دینی مدارس کی اعلیٰ سند " شهادة العالمية في العلوم الإسلامية والعربية" کو "وفاقی وزارت تعلیم" کی جانب سے ۱۹۸۲ء میں ایم۔اے عربی واسلامیات کے برابر سرکاری طور پر تسلیم کرنا بھی فروغ عربی کے سلسلے میں اہم اقدامات ہیں۔

""آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی" نے گریجویشن کی سطح پر بھی عربی کو لازمی مضمون قرار دے دیا ہے اور عرصہ دراز سے اس پر عملدرآمد جاری ہے۔

مختلف مراحل تعلیم میں عربی زبان کی براہ راست لازمی واختیاری تدریس کے علاوہ پاکستان اور آزاد کشمیر کے تمام سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی اداروں میں پہلی سے چودھویں

جماعت (گریجوایشن) تک "اسلامیات" کے لازمی مضمون میں بھی قرآنی آیات و سور نیز احادیث نبویہ شامل نصاب ہیں۔ ۱۹۹۹ء میں پاکستان کی "وفاقی وزارت تعلیم" نے پہلی سے بارھویں جماعت تک لازمی "تدریس القرآن" پر مبنی جو نیا نصاب مرتب کیا اس میں پہلی سے پانچویں تک قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ چھٹی سے بارھویں جماعت تک "ترجمہ معانی قرآن" اور عربی قواعد کی تعلیم کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔

علاوہ ازیں پاکستان میں ایم اے اسلامیات کی تعلیم میں بھی عربی زبان و قواعد کا ایک لازمی پرچہ بالعموم شامل ہے۔ نیز میٹرک، ایف اے اور بی اے کی سطح پر عربی بحیثیت اختیاری مضمون بھی موجود ہے۔ اور جامعہ پنجاب سمیت اکثر پاکستانی جامعات میں شعبہ ہای عربی و اسلامیات قائم و موثر ہیں، جن میں عربی زبان اور عربی ذریعہ تدریس کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ جب کہ جامعہ پنجاب، لاہور سمیت مختلف جامعات میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی (فارسی و اردو وغیرہ) کے نصابات میں بھی عربی زبان و قواعد و ادب کی تعلیم و تحقیق کو روز افزوں اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔

ضمناً یہ بھی واضح رہے کہ پاکستان کے تمام جامعاتی شعبہ جات میں اولین و قدیم ترین شعبہ "شعبہ عربی" جامعہ پنجاب ہے جو سن ۱۸۷۰ء میں "اورینٹل کالج" لاہور کی تاسیس کے وقت اس ادارہ میں "شعبہ سنسکرت" (۱۸۷۰-۱۹۳۷ء) کے ہمراہ قائم کیا گیا۔ پھر موجودہ پاکستان کی پہلی یونیورسٹی "جامعہ پنجاب" لاہور کی تاسیس (۱۸۸۲ء) کے بعد "اورینٹل کالج" جامعہ پنجاب میں شامل کر دیا گیا۔

شعبہ عربی کے تحت "فاضل عربی" وغیرہ کی کلاسیں جاری رہیں۔ ۱۸۸۸ء میں ایم اے عربی کی کلاسوں کا اجراء ہوا۔ بعد ازاں پی ایچ ڈی کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ چنانچہ گزشتہ ایک سو تیس سال سے زائد عرصہ میں (۱۸۷۰-۲۰۰۲ء) ہزاروں طلبہ و طالبات "ایم اے عربی" اور سینکڑوں محققین "پی ایچ ڈی عربی" کی ڈگری حاصل کر کے اندرون و بیرون ملک عربی زبان و علوم کے فروغ میں موثر کردار ادا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ (۳۰)

۲ – ایـران

"اسلامی جمہوریہ ایران" کے دستور میں جو ۱۹۷۹ء میں منظور کیا گیا، فارسی کے ساتھ ساتھ دورۂ متوسط میں (یعنی ساتویں سے بارہویں جماعت تک) عربی زبان کو بھی لازمی مضمون قرار دیا گیا ہے۔ دستور کے الفاظ یہ ہیں:-

"از آنجا کہ زبان قرآن و علوم و معارف اسلامی عربی است و ادبیات فارسی کاملاً با آں آمیختہ است، ایں زبان باید پس از دورہ ابتدائی تا پایان دورہ متوسطہ در ہمہ کلاسہا و در ہمہ رشتہ ہا تدریس شود" (۳۱)

ترجمہ:- عربی چونکہ قرآن اور علوم و معارف اسلامی کی زبان ہے نیز فارسی ادبیات میں بھی اس کی مکمل آمیزش ہے، اس لئے لازم ہے کہ دورہ ابتدائی کے بعد سے ثانوی تعلیم کے اختتام تک تمام درجوں اور شعبوں میں لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جائے۔

علاوہ ازیں "حوزہ علمیہ" قم سمیت ایران کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے عربی مدارس و جامعات، دانشگاہ تہران اور دیگر جامعات میں عربی زبان و ادب نیز علوم اسلامیہ کے شعبہ جات، ایرانی خوزستان میں عربی بحیثیت مادری و علاقائی زبان، عربی زبان و خط کے فارسی زبان و خط پر وسیع اثرات نیز اہل ایران کی صدیوں پر محیط ہزاروں عربی تصانیف وہ چند اشارات ہیں جن سے ساڑھے چھ کروڑ سے زائد آبادی پر مشتمل مملکت ایران میں عربی زبان کے غلبہ و تاثیر کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں تائید مزید کے لیے تونسی محقق مراد الطیب کا درج ذیل بیان (بعد ستمبر ۲۰۰۱ء) بھی ملاحظہ ہو:-

" و يشير إلى أن هناك خمسون (۵۰) صحيفة و مجلة تصدر بالعربية في إيران ، و ان عدد المؤسسات التي تطبع الكتاب العربي و تقوم بتحقيق مخطوطاتها تبلغ ست عشرة (۱۸) مؤسسة ، وهناك حو الى مائة (۱۰۰) دار نشر عربية تصدر آلاف المطبوعات .

و على مستوى التعليم الجامعي ، فإن " جامعة الإمام الصادق " و "جامعة العلامة الطباطبائي " تدرسان الكتب باللغة العربية ، فضلاً عن وجود أقسام للغة العربية في كل الجامعات الإيرانية ،إضافة إلى أن "القسم العربي في إذاعة طهران " يبث على مدار ۲۴ ساعة ، وقناة " سحر " الفضائية تبث يومياً و لساعات طويلة برامج متنوعة باللغة العربية . (۳۲)

ترجمہ:- (بقول محقق) ایران میں پچاس (۵۰) اخبارات و مجلات عربی زبان میں شائع ہو رہے ہیں اور ان اداروں کی تعداد اٹھارہ (۱۸) ہے جو عربی کتب کی طباعت اور عربی مخطوطات کی تحقیق و تدوین کا کام کر رہے ہیں۔ نیز تقریباً ایک سو (۱۰۰) عربی پریس (دار النشر) موجود ہیں جو ہزاروں عربی مطبوعات شائع کر رہے ہیں۔

جامعاتی سطح پر " امام صادق یونیورسٹی " اور " علامہ طباطبائی یونیورسٹی " میں عربی زبان ذریعہ تدریس ہے۔

علاوہ ازیں ہر ایرانی یونیورسٹی میں شعبہ عربی موجود ہے۔

مزید یہ کہ ریڈیو تہران عربی سیکشن روزانہ چوبیس گھنٹے عربی نشریات پیش کرتا ہے۔ اور "سحر" ٹی وی چینل روزانہ کئی گھنٹے مختلف عربی پروگرام پیش کرتا ہے۔

۳— افغانستان

پاکستان و ایران و وسط ایشیائی ممالک سے متصل افغانستان کی سرکاری و قومی زبانوں، فارسی (دری) اور پشتو نیز دیگر زبانوں اور بولیوں (تاجیک، ازبک، ترکمان وغیرہ) کا نہ صرف رسم الخط اور غالب ذخیرہ کلمات واصطلاحات عربی زبان سے ماخوذ ہے، بلکہ ہزاروں دینی مدارس میں عربی زبان وعلوم کی تدریس کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں افغانستان میں روسی مداخلت (دسمبر ۱۹۷۹ء) سے پہلے متوسط جماعتوں (ہفتم، ہشتم، نہم) میں عربی زبان وقواعد کی تعلیم لازم قرار دی جا چکی تھی۔

نیز عربی غیر ملکی زبانوں کے اس لسانی گروپ" میں بھی شامل تھی جن میں سے کوئی ایک زبان پڑھنا ثانوی سطح پر ہر طالب علم کے لئے لازم تھا (یعنی عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن، روسی)۔

علاوہ ازیں ایک علمی و دینی وعالمی زبان کی حیثیت سے عربی زبان کی جدید تدریس کے لئے مختلف ادارے بھی قائم ہیں۔ جن میں کابل یونیورسٹی کا "کلیہ شریعت اسلامیہ" اور عربی زبان وعلوم اسلامیہ کے جامعاتی سطح کے دیگر شعبے ادارے سرفہرست ہیں۔ (۳۳)

> افغانستان سے روسی افواج کے انخلاء اور ۱۹۹۲ء میں مجاہدین کی حکومت نیز بعد ازاں "طالبان حکومت" کے قیام کے بعد عربی زبان کو نظام تعلیم میں فارسی اور پشتو کے ہمراہ بنیادی اہمیت دی جاتی رہی ہے۔ اور عربی زبان پورے ملک میں ماضی کی نسبت زیادہ تیز رفتاری سے سرکاری وغیر سرکاری سطح پر فروغ پذیر رہی ہے۔ تونسی محقق مراد الطیب کا کہنا ہے:۔

"ويشير إلى أن العربية شهدت ازدهاراً في ربوع افغانستان خلال العشرة الأخيرة من القرن العشرين، خاصة خلال فترة حكم طالبان، رغم ضعف الإمكانيات المادية والبشرية حتى صارت هي لغة أفغانستان المكتبية والحكومية في عهد طالبان. وساهم في ذلك الوجود الكبير للعرب المجاهدين والمهاجرين على ارض افغان. (۳۴)

ترجمہ:- مراد الطیب اس جانب اشارہ کرتے ہیں کہ بشری و مادی وسائل و امکانات کی کمی کے باوجود بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں، بالخصوص "طالبان حکومت" کے دور میں، عربی زبان کو سرزمین افغانستان میں عظیم الشان فروغ حاصل ہوا ہے، حتی کہ وہ "طالبان" کے دور میں افغانستان کی سرکاری و دفتری زبان بن گئی۔ اس سلسلہ میں ارض افغانستان پر عرب مجاہدین ومہاجرین کی بہت بڑی تعداد کی موجودگی بھی بڑی ممد ومعاون ثابت ہوئی ہے۔

چنانچہ افغانستان پر عربی النسل اسامہ بن محمد بن لادن سمیت مختلف عرب افراد و جماعات و حکومات کے لسانی اثرات کے علاوہ یہ حقیقت بھی "الجزیرہ ٹیلی ویژن" قطر اور دیگر ذرائع ابلاغ و معلومات کے ذریعے اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ مولانا منہاج الدین شہید، استاذ خلیل اللہ خلیلی، صبغۃ اللہ مجددی، گل بدین حکمت یار، جلال الدین حقانی، عبدرب الرسول سیاف، برہان الدین ربانی، ملا محمد عمر، قائدین عبوری حکومت و افغان جرگہ سمیت لاکھوں افغان علماء و قائدین و طالبان و مثقفین عربی دان ہیں اور عربی زبان و خط، فارسی (دری) پشتو، نیز تاجیک، ازبک، ترکمان، اور دیگر زبانیں بولنے والے اڑھائی کروڑ سے زائد اہل

افغانستان کے مابین دینی ولسانی وثقافتی حوالوں سے قدر مشترک قرار پاتے ہیں۔ پس اقتدار خواہ کسی فکر ور جحان کی حامل افغان شخصیات و جماعات کو منتقل ہوتا رہے، عربی زبان وخط، علمی و دینی، لسانی وثقافتی اور قومی و عالمی حوالوں سے صدیوں پرانے افغان تشخص کی منفرد و لازوال علامت نیز "فارسی - پشتو" اور دیگر لسانی اختلافات میں اتحاد و وحدت امت افغانستان کی قومی ضمانت ہیں۔

اسی لیے پہلی صدی ہجری کی خلافت راشدہ سے پندرھویں صدی ہجری اور اکیسویں صدی عیسوی کی "حکومت افغانستان" تک عربی زبان کو مختلف ادوار میں سرکاری و قومی و تعلیمی وثقافتی سطح پر خصوصی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اور آج بھی دو کروڑ سے زائد اہل افغانستان نہ صرف نماز و قرآن و حدیث اور علوم و امت اسلامیہ کی زبان ہونے کی بناء پر عربی زبان سیکھتے اور اس سے دائمی وابستگی کے حامل ہیں، بلکہ فارسی و پشتو سمیت تمام افغان زبانوں اور بولیوں کا رسم الخط نیز الفاظ و اصطلاحات کا غالب ذخیرہ عربی سے ماخوذ ہونے کی بناء پر بھی عربی زبان کو افغانستان میں سرکاری و قومی و تعلیمی وثقافتی و عوامی سطح پر بنیادی اہمیت حاصل ہے اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے۔

۴ - ۸. بلاد ترکستان

(ازبکستان، تاجکستان، ترکمانیہ، کرغیزیا، قازقستان)

مغربی ترکستان (سابقہ روسی ترکستان) پانچ آزاد وسط ایشیائی مسلم ریاستوں پر مشتمل ہے جن کا مجموعی رقبہ تقریباً چالیس لاکھ مربع کلومیٹر اور آبادی کم و بیش پانچ کروڑ ہے۔ مسلم اکثریت پاکستان و افغانستان و ترکیہ کی طرح عقیدہ "اہل السنت والجماعت" کی حامل اور بالعموم فقہ حنفی کی پیروکار ہے۔ نیز تاجکستان کی تاجک یعنی فارسی زبان کے علاوہ بقیہ تمام ممالک میں ترکی یا ترکستانی زبان کے مختلف لہجے (ازبک، ترکمان، کرغیز، قازق وغیرہ) رائج ہیں جو سرکاری و قومی سطح پر مستقل بالذات زبانوں کی حیثیت کے حامل ہیں۔ جبکہ روسی زبان تقریباً پون صدی تک سرکاری و تعلیمی و بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے رائج رہی ہے اور اب تک رابطہ باہم کا اہم ذریعہ ہے۔

ملک	رقبہ	دارالحکومت	یوم آزادی
ازبکستان	4,47,400 مربع کلومیٹر	تاشقند	31 اگست 1991ء
تاجکستان	1,43,100 " "	دوشنبہ	9 ستمبر 1991ء
ترکمانیہ	4,88,100 " "	عشق آباد	27 اکتوبر 1991ء
کرغیزیا	1,98,500 " "	بشکیک (فرونزی)	31 اگست 1991ء
قازقستان	27,17,300 " "	الماآتا	25 دسمبر 1991ء

ان پانچ ممالک کی موجودہ مجموعی آبادی تقریباً چھ کروڑ قرار پاتی ہے:-

ازبکستان	:	(2,52,00,000)
تاجکستان	:	(61,11,000)
ترکمانیہ	:	(43,81,000)
کرغیزیا	:	(46,10,000)

قازقستان : (1,71,00,000) ۔ (۳۵)

سوویت یونین میں ۱۹۱۷ء کے اشتراکی انقلاب کے بعد مذکورہ جمہوریتوں نیز دیگر مسلم ریاستوں میں عربی زبان وخط کی تعلیم ممنوع قرار پائی اور معدودے چند عربی اسلامی سرکاری مدارس (مثلاً "مدرسہ میر عرب" بخارا) کو چھوڑ کر نہ صرف عربی زبان وعلوم سے کروڑوں مسلمانوں کو محروم کر دیا گیا، بلکہ صدیوں سے عربی رسم الخط میں لکھی جانے والی ترکستانی زبانوں اور لہجوں کے لئے پہلے لاطینی خط اور پھر لاطینی سے ماخوذ روسی رسم الخط جبراً نافذ کر دیا گیا۔ تاہم "سوویت یونین" کے آخری ایام میں سوویت وزیر اعظم میخائل گورباچوف کی زیر قیادت "پرسترائیکا" اور "گلاس نوسٹ" کے زیر عنوان نہ صرف عربی زبان وخط اور اسلامی عبادات پر عائد پابندیاں ختم کر دی گئیں، بلکہ مذکورہ پانچ ریاستوں نیز آذربائیجان و دیگر مسلم علاقوں کے دینی امور کے ذمہ دار "مسلم بورڈ برائے وسط ایشیا و قفقاز" (مرکزی دفتر: تاشقند) نے ۱۹۹۰ء میں تمام مسلم جمہوریتوں اور علاقوں میں عربی زبان کی ابتدائی جماعتوں سے لازمی تدریس کا بھی فیصلہ واعلان کیا جو ۱۹۹۱ء میں ان ممالک کی آزادی کے بعد ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔

آزادی کے بعد ان پانچ ممالک میں عربی زبان وخط کی صورتحال کا خلاصہ درج ذیل ہے جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عربی زبان عملاً روسی زبان اور قومی زبانوں کے ہمراہ تیسری بڑی زبان کے طور پر تیزی سے فروغ پذیر ہے:۔

۱۔ وسط ایشیائی ممالک کے کروڑوں مسلمان کلمہ و نماز، قرآن و حدیث، نیز دیگر علوم وشعائر اسلامیہ کے حوالے سے عربی زبان جزوی یا کلی طور پر سیکھنے کے لئے کوشاں ہیں۔

۲۔ ہزاروں مساجد کی مرمت وتعمیر اور ان مساجد میں عربی اسلامی مدارس و مکاتب برائے تعلیم نماز وقرآن وحدیث وعلوم دین کا سلسلہ پورے ترکستان میں

روز افزوں ہے۔

۴۔ عربی رسم الخط میں ترکستانی زبانوں کی از سر نو تحریر و ترویج کا آغاز ہو چکا ہے اور عملاً بیشتر علاقوں میں غالب تر روسی رسم الخط کے ساتھ ساتھ اب عربی رسم الخط میں بھی منظر عام پر آرہی ہیں۔ حتیٰ کہ تاجکستان میں تاجک (فارسی) زبان کے لئے افغانستان و ایران کی طرح عربی رسم الخط اختیار کرنے کا فیصلہ بھی چند برس پہلے پارلیمنٹ کی جانب سے سرکاری طور پر کیا جا چکا ہے۔ ترکی زبان اور اس کے تمام ترکستانی لہجوں کا رسم الخط بیسویں صدی کے آغاز تک عربی رہا ہے۔ آج کل مشرقی ترکستان (سنکیانگ) میں عربی رسم الخط، مغربی ترکستانی ممالک میں روسی کے ہمراہ جزوی طور پر عربی خط اور ترکیہ و قبرص و آذربائیجان وغیرہ میں لاطینی رسم الخط رائج ہے، جبکہ ماضی و حال کو مربوط کرنے کے لئے خط مشترک کی حیثیت سے عربی رسم الخط بھی فروغ پذیر ہے اور عربی رسم الخط میں تحریر شدہ لاکھوں ترکی و فارسی مخطوطات کی تحقیق و احیاء کے لئے عربی زبان و خط کی تعلیم کی روز افزوں اہمیت سرکاری و غیر سرکاری سطح پر تسلیم کی جا رہی ہے۔

۵۔ ازبکستان، تاجکستان، ترکمانیا، کرغیزیا، قازقستان کی جامعات نیز دیگر مختلف تعلیمی اداروں میں بھی عربی زبان و علوم کی تدریس کے شعبے قائم ہیں اور عربی زبان کی دینی و بین الاقوامی اہمیت نیز ترکستانی زبان و خط پر عربی کے صدیوں پرانے اثرات کی بناء پر بعض تعلیمی مراحل میں اس کا لازمی تعلیمی زبان قرار پانا بھی خارج از امکان نہیں۔ (۳۶)

۹ — مشرقی ترکستان
(سنکیانگ)

مشرقی ترکستان (سنکیانگ) سولہ لاکھ مربع کلومیٹر رقبہ اور کئی ملین آبادی پر مشتمل مسلم اکثریتی وخودمختار چینی منطقہ ہے جو شاہراہ ریشم کے توسط سے پاکستان کے علاوہ ترکستانی ممالک "کرغیزیا" نیز "تاجکستان" سے جغرافیائی طور پر متصل ہے۔ یہاں کی مسلم اکثریت اویغور، قازاق، ازبک، کرغیز اور دیگر مختلف نسلوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا دارالحکومت "ارومچی" ہے اور قدیم زمانوں سے معروف تر شہر کا نام "کاشغر" ہے۔ یہاں کی ترکی یا ترکستانی زبان "کاشغیری" (Kashghin) کے نام سے موسوم ہے۔

مشرقی ترکستان نے ۱۹۲۸ء میں "اسلامی جمہوریہ مشرقی ترکستان" کے نام سے آزاد ریاست کی حیثیت اختیار کی تھی جس کے آخری گورنر جنرل جناب مسعود صابری تھے۔ تاہم ۱۹۴۹ء کے چینی اشتراکی انقلاب کے بعد یہ علاقہ ایک خودمختار چینی منطقہ قرار پایا اور عربی زبان وخط نیز شعائر اسلامیہ پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ حتیٰ کہ ترکی کاشغیری زبان کا عربی رسم الخط بھی چینی رسم الخط سے بدل دیا گیا اور لاکھوں کی تعداد میں چینی نسل کے غیر مسلموں (حان) کو اس خطہ میں آباد کیا گیا۔ نیز شارع ریشم سمیت تعمیر وترقی کے عظیم کارنامے چینی حکومت وعوام کی جانب سے انجام دیے گئے۔

چینی اشتراکی انقلاب کے تقریباً تیس برس بعد ۱۹۷۹ء میں جمہوری وثقافی آزادیاں بحال کرنے کی چینی پالیسی کے تحت سنکیانگ میں بھی عربی زبان وخط اور اسلامی تعلیم وعبادات پر عائد پابندیاں ختم کر دی گئیں:۔

"Significantly the Pinyin alphabet which was intended to make the Arabic Script obslete, is being abandoned for most purposes."(37)

ترجمہ:- نمایاں بات یہ کہ یہاں بھی حروف جن کا مقصد عربی رسم الخط کو متروک بنانا تھا، اکثر مقاصد کے لئے اب ترک کئے جا رہے ہیں۔

"Copies of the Quran and books on the Hadith are now freely available. Islamic teaching and instruction in Arabic is also allowed. Plans are underway to open an Islamic University in Urumgi, perhaps in 1985." (38)

ترجمہ:- قرآن کے نسخے اور کتب حدیث اب کھلم کھلا ملتی ہیں۔ عربی میں اسلامی تعلیم و تربیت کی بھی اجازت دے دی گئی ہے۔ اور ارومچی میں ایک اسلامی یونیورسٹی کھولنے کے منصوبے بھی روبعمل ہیں جو غالباً ۱۹۸۵ء میں قائم کر دی جائے گی۔

مسجدیں جو وہاں عربی کی درس و تدریس کے اہم مراکز ہیں ان کے بارے میں اسی مضمون میں درج ہے:-

"Mosques have been reopened and repaired. Kashghar prefecture alone can boast of some 5,000 working mosques.(39)

ترجمہ:- مسجدیں دوبارہ کھول دی گئی ہیں اور ان کی مرمت بھی کی گئی ہے۔ صرف تنہا کاشغر کا علاقہ اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پانچ ہزار زیر استعمال مساجد ہیں۔

مضمون نگار نے (۱۹۸۳ء میں) اسلام اور عربی زبان وخط کے سلسلے میں سرکار کے مصالحانہ اقدامات کے سیاسی وجغرافیائی پس منظر کا جو تجزیہ کیا ہے، اس سے اتفاق یا اختلاف سے قطع نظر یہ حقیقت ثابت ہو جاتی ہے کہ ان اقدامات کا سبب کسی حد تک گردوپیش کے ممالک اور شرق اوسط کے بدلتے ہوئے حالات ور تقاضات بھی ہیں، تاہم زیادہ تر یہ چینی حکومت کی جانب سے اہل وطن کو ماضی کی نسبت وسیع تر جمہوری وثقافتی آزادیاں دینے کی مجموعی قومی پالیسی کا نتیجہ ہیں۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ کہ "مشرقی ترکستان" کے خود اختیار چینی مسلم منطقہ "سنکیانگ" میں ہر مسلمان کلمہ ونماز، قرآن وحدیث اور دیگر علوم وشعائر اسلامیہ کے حوالہ سے عربی زبان سیکھنے کی حتی الامکان کوشش کرتا ہے اور اس سلسلہ میں سنکیانگ کے طول وعرض میں موجود ہزاروں مساجد ومدارس عربیہ اسلامیہ اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ جب کہ سنکیانگ سے باہر چینی اسلامی اداروں، "انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی" اسلام آباد، اور عالم عرب واسلام کے دیگر عربی اسلامی تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل اور زیر تعلیم چینی ترکستانی طلبہ بھی عربی زبان وعلوم کے فروغ کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

نیز سنکیانگ کی ترکی زبان (کاشغیری) کا نہ صرف رسم الخط عربی ہے، بلکہ الفاظ و اصطلاحات کا وسیع ذخیرہ بھی عربی زبان سے ماخوذ ہے۔ پس عربی زبان وخط سنکیانگ کے طول وعرض میں دینی وثقافتی حوالوں سے ترکی وچینی زبان کے ہمراہ رائج و غالب اور مسلسل فروغ پذیر ہیں اور مستقبل میں چینی وکاشغیری زبانوں کے ہمراہ عربی زبان کو بھی "سنکیانگ" کی سرکاری وقومی ولازمی تعلیمی زبانوں میں شامل کیے جانے کی دینی وثقافتی نیز عالمی و علاقائی بنیادیں روز بروز مستحکم تر ہو رہی ہیں۔

۱۰ – آذربائیجان

آذربائیجان (86,800 مربع کلومیٹر) اَسّی (۸۰) لاکھ سے زائد آبادی پر مشتمل سابقہ سوویت ریاست ہے جس نے ۳۰ اگست ۱۹۹۱ء کو آزادی حاصل کی۔ اس کا دارالحکومت "باکو" اور زبان آذری (ترکی) ہے۔ تقریباً ستر فیصد آبادی شیعہ اثنا عشریہ اور تمیں فیصد سنی حنفی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ جغرافیائی طور پر آذربائیجان، ایرانی آذربائیجان سے متصل اور تیل کی دولت سے مالا مال ہے۔ اس سے قریب تر ممالک میں آرمینیا اور جارجیا کی سابق سوویت ریاستیں شامل ہیں جو خلافت راشدہ کے زمانہ سے صدیوں تک خلافت اسلامیہ کا جزو رہی ہیں اور جن کی عیسائی اکثریت آج بھی مسلمانوں کی مذہبی رواداری اور "لا إکراہ فی الدین" پر کاربند ہونے کی عملی مثال ہے۔

ایرانی آذربائیجان میں عربی و فارسی زبانیں دیگر مناطق ایران کی طرح دینی و قومی حوالوں سے لازمی تعلیمی مضمون ہیں۔ جبکہ وہاں آذری زبان عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ تاہم سابقہ سوویت آذربائیجان میں عربی رسم الخط کو روسی رسم الخط سے بدل دیا گیا تھا اور آزادی کے بعد ترکیہ کے اتباع میں لاطینی رسم الخط سرکاری طور پر اختیار کیا جاچکا ہے۔ جبکہ عربی زبان وخط بھی فروغ پذیر ہیں اور عربی زبان وعلوم کی تدریس بھی عربی مدارس نیز کلیات وجامعات میں جاری وساری ہے۔

آذربائیجان، آرمینیا اور جارجیا پر مشتمل جغرافیائی وثقافتی منطقہ، جو عصر خلافت راشدہ سے صدیوں تک خلافت اسلامیہ کا جزو رہا ہے، باہم مذہبی ولسانی و جغرافیائی اختلافات کے باوجود ملکی زبانوں اور ثقافت پر عربی زبان وخط کے اثرات کا معترف ومعتقد ہے۔ اس سلسلہ میں سوویت یونین کا جزو ہوتے ہوئے جارجیا میں عربی زبان کو دی گئی اہمیت کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے کیا جاسکتا ہے:-

العربية لغة ثانية لطلاب جورجيا

في جورجيا بالإتحاد السوفيتي بدأت منذ خمس سنوات تجربة تدريس اللغة العربية للطلاب منذ الصفوف الإبتدائية. يقول قسطنطين تسريتيلي صاحب الفكرة ومطبقها في مدينة تبليسي أن دراسة اللغة العربية ابان السنوات الدراسية الجامعية دراسة متعمقة متعذر. ولهذا قررنا بدأ تدريسها منذ الصفوف الإبتدائية ولكن حتى الآن بأسلوب تجريبي.

أما سبب الإهتمام الجيورجي باللغة العربية فعائد إلى علاقات هذه الجمهورية العريقة بالبلدان العربية، و في اللغة الجيورجية كلمات كثيرة ذات أصل عربي إضافة إلى أن عدداً كثيراً من المخطوطات هناك لا يمكن الإستفاده منها دون التعمق في دراسة اللغة العربية. هذا ويتم التدريس في الصف الأول الابتدائي شفهياً. أما في الصف الثاني فيدخل تعليم الأبجدية والقراءة والكتابة.

وتأتي الأعوام التالية لاستكمال المعرفة بحيث طلاب الصف الخامس يستطيعون التحدث بلغة عربية صحيحة وينشدون أغاني عربية ويحفظون قصائد من الشعر."(٣٠)

ترجمہ: جارجیا کے طلبہ کے لئے عربی بحیثیت ثانوی زبان

سوویت یونین کی ریاست جارجیا میں پانچ سال پہلے عربی زبان ابتدائی جماعتوں سے پڑھانے کے تجربہ کا آغاز کیا گیا۔ کونستان تن تسیریتیلی جو تبلیسی شہر میں تجویز کے محرک اور اسے عملی جامہ پہنانے والے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یونیورسٹی تعلیم کے سالوں میں عربی زبان کا عمیق مطالعہ ممکن نہیں۔ اور اسی وجہ سے ہم نے اس کی ابتدائی جماعتوں سے تدریس کا فیصلہ کیا ہے۔ مگر ابھی یہ تجرباتی طور پر کیا جارہا ہے۔ جارجیا کے عربی زبان کو اہمیت دینے کی وجہ اس جمہوریہ کے عرب ممالک سے گہرے تعلقات ہیں۔ نیز جارجی زبان میں بہت سے عربی الاصل الفاظ ہیں۔ مزید یہ کہ وہاں کثیر تعداد میں موجود قلمی نسخوں سے عربی زبان کے گہرے مطالعہ کے بغیر استفادہ ممکن نہیں۔

پرائمری کی پہلی جماعت میں پوری تدریس زبانی کی جاتی ہے۔ اور دوسری جماعت میں حروف ابجد اور لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ پھر آنے والے سالوں میں عربی سے واقفیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور پانچویں جماعت کے طلبہ صحیح عربی زبان میں گفتگو کرسکتے ہیں، عربی نغمے گاتے ہیں اور شعری قصیدے بھی یاد کر لیتے ہیں۔

۱۱- ترکی

وسط ایشیائی ترکستان مشرق وسطیٰ اور یورپ سے بیک وقت گہرے جغرافیائی وثقافتی روابط کی حامل عظیم مملکت ترکیہ سات کروڑ سے زائد باشندوں پر مشتمل ہے اور بیسویں صدی کے ربع اول تک عالم عرب و اسلام کی متحدہ خلافت اسلامیہ (عثمانیہ) کا مرکز و محور رہی ہے۔ جس کا دارالخلافہ قسطنطنیہ یعنی موجودہ استنبول عربی زبان وعلوم کا عظیم الشان مرکز تھا۔

۱۹۸۴ـ۱۹۸۵ء کے تعلیمی سال سے عربی زبان کو ان اختیاری غیر ملکی زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، جرمن) میں شامل کرلیا گیا تھا۔ جن میں سے کوئی ایک زبان پڑھنا ثانوی سطح پر ہر ترک طالب علم کے لئے لازمی ہے۔

تعليم العربية في تركية

"أصبحت العربية لغة إختيارية في مدارس وزارة التربية والتعليم التركية كالإنكليزية والفرنسية. ولتشجيع تعليم العربية وزعت وزارة التربية والتعليم التركية وثيقة رسمية على جميع العاملين في مؤسساتها تحثهم على ضرورة الإهتمام بها. و وعدت أولئك الذين يجيدونها في فترة زمنية وجيزة بتحقيق فرص العمل لهم في الأقطار العربية." (۳۱)

ترجمہ :—

ترکی میں عربی کی تعلیم

عربی بھی انگریزی اور فرانسیسی کی طرح ترکی کی وزارت تربیت وتعلیم کے سکولوں میں اختیاری زبان بن گئی ہے۔ اور عربی سیکھنے کی حوصلہ افزائی کے لئے ترکی کی "وزارت تربیت وتعلیم" نے اپنے ماتحت اداروں میں کام

کرنے والے ملازمین میں ایک سرکاری سرکلر تقسیم کیا ہے جس میں اس کا اہتمام کرنے پر ابھارا کیا ہے۔ نیز جو افراد مختصر مدت مقررہ میں عربی زبان میں مہارت حاصل کرلیں گے، ان کے لئے عرب ممالک میں ملازمت کے مواقع فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

دوبئی کے مجلّہ "الإصلاح" نے یہ خبر یوں دی ہے:-

"أعلن رئيس التعليم العالي في تركية البروفسور إحسان دو غرامجي أن اللغة العربية ستدرس في بعض الجامعات التركية خلال العام الدرسي ١٩٨٤م / ١٩٨٥م وستكون من بين اللغات الأجنبية التي يجب على الطالب إختيار إحداها لدراستها خلال السنوات الجامعية. ومن الجامعات التي ستدرس فيها العربية، جامعة أنقرة وجامعة الشرق الاوسط و جامعة حاجي تبه و جامعة البوسفور". (٣٢)

ترجمہ:- ترکی میں اعلیٰ تعلیم کے سربراہ پروفیسر احسان دوغرامچی نے اعلان کیا ہے کہ تعلیمی سیشن ۱۹۸۴ء۔۱۹۸۵ء کے دوران میں ترکی کی بعض یونیورسٹیوں میں عربی زبان پڑھائی جائے گی۔ اور یہ بھی ان غیرملکی زبانوں میں شامل ہوگی جن میں سے کسی ایک کو یونیورسٹی کی تعلیم کے سالوں میں پڑھنے کے لئے اختیار کرنا ہر طالب علم کے لئے لازمی ہے۔ جن یونیورسٹیوں کے تحت عربی کی تعلیم دی جائے گی، ان میں یہ جامعات شامل ہیں:- انقرہ یونیورسٹی، مڈل ایسٹ یونیورسٹی، حاجی تپہ یونیورسٹی اور باسفورس یونیورسٹی۔"

آگے مزید درج ہے:-

"صدر قرار وزير التربية والشباب التركي وهبي دنجلر في نيسان الماضي، والذي يقضي بضم اللغة العربية إلى اللغات الأجنبية، الإنجليزية والفرنسية والألمانية، والتي يجب على الطالب أن يختار إحداها لتكون اللسان الأجنبي الذي يتعلمه من الابتدائي حتى الثانوي، والذي سيصار تنفيذه مع مطلع العام الدارسي الحالي حيث أعدت البرامج اللازمة لذلك".(۴۳)

ترجمہ:- ترکی کے وزیر تربیت و نوجوانان "وهبي دنجلر" نے گزشتہ ماہ اپریل میں وہ حکم صادر کیا جس کی رو سے عربی زبان کو بھی ان غیر ملکی زبانوں (انگریزی، فرانسیسی اور جرمن) کے زمرے میں شامل کر لیا گیا ہے جن میں سے کسی ایک کو غیر ملکی زبان کی حیثیت سے اختیار کرنا ہر طالب علم کے لئے لازمی ہے۔ اور جسے وہ ابتدائی کے بعد ثانوی تعلیم تک لازماً پڑھتا ہے۔ اس حکم کا نفاذ موجودہ تعلیمی سیشن سے ہو جائے گا اور اس کے لئے ضروری انتظامات کر لئے گئے ہیں۔

اس فیصلہ پر ماہرین کی رائے کے بارے میں مجلہ نے لکھا:-

"وصف كثير من الاقتصاديين والمؤرخين بالفائدة الكبرى التي ستعود على تركية من جراء تطبيقه كتطوير العلاقات التركية العربية ومحاولة تحقيق التراث العلمي التركي الموجود في المكتبات التركية والمخطوط بالخط العربي."(۴۴)

ترجمہ:- بہت سے ماہرین اقتصادیات اور ماہرین تاریخ نے ان عظیم فوائد کا

ذکر کیا ہے جو اس فیصلہ کے نفاذ سے حاصل ہوں گے۔ مثلاً ترک
عرب تعلقات میں اضافہ وارتقاء، نیز ترکی کی لائبریریوں میں
موجود عربی رسم الخط میں تحریر شدہ ترکی زبان کے علمی ورثہ سے
استفادہ اور تحقیق کی کوشش۔

واضح رہے کہ نہ صرف استنبول (قسطنطنیہ) صدیوں تک عرب وعجم پر محیط ترک خلافت اسلامیہ اور عربی وترکی زبانوں کا بیک وقت عظیم الشان مرکز رہا ہے، بلکہ بیسویں صدی کے ربع اول میں اختتام خلافت (۲۹، اکتوبر ۱۹۲۳ء) تک صدیوں پر محیط ترکی زبان کا علمی وادبی سرمایہ بھی عربی (عثمانی) رسم الخط میں تحریر شدہ اور عربی الفاظ واصطلاحات سے پر ہے۔ اور اس سرمایہ سے کما حقہ استفادہ نیز چینی ترکستان میں ترکی (کاشغیری) زبان کے موجودہ عربی رسم الخط اور سابقہ روسی ترکستانی ممالک میں روسی ولاطینی خط کے غلبہ کے باوجود صدیوں سے رائج شدہ عربی رسم الخط کے احیاء کی وسیع تر کوششوں کے بعد اب ترکیہ میں "ترکی زبان" کے نصاب میں عربی رسم الخط میں تحریر شدہ "عثمانی ترکی" زبان وادب کی تعلیم بھی شامل ہو رہی ہے۔ نیز ایم۔ اے ترکی کے نصابات میں "عثمانی ترکی زبان" کا لازمی پرچہ اور عربی یا فارسی میں سے کوئی ایک زبان اختیار کرنا لازم ہے۔

علاوہ ازیں کروڑوں ترکوں کے نماز و قرآن وحدیث کے حوالہ سے عربی زبان و خط کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ "امام خطیب انسٹی ٹیوٹ" کے نام سے ملک بھر میں قائم سرکاری تعلیمی اداروں میں عربی زبان کی تعلیم لازمی ہے اور اب تک ان اداروں سے لاکھوں طلبہ فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ ترکیہ کے تعلیمی نظام میں "دین درسی" کے نام سے اسلامیات کا لازمی مضمون بھی شامل ہے۔

نیز شام سے متصل ترکیہ کا سرحدی علاقہ عربی دان ہے اور ترک عوام بھی بالعموم قرآنی عربی رسم الخط سے واقف ہیں۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔(۳۵)

۱۲- ترک جمہوریہ قبرص

''ترک جمہوریہ قبرص'' نے ۱۹۷۳ء میں ترکی کی مدد سے صدر رؤف دینکتاش کی زیر قیادت ''یونانی قبرص'' سے آزادی حاصل کیا اور ترکیہ نے اسے آزاد مملکت کے طور پر تسلیم کر لیا۔ ترکیہ، ایران، پاکستان، افغانستان اور وسط ایشیائی ممالک کی ''اقتصادی تعاون کی تنظیم'' (E.C.O) سے ''ترک جمہوریہ قبرص'' بھی منسلک ہے۔ (۳۶)

لاکھوں ترک مسلمانوں پر مشتمل اس مسلم اکثریتی مملکت میں ترکیہ کی طرح ترکی زبان کو سرکاری و قومی زبان کی حیثیت حاصل ہے جو ۱۹۲۸ء سے پہلے صدیوں تک عربی (عثمانی) رسم الخط میں لکھی جاتی رہی ہے اور اب بھی عربی زبان کے گہرے اثرات کی حامل ہے۔ تاہم دینی و ثقافتی حوالوں سے عربی زبان کی تعلیم و تدریس کا وسیع انتظام بھی موجود ہے اور ترک قبرصی مسلمان کلمہ و نماز، قرآن و حدیث اور دیگر علوم و شعائر اسلامیہ کے حوالے مساجد و مدارس میں حتی الامکان عربی زبان و خط سے متعارف ہوتے ہیں۔ نیز عالم عرب و اسلام سے وسیع تر روابط اور دیگر جغرافیائی و ثقافتی و عالمی عوامل کی بناء پر سرکاری و تعلیمی سطح پر بھی عربی زبان کو روز بروز زیادہ اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔ پس جدید ترکی زبان و خط کے ہمراہ عربی زبان و خط بھی مسلسل فروغ پذیر ہیں۔ (۳۷)

ج– عرب مسلم ممالک

بیس سے زائد عرب مسلم ممالک، جن کی مجموعی آبادی تیس کروڑ سے زائد ہے، مستقل بالذات عرب تشخص کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع تر عالم اسلام کا بھی جزو لاینفک اور وسط و محور ہیں۔ ان میں سے کم و بیش نصف ممالک وسط ایشیا سے متصل شرق اوسط میں جبکہ بقیہ نصف شمالی افریقہ و ملحقہ افریقی خطہ میں واقع ہیں اور بطور مجموعی عربی زبان کو سرکاری، قومی، تعلیمی اور عالمی سطح پر بڑی کامیابی کے ساتھ اختیار کر چکے ہیں۔

یہ عرب ممالک، عالم اسلام کے عربی اسلامی تشخص کا ایک ایسا طویل و عریض مرکز و محور ہیں جس کا ایک سرا براعظم افریقہ کے شمالی، مغربی اور مشرقی مناطق میں واقع غیر عرب مسلم ممالک سے جا ملتا ہے اور دوسرا سرا براعظم ایشیا کے عظیم غیر عرب مسلم ممالک (ترکی، ایران، پاکستان) تک جا پہنچتا ہے۔ نیز مراکش جیسے عرب ممالک براعظم یورپ (اسپین) سے جا ملتے ہیں۔ مزید براں یہ تمام ممالک "جامعة الدول العربية" (عرب لیگ) کے رکن ہونے کے ساتھ ساتھ "منظمة المؤتمر الإسلامي" (اسلامی کانفرنس کی تنظیم) کے بھی سرگرم ارکان ہیں۔ نیز براعظم افریقہ میں واقع عرب ممالک "منظمة الوحدة الأفريقية" (افریقی اتحاد کی تنظیم) میں بھی شامل اور مؤثر کردار کے حامل ہیں اور ان تمام علاقائی و عالمی تنظیموں میں عرب ممالک نے مسلم و افریقی ممالک کے تعاون سے عربی زبان کو (انگریزی و فرانسیسی کے ہمراہ) سرکاری زبان کے طور پر تسلیم کرا لیا ہے۔ حتی کہ عربی کو اقوام متحدہ کی چھ تسلیم شدہ سرکاری زبانوں (عربی، انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، روسی، چینی) میں بھی شامل کروا لیا ہے۔

"عرب لیگ" کے رکن ان ممالک کے نام درج ذیل ہیں:-

الدول العربية

(ایشیائی عرب ممالک)

١ – المملكة العربية السعودية	٢ – الكويت
٣ – الإمارات العربية المتحدة	٤ – قطر
٥ – البحرين	٦ – عمان (مسقط)
٧ – اليمن	٨ – العراق
٩ – الأردن	١٠ – فلسطين
١١ – سوريا (شام)	١٢ – لبنان

(افریقی عرب ممالک)

١٣ . مصر	١٤ . السودان
١٥ . ليبيا	١٦ . تونس
١٧ . الجزائر	١٨ . المغرب (مراكش)
١٩ . موريتانيا	٢٠ . الصومال
٢١ . جيبوتي	٢٢ . جزر القمر (كومورو آئي لينڈز)

(٣٨).

د۔ غیر عرب افریقی مسلم ممالک

براعظم افریقہ پچاس سے زائد ممالک پر مشتمل عظیم الشان براعظم ہے۔ اس میں "عرب لیگ" میں شامل عرب ممالک سمیت مسلم ممالک کی تعداد تیس سے زائد ہے؟ بالعموم شمال مغربی اور مشرقی افریقہ میں واقع ہیں:-

افریقی عرب مسلم ممالک

۱ – مصر	۲ – سوڈان
۳ – لیبیا	۴ – الجزائر
۵ – تیونس	۶ – مراکش (المغرب)
۷ – موریطانیہ	۸ – صومالیہ
۹ – جیبوتی	۱۰ – جزر القمر (کومورو)..

غیر عرب افریقی مسلم ممالک

۱- نائیجیریا	(E)	۲- چاڈ	(F)
۳- نائیجر	(F)	۴- مالی	(F)
۵- سینیگال	(F)	۶- گنی	(F)
۷- گیمبیا	(E)	۸- گنی بساؤ	(Por.)
۹- سیرالیون	(E)	۱۰- اپر وولٹا	(F)
۱۱- ساحل العاج	(F)	۱۲- برکینو فاسو	(F)
۱۳- بینن	(F)	۱۴- جمہوریہ وسطی افریقہ	(F)
۱۵- ٹوگو	(F)	۱۶- گیبون	(F)
۱۷- ایتھوپیا	(E)	۱۸- اریٹیریا	Ar(E)
۱۹- تنزانیا	(E)	۲۰- [redacted]	[redacted]

(۳۹)۔

''اریٹیریا'' میں عربی کے ساتھ بعض دیگر زبانیں بھی رائج ہیں اور بعض وجوہ کی بناء پر وہ فی الحال ''عرب لیگ'' میں شامل نہیں لہذا اسے غیر عرب افریقی ممالک میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ''چاڈ'' میں عربی زبان بھی فرانسیسی (F) کے ہمراہ سرکاری زبان ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

نیز اگرچہ مذکورہ افریقی ممالک میں سے بعض ممالک میں مسلم اکثریت کے دعاوی قابلِ بحث قرار دیے جاتے ہیں، مگر بعض غیر مذکورہ ممالک (ملاوی، موزمبیق، مڈغاسکر وغیرہ) میں مسلم اکثریت یا دیگر مختلف مذاہب (عیسائیت و مقامی مذاہب) کے مقابلہ میں کثرت تعداد کے دعاوی بھی موجود ہیں۔ نیز مذکورہ افریقی ممالک کی غالب

اکثریت "منظمة المؤتمر الإسلامي" (اسلامی کانفرنس) کی رکن ہے۔ اور اگر بعض ممالک (ایتھوپیا، اریٹریا، تنزانیا وغیرہ) ابھی تک "اسلامی کانفرنس" میں شامل نہیں، تو بعض دیگر اہم ممالک (یوگنڈا وغیرہ) "اسلامی کانفرنس" کے ارکان ہیں۔ نیز بعض دیگر اہم ممالک (کینیا وغیرہ) موثر مسلم اقلیت کے ہمراہ عربی زبان وثقافت (ممباسہ، عربی، سواحلی زبان وغیرہ) کے حامل ہیں۔ لہذا بطور مجموعی افریقی مسلم ممالک کی تعداد عرب ممالک سمیت تیس سے زائد ہی قرار پاتی ہے۔

براعظم افریقہ کے نقشہ پر ایک نظر ڈالنے سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ غیر عرب افریقی مسلم ممالک زیادہ تر مغربی و مشرقی افریقہ میں واقع اور جغرافیائی طور پر باہم مربوط نیز عرب افریقی ممالک سے متصل یا قریب تر ہیں۔ عربی کے علاوہ ان کے مابین کوئی مشترکہ "افریقی رابطہ زبان" (African Lingua - Franca) موجود نہیں اور بالعموم انگریزی (E) یا فرانسیسی (F) کو ان ممالک میں سرکاری و تعلیمی حیثیت حاصل ہے۔

❁❁❁

۱ — نائیجیریا
(Nigeria)

تیس سے زائد غیر عرب افریقی مسلم ممالک میں نائیجیریا تیرہ (۱۳) کروڑ سے زائد باشندوں پر مشتمل سب سے بڑا افریقی ملک ہے، جس کی آبادی کی غالب اکثریت مسلمان ہے۔ یہ مسلم اکثریت زیادہ تر شمالی نائیجیریا سے تعلق رکھتی ہے۔ اہم ملکی زبانیں ھاؤسا، فولانی وغیرہ ہیں۔ جن پر عربی زبان کے گہرے اثرات ہیں۔ عربی الفاظ ان زبانوں میں کم وبیش پچاس فیصد ہیں:۔

"مابین ۴۰ و ۵۰ ٪ کما هو الحال في لغات الهاوسا و الكانوری والفولانی "(۵۰)

ترجمہ:۔ ھاؤسا، فولانی اور کانوری جیسی زبانوں میں عربی الفاظ ۴۰ تا ۵۰ فیصد ہیں۔

عربی زبان کی اس لسانیاتی اہمیت کے علاوہ بھی نائیجیریا میں عربی زبان وسیع پیمانے پر بولی اور سمجھی جاتی ہے اور برطانوی استعمار سے پہلے صدیوں تک عربی زبان وخط ہی سرکاری و تعلیمی وعمومی رابطہ زبان وخط کے طور پر رائج وغالب تھے۔ عربی دینی مدارس کا وسیع سلسلہ بھی پورے نائیجیریا میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ سکولوں کی سطح پر طویل عرصے سے عربی کی درس وتدریس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں آزادی کے بعد مزید بڑے پیمانے پر کوششیں ہوئی ہیں۔ محمد جلال عباس اپنے مقالہ "اللغة العربية في أفريقيا" میں لکھتے ہیں کہ مغربی افریقی ممالک میں عوام کو خواندہ بنانے کے لئے جو کوششیں کی گئیں،

ان سے عربی زبان کو کافی فروغ ملا:-

"وإلى جانب سياسة تشجيع التعليم الخاص، فقد بدأت الدول تتبع طريقة خاصة لجذب مزيد من أبناء المسلمين إلى مدارس التعليم العام الحكومية كما حدث في نيجيريا و الكمرون. وذلك بوضع اللغة العربية والدين الإسلامي كمادتين رئيسيتين في التعليم الابتدائي حتى لا يحجم المسلمون عن إرسال أبنائهم إلى هذه المدارس الحكومية التي كانوا يقاطعونها في عهد الاستعمار خشية أن تؤثر على عقيدة أبنائهم. كما أن معظم المدارس الثانوية الحكومية في المناطق الإسلامية، وفي المناطق التي بها أقليات إسلامية، قد أنشأت فصولاً تدرس فيها اللغة العربية والدين الإسلامي كمواد مؤهلة لامتحان شهادة الثانوية لغرب أفريقيا. (٥١)

ترجمہ:- خصوصی تعلیم کی حوصلہ افزائی کی سیاست کے ساتھ ساتھ ریاستوں نے ایک خصوصی طریقہ اختیار کرنا شروع کیا تاکہ عمومی تعلیم کے سرکاری سکولوں کی جانب مسلمانوں کے مزید بچوں کو کھینچا جا سکے، جیسا کہ نائجیریا اور کیمرون میں ہوا۔ وہ اس طرح کہ عربی زبان اور اسلامیات کو پرائمری تعلیم میں دو اساسی مضمونوں کی حیثیت دے دی گئی تاکہ مسلمان اپنے بچوں کو ان مدارس میں بھیجنے میں پس وپیش سے کام نہ لیں جن کا وہ سامراج کے دور میں اس خوف کی بناء پر بائیکاٹ کرتے تھے کہ کہیں یہ ان کے بچوں کے عقائد پر اثر انداز نہ ہوں۔ نیز مسلم اکثریت کے علاقوں میں، بلکہ ان علاقوں میں بھی

جہاں مسلم اقلیتیں ہیں، سرکاری ہائی سکولوں کی بڑی تعداد نے ایسی کلاسیں شروع کیں جن میں عربی زبان اور اسلامیات کی تدریس ایسے مضامین کے طور پر کی جاتی ہے جن کی بنا پر وہ مغربی افریقہ کے ''سیکنڈری سکول سرٹیفکیٹ'' امتحان کے لئے اہل قرار پاتے ہیں۔

"وقامت الجمعيات الاسلامية بتشجيع من بعض الحكومات بانشاء مدارس ثانوية لتهيئة الفرصة لأبناء المسلمين المحرومين من الإلتحاق بمدارس التنصير التي كانت تمثل نسبة تزيد على نصف عدد المدارس الثانوية. وأدخلت ضمن هذه المدارس اللغة العربية والدراسات الإسلامية كمواد أساسية وإجبارية للامتحان في الشهادة الثانوية لغرب أفريقيا". (۵۲)

ترجمہ۔ اسلامی تنظیموں نے بھی بعض حکومتوں کی جانب سے حوصلہ افزائی کے ساتھ ان مسلمان بچوں کو مواقع فراہم کرنے کے لئے ہائی سکول قائم کئے جو عیسائی مشنری سکولوں میں داخلہ سے محروم رہتے تھے۔ ان سکولوں کی تعداد ثانوی مدارس کی کل تعداد کے نصف سے زائد تھی اور ان کے نصابات میں ''عربی زبان'' اور ''اسلامیات'' کو مغربی افریقہ کے ''امتحان برائے سیکنڈری سکول سرٹیفکیٹ'' کے لئے لازمی و بنیادی مضامین میں شامل کیا گیا۔

مزید برآں نائیجیریا کے صدیوں کے علمی سرمایہ کا وافر حصہ عربی زبان میں ہے اور تمام ملکی زبانیں استعمار سے پہلے تک عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھیں۔ ان زبانوں کا قدیم علمی سرمایہ عربی رسم الخط میں ہے اور آزادی کے بعد دوبارہ عربی رسم الخط کو اپنانے کی

کوششیں خاصے بڑے پیمانے پر کی جارہی ہیں۔ اس سلسلے میں جلال عباس لکھتے ہیں:۔

"وأما في المناطق التي كانت خاضعة للإستعمار البريطاني فقد شاهدنا حركة إحياء للحرف العربي نشطت في الداخل و بخاصة في نيجيريا". (۵۳)

ترجمہ:۔ ان علاقوں کے اندر جو برطانوی سامراج کے زیر تسلط تھے ہم نے عربی رسم الخط کے احیاء کی تحریک کو پھلتے پھولتے دیکھا ہے، بالخصوص نائیجیریا میں۔

تیونس کے محقق مراد الطیب کی تحقیق (بعد ستمبر ۲۰۰۱ء) کے مطابق:۔

"تعتبر نيجيريا أهم موقع لتنامي انتشار اللغة العربية في أفريقيا ، خاصة بعد تطبيق الشريعة الإسلامية في ١٣ ولاية من شمال البلاد". (۵۴)

ترجمہ: شمالی نائیجیریا کے تیرہ صوبوں میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے بعد نائیجیریا بطور خاص افریقہ میں عربی زبان کے وسیع پیمانے پر فروغ کا اہم مقام قرار دیا جاتا ہے۔

پس نائیجیریا میں عربی زبان کی برطانوی استعمار سے پہلے کی سرکاری وقومی وتعلیمی وعمومی حیثیت، موجودہ وسیع اثر ونفوذ، تعلیم وتعلم، ملکی زبانوں پر گہرے اثرات، ماضی کے علمی سرمایہ سے استفادہ، نائیجیریا کے مختلف اللسان گروہوں کے مابین لسانی رابطہ اور عرب ومسلم ممالک سے بڑھتے ہوئے روابط کی بناء پر اس بات کا قوی امکان ہے کہ عربی زبان کو مستقبل میں نائیجیریا کی سرکاری وقومی زبان اور عمومی ذریعہ تعلیم قرار دے دیا جائے۔ جبکہ عملاً اب بھی انگریزی کے ہمراہ سرکاری وقومی اور دینی وتعلیمی سطح پر انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

۲- چاڈ

(Chad)

مغربی افریقہ میں واقع غیر عرب مسلم مملکت چاڈ میں کئی برس پہلے عربی زبان کو بھی فرانسیسی کے ہمراہ سرکاری زبان قرار دے کر تمام افریقی مسلم ممالک کے لیے ایک قابل تقلید مثال قائم کر دی گئی ہے۔ (۵۵)

۳- سینیگال

(Senegal)

مغربی افریقہ میں واقع مسلم مملکت سینیگال میں ۱۹۷۹ء میں سابق صدر جناب لیوپولڈ سینگھور (عیسائی) نے عربی زبان کی ثانوی جماعتوں میں لازمی تدریس کا حکم دیتے ہوئے اسے افریقی ثقافت کے حوالے سے ناگزیر قرار دیا۔ پس بیس برس سے زائد عرصے سے سینیگال میں عربی زبان کی لازمی تدریس فرانسیسی کے ہمراہ جاری و ساری ہے۔

❁❁❁

۴- دیگر غیر عرب مسلم افریقی ممالک

نائجیریا، چاڈ اور سینیگال میں عربی زبان کے وسیع تر استعمال و لسانی اثرات کے علاوہ دیگر غیر عرب مسلم افریقی ممالک میں بھی جو رقبے کے لحاظ سے بڑے اور آبادی کے لحاظ سے نسبتاً خاصے مختصر ہیں، عربی زبان مسلسل فروغ پذیر ہے۔ اس سلسلے میں دینی درس و تدریس کے ہر ملک میں قائم عربی مدارس کے علاوہ عمومی تعلیم کے سکولوں میں بھی عربی زبان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جیسا کہ مغربی افریقہ کے ممالک کے بارے میں نائجیریا کے ہمراہ ذکر آ چکا ہے کہ کثیر تعداد میں قائم پرائمری اور ہائی سکولوں میں عربی اور اسلامیات لازمی مضمون ہیں۔ مغربی افریقہ میں شامل ممالک کے نام بتاتے ہوئے فتحی الجندی لکھتے ہیں:-

"یضم غرب افریقیا دولاً أغلبیة سکانها مسلمون مثل موریتانیا و کذلک السنغال و سیر الیون و فولتا العلیا و النیجر و نیجیریا و غینیا و ساحل العاج و غامبیا و کامیرون و غیرها." (۵۷)

ترجمہ:- مغربی افریقہ میں مسلم اکثریت کے ممالک شامل ہیں۔ مثلاً موریطانیہ، سینیگال، سیرالیون، اپر وولٹا، نائجیریا، گنی، ساحل العاج، گیمبیا اور کیمرون وغیرہ۔

علاوہ ازیں غیر عرب مسلم افریقی ممالک کے مختلف علاقوں میں ایسے باشندے بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں جو عربی زبان بولتے اور سمجھتے ہیں:-

"فالفولانی المنتشرون من المحیط الأطلسی شرقاً إلی سفوح هضبة الحبشة و یمتدون من الکمرون جنوباً إلی

الكنغو كانوا وما زالوا يتكلمون العربية إلى جانب
لغتهم الأصلية كما تتحدث بها الماندی فی غینیا ، و
مالی و بامبارا فی مالی، والوولوف فی السنغال،
وغیرهم من الجماعات التی دخلت الإسلام". (۵۸)

ترجمہ:- چنانچہ فولانی جو مشرق میں محیط اطلسی سے حبشہ کے پہاڑی سلسلے کی وادیوں تک اور جنوب میں کیمرون سے کانگو تک پھیلے ہوئے ہیں، ماضی میں اور اب بھی اپنی اصل زبان کے ساتھ ساتھ عربی بھی بولتے ہیں جیسا کہ گنی اور مالی میں ماندی قبائل، مالی کے بامبارا، سینیگال کے وولوف نیز دیگر گروہ جو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

اس طرح نائیجیریا، چاڈ، سینیگال وغیرہ سے ملتی جلتی وجوہات اور دلائل کی بناء پر افریقہ کے دیگر غیر عرب مسلم ممالک میں بھی عربی زبان کے سرکاری وقومی زبان، ہر سطح پر لازمی تعلیمی مضمون اور ذریعہ تعلیم قرار پانے کے پورے پورے امکانات موجود ہیں۔ جبکہ بطور مضمون عربی واسلامیات کو اب بھی بالعموم ابتدائی وثانوی تعلیم میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ پس ہر مسلم افریقی ملک میں دینی وثقافتی وعمومی وعالمی وجوہ کی بناء پر عربی زبان کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ان ممالک کا مستقبل میں عرب لیگ میں بتدریج شامل ہو جانا بھی بعید از قیاس نہیں۔

عربی بحیثیت افریقی تعلیمی زبان

افریقی مسلم ممالک میں بالخصوص اور مسلم اقلیت کے ممالک میں بالعموم عربی کی جو موجودہ تعلیمی صورتحال ہے، اس کا خلاصہ جلال عباس یوں پیش کرتے ہیں:-

۱ - "مدارس قرآنية تتطور تدريجياً إلى مدارس

إبتدائية تعتبر اللغة العربية و الدين الإسلامي فيها من مواد الدارسة الرئيسية منذ الصف الأول.

٢- مدارس إبتدائية إسلامية أنشأتها الجامعات و بعض الأفراد على نمط المدارس الحكومية و تحتل فيها اللغة العربية و الدين الإسلامي مكانة خاصة في مناهج الدراسة بها.

٣- مدارس إبتدائية حكومية في المناطق الإسلامية تدرس فيها اللغة العربية و الدين الإسلامي كمواد رئيسية ضمن المنهج منذ الصف الأول.

٤- مدارس ثانوية خاصة أنشأتها الجمعيات الإسلامية تدرس فيها اللغة العربية و الدين الإسلامي بعناية خاصة. وهي تؤهل لدخول امتحانات الثانوية العامة لغرب افريقية.

٥- مدارس ثانوية حكومية تدرس فيها اللغة العربية والدين الإسلامي وتزودها الحكومة بالمدرسين اللازمين لتأهيل الطلاب إلى الاختبار في هاتين المادتين ضمن مواد الثانوية العامة لغرب أفريقيا.

٦- معاهد و مدارس عربية خاصة مثل مدارس المعلمين العربية و مدارس العلوم العربية في نيجيريا و مدارس المعلمين العربية الفرنسية في مالي.

٧- أقسام جامعية متخصصة في اللغة العربية والدراسات الإسلامية أو شعب أو فروع لها في بعض الجامعات ضمن أقسام اللغات و الدراسات الدينية". (٥٩)

ترجمہ:- ۱۔ قرآنی مدارس جو بتدریج ترقی کر کے پرائمری سکول بن جاتے ہیں۔ اور جن میں پہلی جماعت سے ہی عربی زبان اور اسلامیات بنیادی مضامین میں شامل ہوتے ہیں۔

۲۔ اسلامی پرائمری سکول جو تنظیموں نیز بعض لوگوں نے انفرادی طور پر سرکاری سکولوں کی طرز پر قائم کئے ہیں۔ اور جن میں عربی و اسلامیات کو نصاب تعلیم میں خصوصی حیثیت حاصل ہے۔

۳۔ مسلم علاقوں کے وہ گورنمنٹ پرائمری سکول جن میں عربی زبان اور دین اسلام پہلی جماعت ہی سے بنیادی مضامین نصاب کے طور پر پڑھائے جاتے ہیں۔

۴۔ خصوصی ثانوی مدارس جو اسلامی تنظیموں کے قائم کردہ ہیں۔ ان میں عربی زبان اور دین اسلامی کی تدریس پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور ان مدارس کے طلبہ مغربی افریقہ کے "ہائر سیکنڈری سکول امتحانات" میں بیٹھنے کے اہل قرار پاتے ہیں۔

۵۔ سرکاری ہائی سکول، جن میں عربی زبان اور اسلامیات کی تدریس کی جاتی ہے اور ان کے لئے حکومت اساتذہ مہیا کرتی ہے

تاکہ طلبہ کو مغربی افریقہ کے "ہائر سیکنڈری امتحان" کے سلسلہ میں ان "مضمونوں میں امتحان دینے کے قابل بنادیں۔

۶۔ خصوصی عربی مدارس اور انسٹی ٹیوٹ، مثلاً نائیجیریا کے "نیچرز عربک سکولز" اور "مدارس علوم عربیہ" نیز مالی میں "عربی فرانسیسی نیچرز سکولز"۔

۷۔ عربی زبان اور علوم اسلامیہ کے لئے یونیورسٹی سطح کی خصوصی فیکلٹیاں یا بعض جامعات میں زبانوں اور مطالعات دین کی فیکلٹیوں میں شامل عربی و اسلامیات کے شعبے اور شاخیں۔

مشرقی افریقہ کے اہم مسلم ممالک

اگرچہ افریقی مسلم ممالک کا مجموعی تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے، تاہم مغربی افریقی ممالک (نائیجیریا، چاڈ، سینیگال وغیرہ) کی طرح مشرقی افریقہ کے بعض اہم انگریزی دان ممالک کا علیحدہ تذکرہ ان ممالک کی آبادی، محل وقوع اور عربی زبان و ثقافت کے گہرے اثرات کے حوالے سے ناگزیر ہے:۔

۱،۲ – تنزانیہ و زنجبار

''جمہوریہ تنزانیہ'' سن ۱۹۶۴ء میں ٹانگانیکا، زنجبار اور بعض دیگر جزائر و مناطق کے اتحاد سے وجود میں آئی۔ اس کی مجموعی آبادی ساڑھے تین کروڑ سے زائد ہے۔ متحدہ تنزانیہ کے سابق صدر جولیس نائریرے، علی حسن مینی اور زنجبار کے حکمران عبید کروے معروف افریقی قائدین میں شمار ہوتے ہیں۔ یہاں انگریزی زبان برطانوی استعمار کے دور سے غالب و مستعمل ہے۔

چند سال پہلے ''زنجبار'' نے تنزانیہ سے علیحدہ ہو کر ایک آزاد مملکت کی صورت میں ''اسلامی کانفرنس کی تنظیم'' کی رکنیت اختیار کر لی۔ اس کے بعد بھی تنزانیہ میں مختلف اعداد و شمار کی رو سے مسلمانوں کی اکثریت بتلائی جاتی ہے، جبکہ زنجبار کی مسلم اکثریت میں عربی النسل باشندوں کی کثرت ہے۔ (۶۰)

عربی زبان نہ صرف تنزانیہ و زنجبار کی مجموعی مسلم اکثریت کی زبان کی حیثیت سے یہاں وسیع پیمانے پر بولی اور سمجھی جاتی ہے نیز دینی و تعلیمی لحاظ سے بنیادی اہمیت کی حامل ہے، بلکہ ہر دو ممالک کی سرکاری و عوامی زبان، سواحلی (موجودہ خط لاطینی) پر عربی زبان و خط کے گہرے اثرات ہیں:۔

'' اسمها مأخوذ من اللغة العربية لأن

"السواحلية" جمع "ساحل"، وهى لغة نصف كلماتها أو يزيد، أصلها عربى مؤفرق. فهى لغة عربية مؤفرقة".(٦١)

ترجمہ:- سواحلی زبان کا نام عربی سے ماخوذ ہے کیونکہ "سواحیلی" "لفظ" ساحل" کی جمع ہے۔ اس زبان کے نصف یا زیادہ کلمات عربی الاصل افریقی ہیں۔ پس یہ افریقیائی ہوئی عربی زبان ہے۔

کینیا

(Kenya)

تین کروڑ سے زائد باشندوں اور مسیحی اکثریت پر مشتمل مشرقی افریقہ کی اہم مسلم اقلیتی مملکت کینیا (مسلم:۳۵٪) کی سرکاری و عمومی زبان "سواحلی" ہے۔ چنانچہ کینیا میں عربی زبان کو "ممباسہ" کے عربی ثقافتی علاقہ، سرکاری تعلیمی اداروں میں عربی اسلامی تعلیم، ملک بھر میں موجود عربی اسلامی مدارس و مساجد و مراکز و تنظیمات اور سواحلی پر عربی کے گہرے اثرات کے حوالہ سے روز افزوں اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔(٦٢)

بقول تونسی محقق مراد الطیب (بعد ستمبر ۲۰۰۱ء):-

"ويرى الطيب أن الساحل الشرقى لأفريقيا، وخاصة تنزانيا و كينيا، سيكون له دور بارز فى نشر الثقافة العربية الإسلامية فى زنجبار و مومباسة و دار السلام."(٦٣).

ترجمہ: مراد الطیب کی تحقیق کے مطابق افریقہ کے مشرقی ساحلی علاقہ بالخصوص تنزانیہ و کینیا (زنجبار، ممباسہ، دارالسلام) کا عربی اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ہوگا۔

۴،۳– ایتھوپیا و اریٹیریا

(Ethiopia & Eriteria)

حبشہ و اریٹیریا سن ۱۹۶۲ء میں متحدہ مملکت ''ایتھوپیا'' میں یکجا ہوئے۔ جو مسلم اکثریت کی حامل تھی۔ منطقہ اریٹیریا ایک طویل جدوجہد کے بعد چند سال پہلے علیحدہ ہو کر آزاد مملکت بن گیا۔

ایتھوپیا میں امہاری (Amhari) اور انگریزی زبان کو سرکاری حیثیت حاصل ہے جب کہ عربی اسلامی مدارس و مراکز و مساجد بھی دارالحکومت ''عدیس ابابا'' اور ملک بھر میں موجود ہیں۔ اور عربی زبان کی تعلیم و تدریس کا وسیع نظام موجود ہے۔

اریٹیریا

چار ملین سے زائد آبادی پر مشتمل آزاد مملکت ''اریٹیریا'' میں عربی زبان کو مختلف سطحوں پر اریٹیریا کی زبان کی حیثیت سے طویل عرصہ سے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اور مختلف و متضاد مذہبی و سیاسی اسباب و عوامل کے باوجود عربی زبان وسیع پیمانے پر بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ دیگر ملکی زبانوں میں ''تگ نی یا'' (Tigninya) وغیرہ شامل ہیں۔ (۶۳)

یوگنڈا

(Uganda)

سوڈان سے متصل اہم مشرقی افریقی ملک یوگنڈا میں اگرچہ مسلمان کل آبادی (تقریباً ڈھائی کروڑ) کے نصف سے کہیں کم ہیں، لیکن صدر عیدی امین کے زمانے سے "اسلامی کانفرنس" کا رکن ہے۔ عربی اسلامی مدارس ملک بھر میں موجود ہیں جو جدید ملکی نصاب بھی اپنائے ہوئے ہیں۔

نیز دار الحکومت "کمپالا" میں کئی سال پہلے "اسلامی کانفرنس کی تنظیم" (O.I.C) کے تعاون سے ایک "اسلامی یونیورسٹی" قائم ہو چکی ہے۔ جس کا ذریعہ تعلیم عربی وانگریزی ہے۔ اور عربی زبان تمام شعبوں میں لازمی ہے۔ اس طرح یوگنڈا میں عربی زبان وثقافت مسلسل فروغ پذیر ہے۔ (۶۵)

❁❁❁

خلاصہ کلام

غیر عرب مسلم افریقی ممالک

غیر عرب افریقی مسلم ممالک میں عربی زبان کے حوالہ سے مذکورہ تفصیلات سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مشرقی ومغربی افریقہ وغیرہ کے یہ ممالک عرب افریقی ممالک سے متصل ومربوط اور کافی حد تک عربی داں ممالک ہیں۔ ان انگریزی وفرانسیسی داں ممالک میں عربی زبان واحد مشترک افریقی رابطہ زبان کی حیثیت سے، نیز دیگر علمی ودینی وثقافتی وجغرافیائی حوالوں سے وسیع پیمانے پر رائج وفروغ پذیر ہے۔ اور اس کی تمام غیر عرب افریقی مسلم ممالک کی سرکاری وقومی وتعلیمی زبانوں میں شمولیت کا عمل روز افزوں ہے۔ واللہ الموفق۔

۵ یورپی مسلم ممالک

(البانیا، بوسنیا، ترکیا، کوسووا...)

براعظم یورپ چالیس سے زائد ملک پر مشتمل ایک عظیم الشان جغرافیائی منطقہ ہے۔ مشرقی، وسطی اور مغربی یورپ کے مختلف ممالک میں نہ صرف ترک نژاد اور دیگر مسلم اقلیات بڑی تعداد میں پائی جاتی ہیں، بلکہ البانیا سے کمیونسٹ اقتدار کے خاتمہ، بوسنیا ہرزوگووینا کی یوگوسلاویہ سے علیحدگی، ترکیہ کی یورپی برادری میں شمولیت اور کوسوا کی سربیا سے علیحدگی وخودمختاری کے بعد کم ازکم چار یورپی مسلم ممالک پر مشتمل ایک آزاد مسلم منطقہ وجود پذیر ہوا ہے جو بطور مجموعی سنی العقیدہ وحنفی المذہب نیز ترکی الاصل ہے۔ یہ منطقہ بیسویں صدی عیسوی کے ربع اول کی اس آخری خلافت عثمانیہ کی باقیات صالحات قرار پاتا ہے جس کا مرکز خلافت قسطنطنیہ یعنی استنبول تھا اور جو عربی زبان وعلوم نیز عربی رسم الخط میں تحریر شدہ عثمانی ترکی زبان کا مرکز وقبع تھا۔

البانوی (ارناؤ) بوسنیائی (سربوکروٹ) ترکی اور کوسووی زبان سمیت نہ صرف تمام ترکی الاصل ودیگر مسلم زبانوں کا رسم الخط بیسویں صدی کی خلافت عثمانیہ کے اختتام (۱۹۲۴ء) تک عربی تھا، بلکہ ان تمام زبانوں پر عربی زبان کے گہرے اثرات بھی ناقابل تردید ہیں۔ البانیا، بوسنیا، ترکیہ، کوسووا وغیرہ کے کروڑوں مسلمان نہ صرف ادائیگی نماز وتلاوت قرآن کے لئے کافی حد تک عربی زبان وخط کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، بلکہ ان ممالک میں ہزاروں مساجد ومراکز ومدارس عربیہ اسلامیہ کا وسیع وموثر سلسلہ بھی موجود وفروغ پذیر ہے۔ نیز عملاً عربی زبان وخط کو قومی وغیر ملکی زبانوں کے ہمراہ ثانوی زبان وخط نیز کم ازکم اختیاری تعلیمی مضمون کی حیثیت حاصل ہے اور عربی کے علاوہ یہ ممالک کسی مشترکہ زبان کے حامل نہیں۔

مادر مہربان مدرڈیسا کے وطن البانیہ سے تعلق رکھنے والے عصر جدید کے جلیل القدر اور نادر المثال عربی دان عالم ومحدث شیخ ناصر الدین البانی (م ۱۹۹۹ اردن عمر تقریباً نوے سال) جنہوں نے "سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة" کے نام سے "صحاح ستة و مشكاة المصابيح" کی احادیث کا ناقدانہ ومحققانہ مطالعہ پیش فرمایا۔

مفتی اعظم البانیا حافظ صبری کوچی جو فصیح عربی زبان کے ماہر اور اشتراکی دور میں ایک طویل عرصہ قید وبند کی سختیاں جھیلتے رہے۔

بوسنیا کے صدر عالی جاہ عزت بیگوویچ، سابق وزیر اعظم ڈاکٹر حارث سلاجیک، ان کی ہمشیرہ ساجدہ سلاجیک،

اور کوسووا کے صدر ابراہیم رگووا سمیت متعدد عظیم الشان عربی دان وجدید تعلیم یافتہ مسلم شخصیات دیار مغرب میں عربی اسلامی علوم کے شاندار ماضی، پرعزیمت ماضی وحال اور متوقع مستقبل منور کی ترجمان وعکاس ہیں۔

ان ممالک کے عمومی نظام تعلیم میں بھی عربی زبان کو بحیثیت دینی وثقافتی وعالمی زبان بطور لازمی یا اختیاری مضمون اور دینیات (دین درس) کے حوالے سے بتدریج زیادہ اہمیت حاصل ہورہی ہے۔ نیز اندرون وبیرون ملک عربی اسلامی تعلیمی اداروں میں بھی ان ممالک کے مسلم طلبہ کی کثیر تعداد مصروف تعلیم ہے۔ اور ان ممالک میں عربی زبان وغیرہ میں موجود استنبول، تیرانہ، سراجیوو، اسکوپئی وغیرہ کے لاکھوں عربی، ترکی ودیگر مخطوطات ان ترک اور یورپی مسلم اہل علم وتحقیق کی جانب سے تحقیق واشاعت کے منتظر ہیں۔
واللہ الموفق۔ (۲۶)

و۔ امریکی مسلم ممالک

سورینام
(Surinam)

سورینام "اسلامی کانفرنس کی تنظیم" کا رکن ہونے کی وجہ سے براعظم شمالی وجنوبی امریکہ میں منفرد و ممتاز حیثیت کا حامل ہے اور اس حوالے سے یہاں عربی، اسلامی اثرات گزشتہ چند سال سے روز افزوں ہیں۔ دارالحکومت پاراماریبو نیز دیگر شہروں میں مساجد ومراکز اسلام میں عربی اسلامی تعلیم کا انتظام موجود ہے۔ عرصہ دراز سے عیدالفطر پر قومی تعطیل ہوتی ہے۔ اور جنوبی امریکہ میں سورینام ہی میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی پائی جاتی ہے جو تقریباً ستر فیصد انڈونیشی الاصل اور تیس فیصد پاک وہند کے مہاجرین ہیں۔ (۶۷)

ڈچ زبان کے ممالک ومناطق (سورینام' اروبا' کوراکوا' نیدرلینڈ' انٹیلیز، وغیرہ) میں سورینام نہ صرف آزاد وخودمختار مملکت کی حیثیت سے نمایاں تر ہے' بلکہ سورینام (63,037 مربع میل) کی چار لاکھ سے زائد آبادی (4,02,000 :1992) میں مسلمان کم ازکم بیس فیصد ہیں۔

کیتھولک: 23فیصد پروٹسٹنٹ: 19فیصد

ہندو: 27فیصد مسلم: 20فیصد

متفرق: 11فیصد۔ (۶۸)

ڈچ زبان میں قرآن کریم کے کم ازکم تین تراجم موجود ہیں (احمدیہ لاہوریہ' احمدیہ قادیانیہ اور مستشرق جان ایچ کریمر کے تراجم معانی قرآن)۔

جامعة الأزهر اور عربی زبان

عالم اسلام میں عربی زبان کو فروغ دینے میں براعظم افریقہ میں واقع "جامعة الازهر" قاہرہ، صدیوں سے جو انتہائی عظیم الشان کردار ادا کرتی چلی آ رہی ہے، تحدیث نعمت کے طور پر اس کا ذکر بھی بہت ضروری ہے۔ اس عظیم کردار کا اندازہ آج سے تمیں برس پہلے مصری مؤرخ احمد حسن الزیات کے ایک اقتباس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:۔

"و زاد طلابه حتى نيفوا على خمسة عشر ألف طالب تساعدهم الأوقاف بالمال والمسكن. ومن بينهم العربي والتركي والسوداني والمغربي والإيراني والسوري والعراقي والهندي والإندونيسي والشركسي والأفغاني. وكلهم يتعلمون اللغة العربية ويتغذون بالثقافة الإسلامية." (٦٩)

ترجمہ:۔ اس کے طلبہ کی تعداد بڑھتی رہی یہاں تک وہ پندرہ ہزار سے زائد ہو گئے ہیں جن کی اوقاف مالی و رہائشی لحاظ سے مدد کرتا ہے۔ ان میں عرب، ترک، سوڈانی، مراکشی، ایرانی، شامی، عراقی، ہندوستانی، انڈونیشی، شرکسی اور افغان شامل ہیں۔ یہ سب عربی زبان سیکھتے اور اسلامی ثقافت سے غذا پاتے ہیں۔

❀❀❀

مسلم ممالک میں عربی زبان کے بڑھتے ہوئے اثرات کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ "اسلامی کانفرنس کی تنظیم" نے اپنی پندرھویں وزرائے خارجہ کانفرنس منعقدہ صنعاء، (۲۵ ربیع الاول تا ۳۰ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ) میں جن مسائل پر غور و خوض کیا ان میں عربی زبان اور اسلامی تعلیم کے لئے قائم شدہ یا مجوزہ اداروں کی امداد کا معاملہ بھی شامل

تھا۔ اس بارے میں سعودی عرب کا مجلہ ''الدعوۃ'' رقمطراز ہے:۔

''اولی المؤتمر إهتماما بالغاً نحو القضايا الثقافية و عبر عن الإرتياح للاجراء ات التي اتخذت في سبيل انجاز مشروع بناء كلية اللغة العربية و الدراسات الإسلامية من مشروع الجامعة الإسلامية في النيجر، كما عبر عن الإرتياح للتقدم الذي أحرزه مشروع الجامعة الإسلامية في اوغندا. و دعا صندوق التضامن الإسلامي جميع الهيئات و المؤسسات المتخصصة إلى تقديم المساعدات للجامعة الإسلامية بماليزيا و للجامعة الإسلامية في بنجلا ديش وللمعهد الاقليمي للتعليم التكميلي في باكستان وللمعهد الاقليمي للدراسات والأبحاث الإسلامية في تمبكتو و للمعهد الاسلامي للترجمة في الخرطوم وللكلية الزيتونية للشريعة واصول الدين في تونس''. (۴۰)

ترجمہ:۔ کانفرنس نے ثقافتی معاملات کو بڑی اہمیت دی اور ان اقدامات پر خوشی کا اظہار کیا جو نائیجر میں اسلامک یونیورسٹی کے پروجیکٹ کے ضمن میں عربی زبان و اسلامیات کی فیکلٹی کے قیام کی تکمیل کے سلسلے میں کئے گئے ہیں۔ نیز یوگنڈا میں اسلامک یونیورسٹی کے پراجیکٹ میں جو پیش رفت ہوئی ہے' اس پر بھی اظہار مسرت کیا۔ ''اسلامک سولیڈیریٹی فنڈ'' نے اس سلسلے کی تمام مخصوص تنظیموں اور اداروں سے اپیل کی ہے کہ وہ ملائیشیا کی اسلامک یونیورسٹی، بنگلہ دیش کی اسلامک یونیورسٹی، پاکستان میں تکمیلی تعلیم کے علاقائی

اُنسٹی ٹیوٹ، ایجنکو کے علاقائی انسٹی ٹیوٹ برائے مطالعہ وتحقیقات اسلامیہ، خرطوم کے "المعهد الإسلامي للترجمة" اور تیونس میں زیتونہ کے "کلیہ شریعت واصول الدین" کے لئے امداد پیش کریں۔

چین، نائیجیریا، یوگنڈا سے بنگلہ دیش وملائیشیا تک جدید عربی اسلامی یونیورسٹیوں اور اداروں کا قیام بتدریج فروغ پذیر ہے اور عربی زبان کے پھیلانے میں بڑا معاون ثابت ہو رہا ہے۔

عربی زبان کا ہر مسلمان اور پورے عالم اسلام سے ماضی میں جو عظیم الشان تعلق رہا ہے اس کے بارے میں مشہور برطانوی مستشرق آر اے نکلسن لکھتے ہیں:-

"During the middle ages it was spoken and written by all cultivated Moslems, of whatever nationality they might be, from indus to the Atlantic, it was the langauage of the Court and the Church, of Law and Commerce, of Diplomacy and Literature and Science. When the Mangol invasion in the thirteenth century swept away the "Abbasid Caliphate" and therewith the last vestiges of poilitical unity in Islam classical Arabic ceased to be the kolvn or common dialect of the Moslem

World."(71)

آگے یہ بتانے کے بعد کہ عربی زبان، جزیرۃ العرب، شام، مصر اور دیگر عربی
دان ممالک میں تمام تحریری کاروبار، ادب اور تعلیم کی زبان ہے، پروفیسر نکلسن، پروفیسر مار
گولیتھ کے حوالے سے عالم اسلام میں عربی زبان کے مستقبل کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"We are told on high authority that even now it is going a renaisance, and there is every liklihood of its again becoming a great literary vehicle. And if for those Moslems who are not Arabs, it occupies relatively much the same position as Latin and Greek in modern European cluture, we must no forget that the Koran, its most renowned masterpiece, is learned by every Moslem when he first goes to school, is repeated in his daily prayers and influences the whole course of his life to an extent which the ordinary Chirstain can hardly realize."(72)

خلاصہ مباحث
”لغة العالم الإسلامی“

ان تمام دلائل وحقائق کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ عربی زبان علمی ودینی لحاظ سے عالم اسلام کی بلا امتیاز عرب وعجم مشترکہ زبان ہے اور دور جدید میں جغرافیائی، ثقافتی، تعلیمی، سیاسی اور اقتصادی اسباب کی بناء پر بھی خاصی تیز رفتاری سے عالم اسلام میں رائج ہورہی ہے۔ بائیس عرب ممالک اپنے ملکی لہجات کے اختلاف کے علی الرغم ”اللغة العربية الفصحى“ کو اپنا چکے ہیں۔ افریقی ملک چاڈ میں عربی زبان فرانسیسی کے ہمراہ سرکاری زبان ہے۔ ملائیشیا، برونائی دارالسلام، مالدیپ، پاکستان، ایران، سینیگال اور کئی دیگر ممالک میں اسے لازمی تعلیمی مضمون قرار دیا جاچکا ہے۔ انڈونیشیا میں یہ انتہائی اہم اختیاری تعلیمی زبان ہے۔ اور بنگلہ دیش وترکی جیسے اہم مسلم ممالک میں بھی بتدریج فروغ پذیر ہے۔ نیز افغانستان، وسط ایشیائی مسلم ممالک اور چینی ترکستان میں اس کی اہمیت میں اضافہ ہورہا ہے۔ نائیجیریا میں عربی کو اہم مقام حاصل ہے اور دیگر مسلم افریقی ممالک میں بھی نائیجیریا کی طرح عربی کو تعلیمی اور دیگر شعبوں میں بڑی اہمیت دی جارہی ہے۔ بالمجموعی افریقہ کے تمام غیر عرب مسلم ملکوں میں اسے سکولوں کی سطح پر کم وبیش لازمی یا اہم تعلیمی مضمون کی حیثیت حاصل ہے اور مستقبل میں اسے ہر مسلم ملک میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم میں لازمی زبانوں نیز سرکاری وقومی زبانوں میں شامل کرنے کے پورے پورے امکانات موجود ہیں۔

❁❁❁

خلاصہ کلام بحوالہ
"لغة العالم الإسلامی"

عالم اسلامی کی زبان کی حیثیت سے عربی زبان کی اہمیت وحیثیت کے حوالے سے مندرجہ سابقہ مباحث کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

ا۔ عربی بحیثیت سرکاری وقومی وتعلیمی زبان

۱. سعودی عرب	۲. کویت	۳. متحدہ عرب امارات
۴. قطر	۵. بحرین	۶. عمان
۷. یمن	۸. عراق	۹. اردن
۱۰. شام	۱۱. لبنان	۱۲. فلسطین
۱۳. مصر	۱۴. سوڈان	۱۵. لیبیا
۱۶. تیونس	۱۷. الجزائر	۱۸. مراکش
۱۹. موریطانیہ	۲۰. صومالیہ	۲۱. جبوتی

۲۲. جزرالقمر (کومورو)

ب۔ عربی بحیثیت سرکاری/دستوری/تعلیمی زبان

۲۳. ملائیشیا	۲۴. برونائی دارالسلام	۲۵. مالدیپ
۲۶. پاکستان	۲۷. افغانستان	۲۸. ایران
۲۹. چاڈ	۳۰. زنجبار	۳۱. سینیگال

ج۔ عربی بحیثیت مشترکہ افریقی رابطہ زبان / اہم تعلیمی مضمون

۳۲. نائیجیریا	۳۳. گیمبیا	۳۴. نائیجر
۳۵. گنی	۳۶. مالی	۳۷. کیمرون
۳۸. سیرالیون	۳۹. اپر وولٹا	۴۰. گیبون
۴۱. ساحل العاج	۴۲. بینن	۴۳. ٹوگو
۴۴. جمہوریہ وسطی افریقہ	۴۵. برکینوفاسو	۴۶. گنی بساؤ
۴۷. تنزانیہ	۴۸. ایتھوپیا	۴۹. اریٹیریا

و۔ عربی بحیثیت دینی تعلیمی زبان / اختیاری تعلیمی زبان

۵۰. انڈونیشیا	۵۱. بنگلہ دیش	۵۲. ازبکستان
۵۳. تاجکستان	۵۴. ترکمانیا	۵۵. کرغیزیا
۵۶. قازقستان	۵۷. آذربائیجان	۵۸. ترکیہ
۵۹. البانیا	۶۰. بوسنیا	۶۱. کوسووا
۶۲. ترک جمہوریہ قبرص	۶۳. سورینام (جنوبی امریکہ)	(۷۳)

۱ لغة العالم الافريقى
(عالم افریقہ کی زبان)

براعظم افریقہ پچاس سے زائد ممالک اور اسّی (۸۰) کروڑ سے زائد آبادی پر مشتمل ایک جغرافیائی وحدت ہے۔ جس کی نمائندگی "منظمة الوحدة الأفريقية" یعنی "افریقی اتحادی تنظیم" کرتی ہے۔ عربی زبان کے افریقہ سے تعلق کے سلسلے میں درج ذیل نکات قابل توجہ ہیں:-

۱۔ افریقہ مسلم اکثریت کا براعظم ہے اور اس مسلم اکثریت کی دینی وثقافتی زبان عربی ہے۔ اس نظریاتی اہمیت کے علاوہ عربی زبان افریقہ میں پھیلی ہوئی امت مسلمہ کی واحد مشترک ورابطہ زبان ہے۔ جسے افریقی مسلمانوں کی بھاری اکثریت بولتی اور سمجھتی ہے۔ پس دینی وثقافتی اشتراک، رابطہ باہم، علوم دینیہ وعامہ وغیرہ کے حوالہ سے عربی زبان کو افریقہ کی مسلم اکثریت میں بنیادی ومنفرد اہمیت حاصل ہے۔ افریقہ کی کل آبادی اور مسلمانوں کے صحیح تناسب کے بارے میں اعداد وشمار کا حصول بہت مشکل ہے۔ "جامعة الملك عبدالعزیز" کے استاد سید عبدالمجید بکر اپنے مقالہ "المشاكل الإجتماعية بافريقيا و وسائل علاجها" میں ۱۹۸۳ء میں لکھتے ہیں:-

"فجملة سكان القارة في الآونة الأخيرة يقترب من أربعمائة و خمسين مليوناً و حصة الإسلام في هذا تقترب من مائتين و خمسة و ثلاثين مليونا". (۲۷)

ترجمہ: تازہ ترین اعداد وشمار کے مطابق براعظم افریقہ کے باشندوں کی مجموعی تعداد تقریباً چار سو پچاس ملین ہے اور اس میں اسلام کا حصہ دو سو پینتیس ملین کے لگ بھگ ہے۔

اس لحاظ سے ان کے بیان کردہ اعداد و شمار کے مطابق مسلمان افریقہ کی کل آبادی کے نصف سے کچھ زائد یعنی باون فیصد کے لگ بھگ ہیں۔ مگر "رابطہ عالم اسلامی" کے اہم قائد فضیلۃ الشیخ محمد محمود الصواف جو افریقہ کے کئی دورے فرما چکے تھے، اپنے مقالہ "الرحلات فی بلاد الاسلام" میں مسلمانوں کی تعداد ۲۶ کروڑ سے زائد بتاتے ہیں:-

"هم اکثر من مائتین و ستین ملیونا". (۷۵)

ترجمہ:- وہ دو سو ساٹھ ملین سے زائد ہیں۔

ان حوالوں سے مسلمانوں کی تعداد افریقہ کی کل آبادی کا تقریباً اٹھاون فیصد (۵۸٪) بنتی ہے۔ ان بیانات اور دیگر جدید معلومات کی روشنی میں محتاط قول کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے کہ براعظم افریقہ کی موجودہ اسّی (۸۰) کروڑ سے زائد مجموعی آبادی میں افریقی مسلمانوں کی مجموعی تعداد (بیس کروڑ سے زائد عربوں سمیت) پچاس فیصد (۵۰٪) سے بہر حال زیادہ ہے اور براعظم افریقہ میں مسلمانوں کی واضح اکثریت ہے جب کہ بقیہ آبادی ایک سے زائد مذاہب کی پیروکار ہے۔

۲۔ افریقہ کے غیر مسلم باشندوں کی کوئی ایک مشترکہ دینی و رابطہ زبان نہیں۔ ان میں کروڑوں عیسائی باشندے بھی شامل ہیں جو مسلم اکثریت کے بعد عددی لحاظ سے اہم ترین مذہبی گروہ ہیں۔ افریقی مسیحی باشندے دینی معاملات میں لاطینی، انگریزی، فرانسیسی، عربی اور مقامی زبانیں حسب ضرورت استعمال کرتے ہیں اور دینی رابطہ باہم کے لئے بھی کسی ایک زبان پر متفق نہیں۔ یہی صورتحال پیچیدہ تر شکل میں دیگر مذاہب و ادیان کے پیروکاروں کی ہے۔ ان حالات میں عربی افریقہ کے کروڑوں غیر مسلم باشندوں بالخصوص عیسائیوں کی دینی اور عمومی ضروریات پوری کرنے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے جیسا کہ لبنان، مصر اور دیگر عرب ممالک کے عیسائیوں کے سلسلے میں عرصہ دراز سے کرتی چلی آ رہی ہے۔

۳۔ افریقہ میں مسلمانوں کی مجموعی اکثریت کے علاوہ مسلم ممالک بھی اکثریت

میں ہیں۔ ان میں نہ صرف عربی زبان وسیع پیمانے پر بولی اور سمجھی جاتی ہے، بلکہ اسے مزید فروغ دینے کے لئے دینی، تعلیمی، ثقافتی، سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر مختلف طبقے سنجیدہ کوششیں کر رہے ہیں۔ ان ممالک کے نام مختلف معلومات کی روشنی میں درج ذیل ہیں یہاں صرف ان ملکوں کے نام درج ہیں جن کے بارے میں اس بات کے کافی شواہد موجود ہیں کہ ان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ان میں سے بعض ابھی تک اسلامی کانفرنس کے رکن نہیں ہیں۔ اور بعض کے نام درج نہیں کیونکہ اسلامی کانفرنس کا رکن ہونے کے باوجود ان میں مسلم اکثریت ثابت نہیں:-

افریقی مسلم ممالک

۱. مصر	۲. سوڈان	۳. لیبیا
۴. تیونس	۵. الجزائر	۶. مراکش
۷. صومالیہ	۸. موریطانیہ	۹. جیبوتی
۱۰. جزر القمر	۱۱. چاڈ	۱۲. سینیگال
۱۳. نائیجر	۱۴. گنی	۱۵. مالی
۱۶. کیمرون	۱۷. بینن	۱۸. ساحل العاج
۱۹. ٹوگو	۲۰. جمہوریہ وسطی افریقہ	۲۱. اپر وولٹا
۲۲. گیبون	۲۳. سیرالیون	۲۴. برکینو فاسو
۲۵. نائیجیریا	۲۶. گیمبیا	۲۷. زنجبار
۲۸. تنزانیہ	۲۹. ایتھوپیا	۳۰. اریٹیریا
۳۱. گنی بساؤ... (۷۶)		

۴۔ جن افریقی ممالک میں مسلمان اقلیت میں بتلائے جاتے ہیں وہاں بھی ان کا تناسب بہت سے ممالک میں بالعموم پچیس سے چالیس فیصد تک ہے۔ اور اکثریتی مذہب کے علاوہ جو بالعموم عیسائیت ہے دیگر مذاہب کے پیروکار بھی موجود ہیں۔ اس طرح اکثر افریقی ممالک میں مسلم اقلیت عددی لحاظ سے اہم مقام رکھتی ہے اور عربی زبان سے اپنی دینی، علمی اور ثقافتی وابستگی برقرار رکھے ہوئے ہے۔ نیز عربی درس و تدریس کے ادارے ہر ملک میں قائم ہیں۔ ان ممالک کی مسلم آبادی کا اندازہ درج ذیل اعداد و شمار سے کافی حد تک لگایا جا سکتا ہے:۔

افریقی مسلم اقلیتی ممالک

یوگنڈا	۴۰٪	کینیا	۳۵٪	گھانا	۳۰٪
لائبیریا	۳۰٪	موزمبیق	۲۵٪	مالاگاسی	۲۵٪
استوائی گنی	۳۵٪	ملاوی	۳۵٪	برونڈی	۲۵٪ ....(۷۷)

۵۔ افریقہ کے تمام ممالک میں اسلامی حوالوں سے قطع نظر بھی سیاسی، جغرافیائی، معاشی اور دیگر وجوہات کی بناء پر عربی زبان خاصی تیز رفتاری سے فروغ پذیر ہے جس میں افریقی ممالک کے بلا امتیاز مذہب و ملت عرب ممالک سے روز افزوں تعلیمی، تجارتی، معاشی، سیاسی اور جغرافیائی تعلقات بنیادی محرک ہیں۔ جلال عباس رقمطراز ہیں:۔

"لقد اكتسبت اللغة العربية منذ عهد الاستقلال مزيداً من الأهمية نتيجة لبداية عهد جديد من العلاقات السياسية والاقتصادية مع دول شمال أفريقية العربية التي طالما عزلها الاستعمار عن دول أفريقية جنوب

الصحراء. ومن خلال منظمة الوحدة الأفريقية و مؤتمرات القمة العربية الأفريقية، تدعمت العلاقات السياسية و الإقتصادية وحدث التقارب الذي يحقق التفاهم المتبادل و الصداقة بين الشعوب مما كان منطلقاً لعلاقات ثقافية من نوع جديد ارتبطت بالإهتمام المتزايد باللغة العربية باعتبارها وسيلة الإتصال مع العالم العربي في أفريقية و الشرق الأوسط."(۷۸)

ترجمہ:- آزادی حاصل ہونے کے بعد کے دور میں عربی زبان نے مزید اہمیت حاصل کی ہے جو شمالی افریقہ کے ان عرب ممالک سے سیاسی و اقتصادی تعلقات کے ایک نئے دور کے آغاز کا نتیجہ ہے جن کو استعمار نے طویل عرصہ تک جنوبی صحرا کے افریقی ممالک سے الگ تھلگ رکھا۔ "افریقی اتحادی تنظیم" اور عرب افریقی سربراہ کانفرنسوں کے ذریعے سیاسی و اقتصادی روابط مضبوط و مستحکم ہوئے ہیں۔ اور وہ باہمی قربت واقع ہوئی ہے جو باہم افہام و تفہیم اور عوام کے مابین دوستی کو عملی جامہ پہنانے کا باعث ہے۔ جس کی راہ عمل ایک نئی طرز کے ثقافتی روابط ہیں جو عربی زبان کے روز افزوں اہتمام کے ساتھ مربوط ہیں کیونکہ یہ زبان افریقہ اور مشرق وسطی کے عرب ممالک سے اتصال کا ذریعہ ہے۔

٦۔ عربی زبان براعظم افریقہ کے پندرہ کروڑ سے زائد باشندوں کی مادری و قومی زبان ہے جو مصر، سوڈان، لیبیا، تونس، الجزائر، مراکش، موریطانیہ، صومالیہ، جبوتی، جزر القمر، اریٹیریا، زنجبار اور دیگر بلاد و امصار کے باشندے ہیں۔ اس لحاظ سے عربی زبان عددی لحاظ سے افریقہ کی سب سے بڑی اور اہم ترین زبان ہے۔ جبکہ بقیہ افریقی باشندے

ہزاروں چھوٹی بڑی زبانیں بولتے ہیں اور ان میں سواحلی، ہاؤسا، فولانی اور امحاری جیسی اہم ترین زبانیں بھی عربی کے مقابلے میں عددی لحاظ سے نسبتاً محدود تر زبانیں ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ بیس کروڑ سے زائد عرب باشندوں کی غالب اکثریت بھی براعظم افریقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اگر عرب قوم ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے تو عددی اکثریت کے حوالہ سے یہ عظیم وحدت براعظم افریقہ کا جزو لاینفک ہے۔

۷۔ جن افریقی باشندوں کی مادری و قومی زبان عربی نہیں ان میں بھی کروڑوں عوام دینی و ثقافتی وجوہات کی بناء پر عربی سے کافی حد تک واقفیت رکھتے ہیں، بالخصوص نائیجیریا اور مغربی افریقہ کے دیگر ممالک میں۔ اس طرح عربی زبان عملاً افریقہ کی نصف سے زائد آبادی میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ افریقہ کی کوئی اور مادری و قومی زبان اس حیثیت کی حامل نہیں۔

۸۔ براعظم افریقہ کے ہزاروں علماء و ادباء نے گزشتہ کئی صدیوں میں ہر قسم کے علوم وفنون کا جو عظیم سرمایہ تحریری شکل میں چھوڑا ہے، وہ زیادہ تر عربی زبان میں ہے۔ مطبوعہ کتب کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں افریقی علوم وفنون کے مخطوطات و مسودات دنیا کی مختلف لائبریریوں اور مراکز میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اہل افریقہ ان سے استفادہ کر کے ان کی تحقیق و اشاعت کا انتظام کریں اور افریقی علوم و ثقافت سے دنیا کو روشناس کرنے کا کام تیز تر کریں۔ دیگر افریقی زبانوں میں موجود علوم وفنون کا ورثہ بھی بالعموم عربی رسم الخط میں اور عربی الفاظ و اصطلاحات سے پر ہے، جس سے عربی جانے بغیر کماحقہ استفادہ انتہائی مشکل ہے۔

۹۔ براعظم افریقہ کی لاتعداد چھوٹی بڑی موجودہ زبانوں پر عربی زبان و ادب کے گہرے اثرات ہیں۔ مثلاً ہاؤسا، فولانی اور کاتوری جیسی اہم زبانوں میں تقریباً نصف تعداد عربی الفاظ کی ہے:۔

"مابین ۴۰ و ۵۰ % کماھو الحال فی لغات
الھاؤسا و الکانوری والفولانی." (۷۹)

ترجمہ: ھاؤسا، فولانی اور کانوری جیسی زبانوں میں عربی الفاظ چالیس تا پچاس فیصد ہیں۔

جلال عباس ھاؤسا، فولانی، ماندی، صنغائی، وولوف اور کانوری کا ذکر کرنے کے بعد عربی زبان اور رسم الخط کے افریقی زبانوں پر اثرات کے ضمن میں لکھتے ہیں:۔

"فجمیعھا و غیرھا من اللغات الصغری التی یقصر المقام عن ذکرھا لأنھا تعد بالمئات قد تاثرت بالعربیۃ وکتبت بأبجدیتھا واستعارت منھا ألفاظاً دینیۃ و ألفاظاً لاستخدامات الحیاۃ العامۃ." (۸۰)

ترجمہ: پس یہ تمام زبانیں اور ان کے علاوہ وہ چھوٹی زبانیں جن کا ذکر کرنے کے لئے جگہ ناکافی ہے، کیونکہ ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے، عربی سے متاثر ہوئی ہیں، اس کے رسم الخط میں لکھی گئی ہیں اور عربی سے انہوں نے دینی الفاظ اور روزمرہ کے استعمال کے لئے الفاظ مستعار لئے۔

"ویکفی أن نذکر أن الدکتور أبوبکر (وزیر التعلیم فی ولایۃ باوتشی) قد أشار الی ظاھرۃ الإستعارۃ فی رسالۃ الدکتوراۃ التی قدمھا عام ۱۹۶۹ء الی جامعۃ القاھرۃ بعنوان "الثقافۃ العربیۃ فی افریقیۃ" وأورد ملحقاً بألفی کلمۃ من لغۃ الفولانی وثلاثۃ آلاف کلمۃ فی لغۃ الھاوسا مستعارۃ من اللغۃ العربیۃ لیؤکد التاثیر القوی للثقافۃ العربیۃ فی الحیاۃ الأفریقیۃ." (۸۱)

ترجمہ: ہمارے لیے اس بات کا ذکر کرنا کافی ہے کہ ڈاکٹر ابوبکر (ریاست

بادشاہی کے وزیر تعلیم) نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں جو انہوں نے ۱۹۶۹ء میں قاہرہ یونیورسٹی کو بعنوان "افریقہ میں عربی ثقافت" پیش کیا، ظاہرہ استعارہ کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اور ایک ضمیمہ شامل کیا ہے جس میں فولانی زبان کے دو ہزار اور حاؤسا زبان کے تین ہزار ایسے کلمات دیئے ہیں جو عربی زبان سے مستعار لئے گئے ہیں۔ اس کا مقصد اس بات کا ثبوت فراہم کرنا ہے کہ افریقی زندگی پر عربی ثقافت کے کتنے گہرے اثرات ہیں۔

عربی زبان کے یہ اثرات صرف ان زبانوں پر ہی نہیں جو مسلم اکثریت کے علاقوں میں بولی جاتی ہیں، بلکہ دیگر زبانوں پر بھی وسیع اور گہرے ہیں۔ مثلاً سواحلی زبان جو تنزانیہ، کینیا وغیرہ میں وسیع پیمانے پر بولی جاتی ہے، استعمار سے پہلے تک اس کا لٹریچر عربی رسم الخط میں ہے اور مسلم وغیر مسلم کی تمیز سے قطع نظر یہ کئی افریقی ممالک میں سرکاری اہمیت کی حامل ہے۔ فتحی جندی، جناب محمد ناصر العبودی اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل "رابطہ عالم اسلامی" سے انٹرویو لیتے ہوئے ان کی زبانی سواحلی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"إسمها ماخوذ من اللغة العربية لأن سواحلية جمع "ساحل." وهي لغة نصف كلماتها، أو يزيد، أصلها عربي مؤفرق. فهي لغة عربية مؤفرقة." (۸۲)

ترجمہ:- اس کا نام عربی زبان سے ماخوذ ہے کیونکہ سواحلی "ساحل" کی جمع ہے۔ یہ ایک ایسی زبان ہے جس کے نصف یا اس سے زائد کلمات عربی الاصل ہیں جنہیں افریقی شکل دے دی گئی ہے۔ پس یہ عربی زبان کا افریقی ایڈیشن ہے۔

مزید فرماتے ہیں:-

"فهذه اللغة السواحلية هي لغة جزء كبير من الناس لا

يعرفون غيرها، وبخاصة في ساحل شرق أفريقيا و معظم ساحل كينيا (لأن في ساحل شمال كينيا توجد اللغة الصومالية) و كذلك في ساحل تنزانية إلى موزمبيق. ثم انها موجودة بشكل متسع في وسط أفريقية و شرقها حتى الكونغو الذي يسمى الآن زائير. و كذلك تجدها لغة رسمية في أو غندا ثالث ثلاث لغات. و كذلك لغة رسمية من لغات زائير وليست اللغة العامة. ولكنها اللغة الرسمية الوحيدة في تنزانيا بما فيها تنجانيقا وزنجبار." —(۸۳)

ترجمہ:- یہ سواحلی زبان عوام کے ایک بڑے حصے کی زبان ہے جو اس کے علاوہ کوئی دوسری زبان نہیں جانتے۔ بالخصوص مشرقی افریقہ کے ساحل اور ساحل کینیا کے بڑے علاقے میں (جبکہ کینیا کے شمالی ساحل میں صومالی زبان ہے)۔ اسی طرح ساحل تنزانیہ سے موزمبیق تک۔ مزید برآں یہ وسیع تر شکل میں وسطی افریقہ اور مشرقی افریقہ میں کانگو تک موجود ہے۔ جسے اب زائر کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی طرح تم اسے یوگنڈا کی سرکاری زبان پاتے ہو، تین زبانوں میں سے تیسری زبان۔ اسی طرح زائیر کی زبانوں میں سے بھی یہ ایک سرکاری زبان ہے حالانکہ یہ وہاں عوامی زبان نہیں۔ البتہ تنزانیہ میں جو ٹانگانیکا اور زنجبار پر مشتمل ہے یہ واحد سرکاری زبان ہے۔

واضح رہے کہ کینیا، یوگنڈا، موزمبیق اور زائیر غیر مسلم اکثریت کے ممالک ہیں۔ زائیر ان معدودے چند افریقی ممالک میں سے ہے جہاں مسلمان چونتیس ملین میں صرف دس فیصد اور عیسائی سات ملین بتائے جاتے ہیں۔ بقیہ بادی اصنام پرست ہے۔ نیز تنزانیہ

سے زنجباری علیحدگی کے بعد بھی سواحلی کی اہمیت سب تسلیم کرتے ہیں۔

پس افریقہ کی سینکڑوں زبانوں پر عربی زبان کے گہرے اثرات ہیں۔ ماضی میں رسم الخط عربی رہا ہے اور آزادی کے بعد عربی رسم الخط کے احیاء کی کوششیں بڑے پیمانے پر جاری ہیں۔ جیسا کہ نائیجیریا کے ضمن میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ حاؤسا، فولانی، سواحلی، صومالی، کانوری اور دیگر افریقی زبانوں کو کماحقہ سیکھنے کے لئے لسانیاتی نقطہ نظر سے عربی زبان بلا امتیاز مذہب وملت "اساس اللغات الأفريقية" کی حیثیت سے ناگزیر ہے اور اسے ہر افریقی ملک میں لازمی تعلیمی مضمون بنائے بغیر افریقی لسانیات کے تقاضے پورے نہیں کئے جا سکتے۔ نیز عربی رسم الخط ہی افریقی زبانوں کا صدیوں سے ثقافتی نمائندہ ہے۔ عربی زبان وخط کے افریقی زبانوں پر اثرات کے سلسلے میں جلال عباس لکھتے ہیں:۔

"كان من آثار استخدام اللغة العربية كلغة دين و لغة تفاهم بين مختلف الشعوب المختلفة اللغات أن استفادت تلك القبائل و الشعوب من الغنى الذى تمتاز به اللغة العربية فى الألفاظ و المترادفات والإستعمالات ، فأغنت بها لغاتها، غير أن هذا التأثير بدأ أول الأمر بأن اتخذت تلك الشعوب و القبائل الأبجدية العربية لكتابة وتسجيل لغاتها الأصلية التى لم تكن مكتوبة فيما قبل." (۸۳)

ترجمہ:۔ عربی زبان کو دینی زبان اور مختلف زبانیں بولنے والے مختلف قبائل اور گروہوں کے مابین رابطہ زبان کی حیثیت سے استعمال کرنے کی علامات میں سے یہ ہے کہ ان قبیلوں اور گروہوں نے الفاظ و مترادفات واستعمالات کے سلسلے میں اس وافر سرمایہ سے استفادہ کیا جو عربی زبان کا طرۂ امتیاز ہے۔ پس انہوں نے اپنی زبانوں کو اس

کے ذریعے ختم کر دیا۔ ابتدا میں یہ اثر پذیری اس طرح شروع ہوئی
کہ ان شعوب وقبائل نے اپنی ان اصل زبانوں کو تحریر و قلمبند کرنے
کے لئے عربی حروف ابجد کو اپنایا جو زبانیں اس سے پہلے تحریری شکل
میں موجود نہ تھیں۔

آگے چل کر عربی رسم الخط کے لاطینی خط سے بدل دیے جانے کے بارے میں
جلال عباس لکھتے ہیں:-

"استخدمت الأبجدية العربية في كتابة اللغات الأفريقية حيث تحولت أكثر اللغات المنطوقة إلى لغات مكتوبة. وقد خطط الإستعمار و عمل على القضاء على هذه الظاهرة ليحل الحرف اللاتيني محل الحرف العربي في كتابة اللغات الأفريقية وبذل الجهود المكثفة في ذلك لقطع الصلة بين الثقافة العربية والثقافات المحلية. وانتهى إلى أن توصل إلى ابتكار كتابة صوتية مبنية على الأبجدية اللاتينية و إقامة دور كبير للطباعة لنشر هذه الطريقة، كما شجع المنصرين على توجيه جهودهم لذلك أيضاً.

وقد اقامت السلطات الاستعمارية البريطانية مركزين للنشر أحدهما في غرب أفريقية يسمى مؤسسة الحق. والحق بلغة الهاوسا يعني "جاسكيا". وذلك لطبع الكتب والنشرات والصحف بلغات الهاوسا والفولاني والكانوري وغيرها من لغات غرب أفريقية الكبرى بالأبجدية اللاتينية. والثاني في شرق أفريقية وهو

مكتب شرق افريقية للنشر الذى ركز خصيصاً على لغة السواحيلى.

أما فى المناطق التى خضعت للاستعمار الفرنسى فقد تولت الإرساليات التنصيرية هذه المهمة. ثم أنشى المعهد الفرنسى لأفريقيا السوداء وكان من مهامه الرئيسية دراسة اللغات المحلية و وضع التعديلات الخاصة لكتابتها بطريقة النطق." (۸۵)

ترجمہ:- افریقی زبانوں کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے عربی رسم الخط استعمال کیا گیا۔ اس طرح بولی جانے والی اکثر زبانیں تحریری بھی بن گئیں۔ سامراج نے اس ظاہرہ کو ختم کرنے کے لئے منصوبہ بندی اور عملی اقدامات کئے تاکہ افریقی زبانوں کی کتابت کے لئے لاطینی رسم الخط عربی رسم الخط کی جگہ لے سکے۔ نیز عربی ثقافت و مقامی ثقافت کے درمیان موجود رشتہ کو قطع کرنے کے لئے انتہائی کوششیں صرف کیں۔ اور بالآخر معاملہ یہاں تک پہنچایا کہ لاطینی حروف پر مبنی صوتی کتابت کی اختراع کی گئی۔ اور اس طریقہ کو فروغ دینے کے لئے وسیع پیمانے پر بڑے بڑے پبلشنگ ہاؤس قائم کئے گئے۔ ساتھ ہی مسیحی مشنریوں کو اس جانب بھی اپنی کوششیں مرکوز کرنے پر ابھارا گیا۔

برطانوی استعماری اقتدار نے نشر و اشاعت کے لئے مرکز قائم کئے۔ ایک مغربی افریقہ میں ''موسسہ الحق'' کے نام سے۔ ''حق'' ھاؤسا زبان میں ''جاسکیا'' کہلاتا ہے۔ یہ مرکز ھاؤسا، فولانی، کانوری اور مغربی افریقہ کی دیگر بڑی بڑی زبانوں میں کتب و صحف اور جلیلوں کی لاطینی رسم الخط میں طباعت کے لئے تھا۔ اور

دوسرا مرکز مشرقی افریقہ میں قائم کیا گیا۔ وہ تھا "مشرقی افریقہ کا پبلشنگ ہاؤس" جس نے اپنی توجہ سواحلی زبان پر مرکوز کی۔

وہ علاقے جو فرانسیسی استعمار کے تحت آئے ان میں مسیحی مشنریوں نے اس کام کی ذمہ داری سنبھالی۔ بعد ازاں "سیاہ افریقہ کے لیے فرانسیسی انسٹی ٹیوٹ" قائم کیا گیا۔ جس کا ایک بنیادی مقصد مقامی زبانوں کا مطالعہ اور ان کو بول چال کے طریقہ کے مطابق لکھنے کے لیے ضروری ترامیم واصلاحات کرنا تھا۔

ان تفصیلات کو اگر من وعن تسلیم نہ بھی کیا جائے، تب بھی عربی زبان اور رسم الخط کی افریقی زبانوں پر وسعت اثرات اور خط لاطینی کو ترویج دینے کی کوششوں کا کافی حد تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آگے استعماری دور کی کچھ مزید لسانی تفصیلات نقل کرنے کے بعد جلال عباس لکھتے ہیں کہ تمام تر سرکاری کوششوں کے باوجود عوامی سطح پر عربی خط رائج رہا:-

"حافظت الغالبية على كتابة لغاتها بالأبجدية العربية."(٨٦)

ترجمہ:- اکثریت نے اپنی زبانوں کو عربی رسم الخط میں لکھتے رہنے کی حفاظت کی۔

برطانوی، فرانسیسی اور دیگر یورپی طاقتوں کے تسلط سے آزادی کے بعد جذبہ قوم پرستی واستعمار دشمنی کے تحت عربی رسم الخط پھر سے فروغ پا رہا ہے:-

"وما ان حصلت الدول الأفريقية على استقلالها حتى بدأت شعوبها تعمل على إعادة إحياء كتابة لغاتها بالحرف العربي مدفوعة بقوميتها وحرصها على إبقاء الصلة بين حياتها المعاصرة وتراثها الماضي. فوجدنا

الـفـولانـي فـي مـجـتـمـعـاتـهـم الـطـلابـيـة فـي كـل مـن الـقـاهـرة و بـاريـس يـجـتـمـعـون ويـكـونـون لـجـانـاً خـاصـة لـتـوحـيـد لـغـاتـهـم بـالأبـجـديـة الـعـربـيـة ولـحـل الـمـشـكـلات الـصـوتـيـة فـي كـتـابـتـهـا. أمـا فـي الـمـنـاطـق الـتـي كـانـت خـاضـعـة للاسـتـعـمـار الـبـريـطـانـي فـقـد شـاهـدنـا حـركـة إحـيـاء لـلـحـرف الـعـربـي نـشـطـت فـي الـداخـل وبـخـاصـة فـي نـيـجـيـريـا."(۸۷)

ترجمہ: جونہی افریقی ممالک نے آزادی حاصل کی، ان کے باشندوں نے اپنی زبانوں کو پھر سے عربی رسم الخط میں لکھنے کے احیاء کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ جس کا محرک قوم پرستی نیز عصر حاضر کی زندگی اور ماضی کے ورثہ کے درمیان رابطہ کو باقی رکھنے کی خواہش تھی۔ چنانچہ ہم نے فولانی قبائل کو قاہرہ اور پیرس میں اپنی طلبہ سوسائٹیوں میں جمع ہو کر عربی حروف ابجد میں اپنی زبانوں کو متحد کرنے اور ان کی تحریر میں حائل صوتی مشکلات کو حل کرنے کے لئے خصوصی کمیٹیاں تشکیل دیتے پایا ہے۔ نیز ان علاقوں کے اندر جو برطانوی استعمار کے تحت تھے، ہم نے عربی حروف کے احیاء کی تحریک کو پروان چڑھتے دیکھا ہے، بالخصوص نائیجیریا میں۔

پس افریقہ کی لاتعداد چھوٹی بڑی زبانوں پر عربی زبان وخط کے گہرے اثرات ہیں اور آزادی کے بعد عربی رسم الخط بتدریج فروغ پا رہا ہے۔ ماضی اور حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے خلاصہ کلام یہ کہ براعظم افریقہ کی زبانوں کا یورپی استعمار سے قبل صدیوں تک رسم الخط صرف عربی رہا ہے اور استعماری دور میں لاطینی وعربی دونوں خط اپنے اپنے دائروں میں مستعمل رہے ہیں۔ آزادی کے بعد ان زبانوں کے لئے تاریخی، ثقافتی، قومی اور دیگر وجوہ کی بناء پر لاطینی خط کے ہمراہ دوبارہ عربی رسم الخط بتدریج زیادہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ نیز

عرب لیگ، افریقی اتحاد کی تنظیم، اسلامی کانفرنس، رابطہ عالم اسلامی اور براعظم افریقہ سے متعلق دیگر تنظیموں کی بڑھتی ہوئی تعلیمی وثقافتی سرگرمیاں، عربی زبان وخط کے فروغ میں کسی نہ کسی شکل میں مؤثر کردار ادا کر رہی ہیں۔ دور جدید میں ان زبانوں کے لئے لاطینی وعربی دونوں خطوں کی اہمیت مسلمہ اور عربی رسم الخط کا مستقبل مذکورہ اداروں کے حوالہ سے روشن تر ہے۔

صرف عربی رسم الخط ہی افریقی ثقافت وتشخص کی صحیح نمائندگی کر سکتا ہے کیونکہ اس کی جڑیں افریقہ میں ہیں، نہ کہ لاطینی رسم الخط کی طرح بیرون افریقہ۔ نیز عربی زبان اور رسم الخط کو بنیاد بناتے ہوئے افریقہ کی تمام چھوٹی بڑی زبانوں اور بولیوں کو جن کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں میں ہے مشترکہ عربی حروف کی بناء پر باہم مربوط کر کے ماضی کے علوم وفنون سے بھی ان کا رابطہ مؤثر طور پر قائم کیا جا سکتا ہے اور مستقبل میں تمام افریقی زبانوں کو قریب تر لایا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ "منظمة الوحدة الأفريقية" (افریقی اتحاد کی تنظیم) نے جو پچاس سے زائد افریقی ممالک کی نمائندہ تنظیم ہے، عربی کو اپنی سرکاری زبان قرار دیا ہے۔ اس طرح عربی زبان کو براعظم افریقہ کی نمائندہ ورابطہ زبان کی حیثیت سے منفرد ومسلمہ حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ عربی کے علاوہ انگریزی وفرانسیسی بھی اس کی سرکاری زبانیں ہیں۔ مگر وہ درحقیقت یورپی زبانیں ہیں، افریقی نہیں۔ جوں جوں عربی زبان فروغ پا رہی ہے ان کی اہمیت میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ جیسا کہ مصر، سوڈان، الجزائر، تیونس، مراکش، لیبیا، موریطانیہ، صومالیہ، جیبوتی اور جزائر القمر جیسے ممالک کا معاملہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عربی کے علاوہ کوئی افریقی زبان فی الفور عوامی، ثقافتی، قومی، سرکاری، تعلیمی اور بین الاقوامی سطح پر انگریزی وفرانسیسی وغیرہ مغربی زبانوں کا نعم البدل قرار نہیں پا سکتی۔ اور نہ ہی براعظم افریقہ کی مشترکہ رابطہ زبان کی حیثیت سے عوامی سطح پر رائج ہو سکتی ہے۔ ہزاروں افریقی زبانوں اور لہجوں کی موجودگی میں عربی زبان کو افریقہ میں وہی اہمیت وحیثیت عملاً حاصل ہے

جو برصغیر میں اردو زبان کو حاصل ہے۔ افریقہ کے پیچیدہ لسانی مسائل میں عربی کی اہمیت وافادیت کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے:-

"أما اللغات الأفريقية فهي قضية معقدة. ففي أفريقيا نحو ألفي لغة. وينخفض هذا الرقم الى النصف اذا ما أدمجنا اللغات المشتركة في الأصول. وتعدد اللغات في أفريقيا يجعلها أكثر مناطق العالم تعقيداً. ففي أفريقية الغربية والوسطى توجد لغة مختلفة كل ٥٠ ميلاً. و اجمالا يمكن القول ان هناك حوالي خمسين لغة رئيسية وأكثر من ألف لغة فرعية. و تندرج اللغات الرئيسية في مجموعة الأسر اللغوية. وهي: أسرة اللغات السامية وأسرة اللغات الحامية وأسرة اللغات السودانية وأسرة لغات البانتو وأسرة اللغات الموتية، أو كما تسمى لغات النيرات. وتعدد اللغات هي مشكلة التعليم الرئيسية بالقارة."(٨٨)

ترجمہ:- افریقی زبانوں کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے کیونکہ افریقہ میں تقریباً دو ہزار زبانیں ہیں۔ اور یہ تعداد نصف رہ جاتی ہے اگر ہم ان زبانوں کو یکجا رکھیں جو مشترک الاصل ہیں۔ افریقہ میں زبانوں کی زیادہ تعداد اسے دنیا کے تمام خطوں سے زیادہ پیچیدہ خطہ بنا دیتی ہے۔ مغربی اور وسطی افریقہ میں ہر پچاس میل کے فاصلے پر ایک مختلف زبان پائی جاتی ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہاں پچاس کے لگ بھگ بڑی زبانیں اور ایک ہزار سے زائد لسانی شاخیں ہیں۔ بڑی بڑی زبانیں مختلف لسانی گروہوں میں مدغم ہیں جن کے نام یہ ہیں:-

سامی زبانوں کا گروپ،

حامی زبانوں کا گروپ،

سوڈانی زبانوں کا گروپ،

بانتو زبانوں کا گروپ

اور مونی زبانوں کا گروپ،

جنہیں "نبراتی زبانوں" کا نام بھی دیا جاتا

ہے

زبانوں کی کثرت افریقہ میں تعلیم کا سب

سے بڑا مسئلہ ہے۔

خلاصہ کلام

لغة العالم الأفريقي

مذکورہ بالا حقائق کے حوالے سے عربی زبان "لغة الوحدة والثقافة الأفريقية" (افریقی اتحاد وثقافت کی زبان) کی حیثیت سے بڑی انفرادیت واہمیت کی حامل ہے۔ جسے مشترک ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے اختیار کرکے بہت سے مسائل حل کئے جاسکتے ہیں۔ غیر عربی دان افریقیوں کے لئے انگریزی وفرانسیسی ذریعہ تعلیم کی نسبت عربی ذریعہ تعلیم ابتدا سے اعلیٰ سطح تک بدرجہا زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ عربی زبان ورسم الخط کا ان کی مادری وملکی زبانوں سے براہ راست رابطہ ہے۔ نیز یہ زبان اور رسم الخط عرب ومسلم ممالک سے بھی لسانی طور پر مربوط کرکے تیسری دنیا کے لسانی تشخص کو اجاگر کرنے کا ذریعہ مشترک بن رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کی بھی یہی ایک ایسی تسلیم شدہ سرکاری زبان ہے جس کا

تعلق براعظم افریقہ سے ہے افریقی ممالک بتدریج عربی زبان کو بلا امتیاز مذہب و ملت فروغ دینے کے لئے کوشاں ہیں اور عربی براعظم افریقہ کی مشترکہ علمی و ثقافتی زبان کی حیثیت سے بتدریج اپنائی جا رہی ہے۔

جدید براعظم افریقہ میں مسلم اکثریت اور عربی افریقی ثقافت کے علمبردار لاتعداد فرزندان افریقہ کی جدوجہد کا مرکز و محور درج ذیل نقاط ہیں:۔

ا۔ ''افریقی اتحادی تنظیم'' کی طرح مشترکہ افریقی زبان کی حیثیت سے ہر افریقی ملک میں عربی زبان کو انگریزی و فرانسیسی وغیرہ کی طرح سرکاری و قومی و تعلیمی زبانوں میں شامل کرانا۔ نیز انگریزی و فرانسیسی کی طرح ابتدائی و ثانوی و اعلیٰ جماعتوں میں لازمی تعلیمی مضمون قرار دلوانا۔ اور اختیاری زبان کی حیثیت سے تمام مدارج تعلیم میں عربی کی موجودہ تعلیم کو وسیع تر بنانا۔

۲۔ تمام افریقی زبانوں پر عربی زبان و خط کے گہرے اثرات اور لاکھوں کتب پر مشتمل ماضی کا تمام تر افریقی علمی ذخیرہ عربی زبان یا رسم الخط میں ہونے کی بناء پر تمام افریقی ممالک میں سرکاری و قومی و تعلیمی سطح پر انگریزی و فرانسیسی وغیرہ کے لاطینی رسم الخط کے ہمراہ عربی رسم الخط کو بھی بنیادی یا ثانوی رسم الخط کے طور پر تسلیم کروانا اور عربی رسم الخط میں تمام ملکی و افریقی زبانیں لکھنے کی مکمل سعی و حوصلہ افزائی کرنا۔

۳۔ مسلم، مسیحی اور دیگر مذاہب و ادیان سے تعلق رکھنے والے اور سینکڑوں زبانیں بولنے والے براعظم افریقہ کے اسی (۸۰) کروڑ سے زائد باشندوں کو افریقی ثقافت اور عربی زبان و خط کی مشترکہ بنیاد پر متحد و منظم کرتے ہوئے متحدہ یورپ کی طرح ''ریاست ھای متحدہ افریقہ (United States of Africa)'' کی راہ ہموار کرنا جس کی خودمختار وحدتیں مذہبی و ثقافتی آزادی کی حامل ہوں۔

وباللہ التوفیق وھو المستعان وانہ علی کل شئی قدیر۔

خلاصہ باب سوم

لغة العالم العربی والإسلامی والأفریقی

عربی زبان کے عرب و مسلم و افریقی تشخص و تعلق کے حوالے سے مذکورہ سابقہ تمام دلائل و شواہد و تفاصیل سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ عربی زبان پہلی صدی ہجری سے پندرھویں صدی ہجری (اکیسویں صدی عیسوی) تک تمام تر منفی اسباب و عوامل کے علی الرغم عالم عرب و اسلام و افریقہ کی واحد مشترکہ دائمی زبان ہے نیز عربی رسم الخط ہی ماضی و حال و مستقبل کے حوالے سے عالم عرب و اسلام و افریقہ کی تمام زبانوں اور بولیوں کا واحد مشترکہ رسم الخط ہے۔

عصر جدید میں بھی اسی (۸۰) سے زائد ممالک پر مشتمل عالم عرب و اسلام و افریقہ میں عربی زبان دینی و ثقافتی، سرکاری و قومی، تعلیمی و عمومی یا علاقائی و عالمی زبان کی حیثیت سے اس عظیم مجموعہ ممالک میں مسلسل فروغ پذیر ہے اور ان تمام ممالک کی سرکاری و قومی لازمی تعلیمی زبانوں میں عربی زبان کی شمولیت کا عمل جاری و ساری ہے۔

عربی زبان کے منفرد مقام و حیثیت کے حوالے سے عرب و مسلم و افریقی ممالک کے اشتراک و اتفاق کا عصر جدید میں ایک بین ثبوت یہ ہے کہ ان تمام ممالک نے اسے بالاتفاق درج ذیل اہم ترین اداروں اور تنظیموں سمیت مختلف عالمی و علاقائی اداروں میں سرکاری زبان کی حیثیت دلوائی ہے:۔

- "جامعة الدول العربية" (Arab League)

سرکاری زبان: عربی رکن ممالک: ۲۰ سے زائد

۲- "منظمة المؤتمر الإسلامی"

(Organization of Islamic Conference)

سرکاری زبانیں : عربی، انگریزی، فرانسیسی

رکن ممالک: ۵۵ سے زائد

۳- "منظمة الوحدة الأفريقية"

(Organization of African Unity)

سرکاری زبانیں: عربی، انگریزی، فرانسیسی

رکن ممالک: ۵۰ سے زائد

۴- "هيئة الأمم المتحدة"

(United Nations' Organization)

سرکاری زبانیں: عربی، انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، روسی، چینی۔

رکن ممالک : ایک سو اسی (۱۸۰) سے زائد

ملخص البحث

إن اللغة العربية هي
لغة العالم العربي
والإسلامي والأفريقي معاً.

(عربی زبان بیک وقت عالم عرب واسلام وافریقہ کی زبان ہے)

❀❀❀

حواشی باب سوم

1- Philip K.Hitti : History of the Arabs, P.755, MacMillan Company Limited, London, 1956.

۲۔ عرب ممالک کے اسماء واحوال کے بارے میں یہ معلومات مختلف مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۳ – طه حسین : فی الأدب الجاهلی ، ص ۱۱۲ ، دار المعارف، مصر، ۱۹۲۷م.

۳ – جرجی زیدان : تاریخ آداب اللغة العربیة، ج ۱ ، ص ۳۲، دار مکتبة الحیاة، بیروت ۱۹۶۷م.

۵– هیازع ، عبدالکریم عوض : مناهج تعلیم اللغة العربیة فی الجامعات الإسلامیة الحکومیة باندونیسیا (دراسة وصفیة وتقویمیة) ص ۹۱.

۶،۷،۸،۹ – هیازع: مناهج تعلیم اللغة العربیة فی الجامعات الإسلامیة الحکومیة باندونیسیا ص ۹۲.

۱۰ – هیازع: مناهج تعلیم اللغة العربیة فی الجامعات الإسلامیة الحکومیة باندونیسیا، ص ۹۳.

۱۱ – هیازع: مناهج تعلیم اللغة العربیة فی الجامعات الإسلامیة الحکومیة باندونیسیا، ص ۹۳.

١٢- هيازع: مناهج تعليم اللغة العربية فى الجامعات الإسلامية الحكومية بإندونيسيا، ص ٥٩.

١٣- فندق مودرن: البيان الموجز عن فندق مودرن، كونتو رفونوروكو، إندونيسيا، ١٩٨٣م، ص ٣.

١٤- البيان الموجزعن فندق مودرن، كونتو رفونوروكو، ص ٥،٢.

١٥- البيان الموجزعن فندق مودرن كونتور فونوروكو، ص ٦.

١٦- البيان الموجز عن فندق مددرن، كونتور فونوركو، ص ٧.

١٧- البيان الموجزعن فندق مودرن، كونتور فوروكو، ص ٣.

١٨- مراد الطيب: اللغة العربية فى عالم متغير: من اليقظة إلى النهضة، (قدس برس، اسلام اون لائن نت) طبع فى مجلة "الفاروق" الجامعة الفاروقية، كراتشى، السنة: ١٨، العدد: ٧٢، ربيع الثانى، جمادى الأولى و الثانية ١٤٢٣هـ / ٢٠٠٢م، ص ٣٠.

١٩، ٢٠- هيازع: مناهج تعليم اللغة العربية فى الجامعات الإسلامية الحكومية فى إندونيسيا، ص ٢٢.

٢١. مراد الطيب: اللغة العربية فى عالم متغير: من اليقظة إلى النهضة، (قدس برس، اسلام اون لائن نت) طبع فى مجلة "الفاروق" الجامعة الفاروقية، كراتشى، السنة: ١٨، العدد: ٧٢، ربيع الثانى، جمادى الأولى و الثانية ١٤٢٣هـ / ٢٠٠٢م، ص ٣٠.

۲۲- برونائی دارلسلام کے بارے میں یہ معلومات متفرق علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۲۳- مالدیپ کے بارے میں یہ معلومات متفرق علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۲۴- بنگلہ دیش کے بارے میں یہ معلومات متفرق مصادر سے ماخوذ ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا عربی مقالہ بعنوان " اللغة العربية في بنغلاديش : ماضيها و حاضرها" مطبوعہ "مجلہ تحقیق" کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، ج:۱۹، عدد: ۲۳، ۱۹۹۸ء، ص ۲۱۱-۲۵۰۔

۲۵- "بنگلہ دیش کے دینی مدارس" کے زیر عنوان درج شدہ تفصیلات ڈاکٹر ممتاز احمد (پروفیسر ہیمپٹن یونیورسٹی، امریکہ) کی جانب سے "انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز" اسلام آباد کے سیمینار منعقدہ ۳ جولائی ۲۰۰۰ء میں پیش کی جانے والی گفتگو پر مبنی اس تحریر کے اقتباسات ہیں جو "بنگلہ دیش کے دینی مدارس: نئے رجحانات" کے زیر عنوان ماہنامہ "ترجمان القرآن" لاہور، ستمبر ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی (ص ۶۹ تا ۷۰)۔

۲۶- مذکورہ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو جناب عبداللہ ملک کا مضمون بعنوان: "اردو، پنجابی، سرائیکی" مطبوعہ روز نامہ "پاکستان" لاہور، ۲۱ نومبر ۱۹۹۲ء، ص ۲-

۲۷- الدکتور إحسان حقي: باکستان: ماضیها و حاضرها، ص ۳۲۵، بیروت، دار النفائس، ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳م-

۲۸- ملاحظہ ہو "نفاذ شریعت ایکٹ ۱۹۹۱ء، شق ۹ (ج)۔

۲۹- الدکتور محمود محمد عبداللہ: اللغة العربية في باکستان، ص ۱۳۶، وزارة التعليم الفيدرالية، اسلام آباد، ۱۹۸۳م۔

۳۰- پاکستان میں عربی زبان و تعلیم کے بارے میں یہ معلومات مختلف مصادر سے ماخوذ ہیں۔ نیز "شعبہ عربی" جامعہ پنجاب، لاہور کی ایک سو تیس سالہ تاریخ اور علمی و تحقیقی خدمات کے لیے ملاحظہ ہو۔ پروفیسر سید محمد کبیر احمد مظہر (سابق صدر شعبہ عربی، جامعہ پنجاب، لاہور، کا سو سے زائد صفحات پر مشتمل مقالہ بعنوان "الموجز فی تاریخ القسم العربی" مطبوعہ "مجلة القسم العربی"، جامعة بنجاب، لاہور، پاکستان، العدد:۸، ۲۰۰۱م، ص۹-۱۱۷۔

۳۱- قانون اساسی "جمہوری اسلامی ایران" تہران، ابانماہ ۱۳۵۸، فصل دوم، اصل شانزدهم، ص ۴۰، چاپخانہ شورائی ملی جمہوری اسلامی ایران۔

۳۲- مراد الطیب: اللغة العربية فی عالم متغیر: من الیقظة إلی النهضة، (قدس برس، اسلام اون لائن نت) طبع فی مجلة "الفاروق" الجامعة الفاروقية، کراتشی، السنة: ۱۸، العدد: ۷، ربیع الثانی، جمادی الأولی و الثانیة ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲م، ص ۳۰۔

۳۳- افغانستان کے بارے میں یہ معلومات ڈاکٹر عبدالعلی افغانی (سوشیالوجسٹ) اور بعض دیگر مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۳۴- مراد الطیب: اللغة العربية فی عالم متغیر: من الیقظة إلی النهضة، (قدس برس، اسلام اون لائن نت) طبع فی مجلة "الفاروق" الجامعة الفاروقية، کراتشی، السنة: ۱۸، العدد: ۷، ربیع الثانی، جمادی الأولی و الثانیة ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲م، ص ۳۰۔

۳۵۔ وسط ایشیائی ممالک کے بارے میں مذکورہ اعداد و شمار روزنامہ "خبریں" لاہور کے خصوصی ایڈیشن بحوالہ "ایکونوری ۲۸ نومبر ۱۹۹۲ء" سے ماخوذ ہیں۔ نیز پانچوں ممالک کی آبادی کے حوالے سے اعداد و شمار "انٹرنیٹ آن لائن" (جولائی ۲۰۰۲ء) سے ماخوذ ہیں۔

۳۶۔ وسط ایشیائی مسلم ممالک کے بارے میں یہ معلومات متفرق علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔ مذکورہ اعداد و شمار اور دیگر تفصیلات کے لئے راقم الحروف کا عربی مقالہ ملاحظہ ہو:-

اللغة العربية في آسيا الوسطى: مجلة الدراسات الإسلامية، إسلام آباد.

(اكتوبر ـ ديسمبر ۱۹۹۳م) ص ۷۱ ـ ۱۱۱، ادارة تحقيقات اسلامي، اسلام آباد.

37, 38, 39-The battle for hearts and minds in the heart of Asia, Published in "Arabia" London

ثم مطبوعه روزنامه "نوائے وقت" لاهور، مؤرخه ۱۲ دسمبر ۱۹۸۲ء.

۴۰ — مجلة "اللسان العربي" الرباط، ۱۹۸۳م (نصف سنوية) العدد: ۲۰، ص ۳۷۹.

۴۱ — مجلة "اللسان العربي" الرباط، ۱۹۸۳م العدد: ۲۰، ص ۳۷۸.

۴۲، ۴۳، ۴۴— مجلة الإصلاح الأسبوعية، دبي، الإمارات العربية المتحدة، السنة السابعة، العدد: ۸۱، صفر ۱۴۰۵ھ / نوفمبر ۱۹۸۴م، ص ۱۳.

۴۵۔ یہ معلومات سابق ترک استاذ شعبہ ترکی جامعہ پنجاب، جناب جیہان ازمیر اور بعض دیگر مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۴۶،۴۷۔ ''ترک جمہوریہ قبرص'' کے بارے میں یہ معلومات متفرق مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۴۸۔ عرب مسلم ممالک کے بارے میں یہ معلومات متفرق علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۴۹۔ افریقی مسلم ممالک کے نام زیادہ تر بحوالہ مقالہ حسام جلال عاشور ''بلدان الأكثرية المسلمة في أفريقيا'' مطبوعہ مجلة ''رابطة العالم الاسلامي مكة، ديسمبر ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۰، ۱۱۶ بعد – تاہم سرکاری مذہبی اعداد و شمار کی عدم موجودگی نیز متضاد دعاوی کے پیش نظر بعض مذکورہ ممالک میں مسلم اکثریت کے دعاوی کو حتمی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بہر حال ان ممالک میں مسلمان بکثرت موجود ہیں۔

۵۰۔ محمد جلال عباس : اللغة العربية في أفريقية، ''مجلة رابطة العالم الإسلامي'' مكة، ديسمبر ۱۹۸۳م، ص ۴۲.

۵۱۔ نفس المرجع، ص ۴۶.

۵۲۔ نفس المرجع، ص ۴۵–۴۶.

۵۳۔ نفس المرجع، ص ۴۳.

۵۴– مراد الطيب : اللغة العربية في عالم متغير : من اليقظة إلى النهضة، (قدس بريس، اسلام اون لائن نت) طبع في مجلة '' الفاروق'' الجامعة الفاروقية، كراتشي، السنة :۱۸، العدد: ۴۲، ربيع الثاني، جمادى الأولى و الثانية ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲م، ص ۳۰.

۵۵،۵۶– چاڈ اور سینیگال کے بارے میں یہ معلومات مختلف علمی مصادر سے ماخوذ ہیں –

۵۷- فتحی الجندی: "التنصیر فی أفریقیا" مجلة رابطة العالم الإسلامی، مکة، دیسمبر ۱۹۸۳م، ص ۹۳۔

۵۸- محمد جلال عباس: "اللغة العربیة فی أفریقیا" مجلة رابطة العالم الإسلامی، مکة، دیسمبر ۱۹۸۳م، ص ۴۷۔

۵۹۔ جلال عباس: "اللغة العربیة فی افریقیا" مجلة العالم الإسلامی، مکة، دیسمبر ۱۹۸۳ء، ص ۴۶۔

۶۰- تنزانیہ وزنجبار کے بارے میں یہ معلومات متفرق مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۶۱- حوار صریح مع محمد ناصر العبودی، مجلة "رابطة العالم الإسلامی" مکة، دیسمبر ۱۹۸۳م، ص ۲۳۔

۶۲- کینیا کے بارے میں یہ معلومات متفرق علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۶۳- مراد الطیب: اللغة العربیة فی عالم متغیر: من الیقظة إلی النهضة، (قدس پریس، اسلام اون لائن نت) طبع فی مجلة "الفاروق" الجامعة الفاروقیة، کراتشی، السنة: ۱۸، العدد: ۴۷، ربیع الثانی، جمادی الأولی و الثانیة ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲م، ص ۳۰

۶۴- ایتھوپیا و اریٹیریا کے بارے میں یہ معلومات متفرق علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۶۵- یوگنڈا کے بارے میں یہ معلومات متفرق علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۶۶- یورپی مسلم ممالک کے بارے میں یہ معلومات متفرق شخصی و تحریری مصادر سے ماخوذ ہیں۔

٦٧ . راجع مقال الأستاذ سميع الله خان : "تقرير حول أوضاع الجاليات الإسلامية و احتياجاتها في أمريكا الوسطى والجنوبية وبلاد الكريبين" في مجلة الدراسات الإسلامية' إسلام آباد' يوليو. أغسطس ١٩٨٤ م (سورينام) ص ٦٣ - ٦٨ .

68 - P.C. Globe (5.0) 1992 (Surinam).

٦٩ — أحمد حسن الزيات: تاريخ الأدب العربي ، ص ٣٢٣، مطبعة الرسالة ، القاهرة، ١٩٥٥ م .

٧٠ — مجلة "الدعوة" الأسبوعية، الرياض ، العدد : ٩٤٢ ، ٣١ ديسمبر ١٩٨٣ م.

71 - R.A. Nicholson: A literary History of the Arabs, P. xxiv, Cambridge University Press, 1969.

72 - R.A. Nicholson: A Literary History of the Arabs, P. xxiv - xxv.

٧٣ ۔ عالم اسلام میں عربی زبان کے بارے میں یہ معلومات حتی الامکان مستند مصادر سے ماخوذ ہیں ۔ تاہم کسی بھی اختلاف کی صورت میں متعلقہ ممالک کے سرکاری بیانات اور اعداد و شمار کو ترجیح دی جائے ۔

٧٤ — سید عبد المجید بکر ، "المشاكل الاجتماعية بأفريقيا و وسائل علاجها" "مجلة رابطة العالم الإسلامي" مكة ، ديسمبر ١٩٨٣ م، ص ٣٩.

۷۵- محمد محمود الصواف "الرحلات في بلاد الإسلام" في "مجلة رابطة العالم الإسلامي" مكة، ديسمبر ۱۹۸۳م، ص ۳۱.

۷۶- زیادہ تر معلومات کے لیے مقالہ ہشام جلال ماشور "بلدان الأكثرية المسلمة في أفريقيا" مجلة رابطة العالم الإسلامي، مكة، ديسمبر ۱۹۸۳م، ص ۱۱۰، ۱۱۱، بیعد۔ تاہم مکمل مذہبی اعداد و شمار کی تفصیلات بالعموم میسر نہ ہونے نیز متضاد دعاوی کے پیش نظر مذکورہ ممالک میں سے کسی ملک میں مسلمانوں کی اکثریت نہ ہونے اور بعض غیر مذکورہ ممالک میں ان کی اکثریت ہونے کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا۔

۷۷- إدارة الأقليات المسلمة بالرابطة: "الأقليات المسلمة في أفريقيا" مجلة رابطة العالم الإسلامي، مكة، ديسمبر ۱۹۸۳م، ص ۱۰۱ - ۱۰۹، بیعد۔ تاہم مذکورہ اعداد و شمار کے بارے میں کسی بھی اختلاف کی صورت میں اس ملک کے سرکاری اعداد و شمار کو ترجیح دی جائے گی۔

۷۸- محمد جلال عباس: "اللغة العربية في أفريقية" مجلة رابطة العالم الإسلامي، مكة ديسمبر ۱۹۸۳م، ص ۴۳.

۷۹، ۸۰، ۸۱- محمد جلال عباس: "اللغة العربية في أفريقية" مجلة رابطة العالم الإسلامي، مكة، ديسمبر ۱۹۸۳م، ص ۴۳.

۸۲، ۸۳- فتحي جندي: "حوار صريح مع محمد ناصر العبودي" مجلة رابطة العالم الإسلامي، مكة، ديسمبر ۱۹۸۳م، ص ۴۴.

٨٣- محمد جلال عباس: "اللغة العربية في أفريقيا" مجلة رابطة العالم الإسلامي "مكة" ديسمبر ١٩٨٣م، ص ٤٢.

٨٥- نفس المرجع، ص ٤٣.

٨٦، ٨٧- نفس المرجع، ص ٤٣.

٨٨- سيد عبد المجيد بكر: "المشاكل الإجتماعية بأفريقيا و وسائل علاجها" مجلة رابطة العالم الإسلامي، مكة، ديسمبر ١٩٨٣م، ص ٥٠.

باب چہارم

لغة الأقليات المسلمة

(مسلم اقلیتوں کی زبان)

لغة الأقليات المسلمة

(مسلم اقلیتوں کی زبان)

عربی زبان عالم عرب واسلام وافریقہ کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے تمام براعظموں میں پھیلی ہوئی مسلم اقلیتوں کی بھی علمی و دینی زبان ہے۔ نیز غیر مسلم اکثریت کے ان تمام ممالک میں عربی کو اہم افریشیائی و بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے بھی دیگر عالمی زبانوں کے ہمراہ روز افزوں اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ میں ایشیا و آسٹریلیا' افریقہ و یورپ اور شمالی و جنوبی امریکہ کے حوالے سے مختصر جائزہ درج ذیل ہے:-

۱۔ ایشیائی مسلم اقلیتی ممالک

ایشیائی مسلم اقلیتی ممالک میں آبادی کے لحاظ سے بھارت اور چین دو اہم ترین ملک ہیں۔ جن میں کروڑوں مسلمان موجود ہیں۔ نیز دیگر ایشیائی ممالک میں بھی مسلمان لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

۱ - بھارت

(India)

ہندو اکثریتی بھارت کی ایک ارب سے زائد مجموعی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد مختلف اندازوں اور اعداد و شمار کی روشنی میں پندرہ تا بیس کروڑ ہے۔ اس طرح مسلمان کل بھارتی آبادی کا کم و بیش پانچواں حصہ (۲۰ فیصد) ہیں۔ جو بطور مجموعی "عقیدہ اہل السنت والجماعت" کے حامل اور فقہ حنفی کے پیروکار ہیں۔ جبکہ سلفی المذہب "اہل سنت" بھی لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ نیز فقہ شافعی کے پیروکار "اہل سنت" بھی کثیر تعداد میں مختلف ساحلی و دیگر مقامات پر موجود ہیں۔

علاوہ ازیں بھارت میں "عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ" پر ایمان رکھنے والے "اہل تشیع" کے مختلف فرقوں (اثنا عشریہ، اسماعیلیہ وغیرہ) کی مجموعی تعداد بھی کئی ملین ہے۔ جن کے اہم مراکز لکھنؤ (اثنا عشریہ) اور بمبئی (اسماعیلیہ) ہیں۔ نیز "جماعت احمدیہ" (قادیانیہ و لاہوریہ) کے لاکھوں متبعین بھی ایک اقلیتی فرقہ کی حیثیت سے مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ جن کا سب سے بڑا مرکز بھارتی پنجاب میں قادیان (گورداسپور) کے مقام پر بین الاقوامی اہمیت کا حامل ہے۔ اور جنہیں بھارت میں "اسلام" کے زیر عنوان "عقیدہ نبوت ظلیہ بروزیہ" نیز "نظریہ مجددیہ لاہوریہ" کی تبلیغ و اشاعت کی سہولت حاصل ہے۔ (۱)

مکران کا علاقہ خلافت معاویہ (۴۱-۶۰ھ) میں اور سندھ و ملتان وغیرہ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک (۸۶-۹۶ھ) کے دور خلافت میں حجاج بن یوسف (امیر عراق) کے بھتیجے محمد بن قاسم کے ہاتھوں (۹۲-۹۳ھ / ۷۱۱-۷۱۳ء) فتح ہوئے۔ نیز کشمیر و لاہور تک کے علاقے غزنویوں کے ہاتھوں فتح ہو کر گیارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں سلطنت غزنی کا حصہ قرار پائے۔ تاہم موجودہ بھارت میں سلطان محمود غزنوی (۳۶۳-۴۲۱ھ / ۹۷۱-۱۰۳۰ء) کی فتح سومنات (جنوری ۱۰۲۶ء) سے مغلیہ سلطنت کے

اختتام (۱۸۵۷ء) تک تقریباً نو صدیوں تک (۱۰۲۶ـ۱۸۵۷ء) مسلم حکومتیں قائم رہیں' جن کی شرعی و دینی زبان عربی' سرکاری زبان فارسی اور تعلیمی زبانیں عربی و فارسی تھیں۔ بعد ازاں ہندوستان میں انگریزی زبان اور برطانوی اقتدار (۱۸۵۷ـ۱۹۴۷ء) مستحکم رہے۔ اور بالآخر اگست ۱۹۴۷ء میں ۱۴ اور ۱۵ کی درمیانی شب رات بارہ بجے برصغیر میں بھارت اور پاکستان کی دو آزاد مملکتیں وجود پذیر ہوئیں۔ چنانچہ پاکستان نے اپنا یوم آزادی ۱۴ اگست (۲۷ رمضان، لیلۃ القدر، شب جمعۃ الوداع) اور بھارت نے پندرہ اگست قرار دیکر پاک و ہند میں حد فاصل قائم کر دی۔ پس ہزار سال سے زائد عرصہ پر محیط سنسکرت' ہندی' عربی' فارسی نیز اردو' انگریزی اور علاقائی زبانوں کے اس مخلوط و متنوع لسانی و ثقافتی پس منظر میں بھارت میں عربی زبان بھی صدیوں سے بڑی اہمیت کی حامل چلی آ رہی ہے۔ ہندوستان میں عربی دان علماء و فضلاء کے صدیوں پہلے سے مسلسل ورود و قیام کے اسباب نیز اکابر ہند کا تعارف دہلی کے مفتی جمیل الرحمٰن قاسمی کی زبانی سنئے:-

سرزمین ہند مرکز تحریک

تاتاریوں کے پے در پے حملوں کی وجہ سے عالم عرب اور دنیائے اسلام میں اسلامی سطوت و شوکت دم توڑنے لگی اور اسلامی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے مراکز اور خانقاہیں ظلم و بربریت کا ہدف بن گئیں۔ مرکز خلافت دار السلام بغداد اور اس کے مادی اور علمی خزانے تہ و بالا کر دیئے گئے۔ بخارا' سمرقند' ہمدان' رے' نیشاپور' خوارزم' مرو' زنجان اور قزوین اس بلائے ناگہانی کی زد میں آ گئے تو اسلامی فکر اور تمدن کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لئے سرزمین ہند کو مرکز بنایا گیا۔ عالم اسلام کے ذہین اور علم دوست خانوادے ہندوستان کی طرف ہجرت کر آئے اور یہاں علم و فن اور اعلیٰ تمدن کے مراکز اور مدارس قائم ہوئے، خانقاہیں قائم کی گئیں اور معاشرہ کی تجدید و اصلاح کا کام شروع ہوا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ،

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ، شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ ، خواجہ نجم الدین کبریؒ خواجہ بدر الدین سمرقندیؒ اور خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ کی علمی و روحانی خدمات اور اصلاحی کارنامے برصغیر کی تاریخ کا اہم باب ہیں۔

قرن اخیر

دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ ، حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور ان کے متوسلین کے تجدیدی و اصلاحی کام گلستان شریعت و طریقت میں مضبوط چمن بندی کا مقام رکھتے ہیں۔۔۔(۲)

شاہ ولی اللہ کا دور تجدید

بارہویں صدی ہجری میں حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے اصلاحی اور انقلابی کارنامے دین حق کا قابل فخر عظیم ترین سرمایہ ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کا دائرہ کار وسیع اور کثیر الانواع خدمات کا حامل ہے۔ کتاب و سنت کی اشاعت توحید و رسالت کا اثبات، خلفاء راشدینؓ کی تفضیل، شرک و بدعت اور رفض و شیعیت کی تردید پر مشتمل ہے۔

شاہ صاحب کی تحریک کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ علوم اسلامیہ کا احیاء، فکر اسلامی کی تجدید و تطہیر، مذاہب فقہ کا توازن و توافق، اسرار شریعت کی عقدہ کشائی، عقل و نقل کی مطابقت، تزکیہ نفس، ایمان و احسان کی پختگی، مردان کار کی تربیت اور اسلامی اقدار کے تحفظ کی مساعی آپ کی مقدس تحریک کے اہم عناصر ہیں۔(۳)

دیگر معاصرین ورجال کار

''تیرہویں صدی ہجری میں حضرت شاہ صاحبؒ کے صاحبزادگان' حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ،حضرت شاہ رفیع الدینؒ ،حضرت شاہ عبدالقادرؒ،حضرت شاہ عبدالغنیؒ اوران کے تلامذہ و متبعین نے علوم ومعارف کی تدوین واشاعت کے ساتھ اصلاح معاشرہ کا اہم فرض ادا کیا اورشاہ صاحب کی تحریک کوآگے بڑھایا۔شاہ عبدالغنیؒ کے صاحبزادے شاہ اسماعیل شہیدؒ حضرت سید احمد بریلویؒ کے ساتھ بالاکوٹ کے معرکہ جہاد میں شہید ہوئے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے دونواسوں شاہ محمد اسحاق صاحبؒ اورشاہ محمد یعقوب صاحبؒ نے تدریس حدیث اورعلوم دینیہ کی اشاعت کے ذریعہ اہم علمی فریضہ ادا کیا۔علماء وفضلاء کی بڑی جماعت حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کا نام لئے بغیر سند حدیث مکمل نہیں کرتی۔شاہ صاحبؒ کے تلامذہ شیخ محمد عاشق دہلویؒ ،شیخ محمد ابوسعید بریلویؒ اورسید مرتضی بلگرامیؒ وغیرہ نے توحید وسنت کے اس مسلک حق کو چار چاند لگائے اور عظیم علمی ودینی خدمات انجام دیں۔

چودھویں صدی کے اہل عزیمت

تیرہویں صدی کے نصف آخر اور چودھویں صدی میں علماء ربانیین کی ایک بڑی جماعت دعوت حق اوراشاعت دین کے کام میں آگے بڑھی۔توحید خالص اطاعت رسولؐ اور پیروی صحابہؓ وسلف صالحینؒ کا پروگرام پیش کیا۔مدارس ومکاتب قائم کئے اور دین حق کی سربلندی کے لئے میدان کارزار میں سرگرم عمل رہے۔

سیدالطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ،بانی ''دارالعلوم'' حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ،حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ،حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ ،حضرت مولانا محمد منیر صاحبؒ ،حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ ،حضرت ضامن شہیدؒ مولانا عبدالجلیل شہیدؒ ،مفتی عنایت علی کاکورویؒ اورعلامہ فضل حق خیرآبادیؒ وغیرہ نے اسلامی سلطنت کے

زوال کے بعد مسلمانوں کے اکھڑے قدم جمائے اور اسلامی علوم وفنون کی اشاعت اور دینی تشخص کو بحال کرنے کی راہ میں عظیم ترین جہاد کیا۔

دوسرے دور میں امیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا جعفر تھانیسریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، ابوالمحاسن حضرت مولانا سجاد صاحبؒ "مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ"، سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ، بانی "جماعت تبلیغ" حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰنؒ، شیخ الحدیث مولانا سید فخر الدین احمد صاحبؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، علامہ محمد یوسف بنوریؒ، ڈاکٹر عبدالحیؒ، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا عبدالماجد دہلویؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ملی خدمت، دینی اجتماعیت، اسلامی علوم وفنون کی اشاعت اور بدعت وخرافات کی بیخ کنی میں اہم کردار ادا کیا۔ (۴)

عربی زبان وعلوم کے ان اساطین ومؤلفین ومعلمین شریعت وطریقت کے اسماء گرامی سے ہندوستان میں لاکھوں علماء ومؤلفین پر محیط عربی دان علماء ودبا، کی طویل فہرست کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ تاہم بیسویں صدی عیسوی اور چودھویں صدی ہجری کے بعض دیگر علمائے کبار کے اضافے کے بغیر عربی زبان وعلوم کے حوالے سے یہ تذکرہ تشنۂ تکمیل رہ جاتا ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ (م ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ / ۴ مئی ۱۹۹۷ء؛ لکھنؤ) جو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل "معارف الحدیث" نیز متعدد دیگر تصانیف کے مؤلف اور عالمی شہرت

یافتہ "مصلح و مجدد" کے از اکابر دیو بند وندوہ ہیں۔ اور ان سے پہلے مولانا حمید الدین فراہیؒ جو اپنی کثیر عربی تصانیف اور موقف نظم قرآن کے حوالہ سے معروف و ممتاز ہیں۔ نیز بعد ازاں ان کے شاگرد خاص مولانا امین احسن اصلاحیؒ (م ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء) مؤلف "تدبر قرآن" اور دیگر اکابر فکر فراہی و اصلاحی ممتاز و منفرد ہیں۔

لکھنؤ کے مشہور سلسلہ علمائے فرنگی محل میں مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ (مؤلف "خیر العمل بذکر تراجم علماء فرنغی محل") مولانا عبدالباقی مہاجر مدنیؒ (مؤلف "تکملة تراجم علماء فرنغی محل") مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ اور ان کے فرزند مولانا جمال میاں فرنگی محلیؒ ملا محمد معین فرنگی محلیؒ (فرزند ملا مبینؒ شارح "السلم" و "المسلم") علامہ بحر العلوم لکھنویؒ (مؤلف "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت") مفتی محمد رضا انصاری وغیرہم بھی عربی زبان و علوم کے اسی عظیم الشان سلسلہ ہندیہ و فرنگی محلیہ کے اکابر و اعاظم ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ (م ۱۹۲۱ء بریلی) کی کثیر تعداد میں عربی نیز فارسی و اردو تصانیف و منظومات و فقہی خدمات بھی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ان کے نامور فرزند حضرت مولانا حامد رضا خان و مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خان نیز مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ اور اسی سلسلہ دینیہ کے دیگر علماء و صوفیہ و مؤلفین بھی عربی زبان و علوم اسلامیہ کے حوالہ سے قابل قدر و نمایاں خدمات کے حامل ہیں۔

اسی سلسلہ علوم عربیہ و اسلامیہ کی ایک اہم کڑی برصغیر ہند میں بانی "جماعت اسلامی" مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی" (مؤلف "تفہیم القرآن" نیز سو سے زائد کتب مع تراجم عربیہ) نیز بھارت میں مولانا ابواللیث صدیقیؒ مولانا محمد یوسفؒ مولانا صدر الدین اصلاحیؒ مولانا محمد یوسف اصلاحی ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اور دیگر لاتعداد عربی دان قائدین و متبعین جماعت ہیں۔ جن کی عظیم الشان عربی و اسلامی، علمی و دینی خدمات برصغیر کے طول و عرض میں کروڑوں انسانوں پر محیط ہیں۔ اور انہی میں مولانا مسعود عالم ندویؒ (مؤلف "تاریخ الدعوة الاسلامیہ فی الہند" وغیرہ) بھی ممتاز و نمایاں ہیں جو "جماعت اسلامی"،

''دار العروبۃ للدعوۃ الإسلامیۃ'' کے ناظم تھے۔

اسی سلسلہ عربیہ ہندیہ کی ایک اور اہم کڑی سید احمد شہیدؒ ،شاہ اسماعیل شہیدؒ (مؤلف ''عبقات'' وغیرہ) نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ بھوپالی (مؤلف ''فتح البیان فی مقاصد القرآن'' وغیرہ) سے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (مؤلف ''تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن'' تفسیر ثنائی' مقدس رسولؐ وغیرہ) مولانا عبدالوہاب آروی اور مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری ('' جامعہ سلفیہ'' بنارس) تک اہل سنت کے وہ ہزاروں سلفی المذہب (اہلحدیث) ماہرین علوم عربیہ واسلامیہ ہیں جن کی تصانیف وخدمات ''تحریک مجاہدین'' سے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی وآخر قرن عشرین تک لازوال و بے مثال ہیں۔

اور برصغیر کے حنفی وسلفی سلاسل علوم عربیہ واسلامیہ سعیہ وصوفیہ کا کوئی تذکرہ ''ندوۃ العلماء'' لکھنو کے بانیان واکابرین کے بغیر شہرت وعظمت کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتا۔جن میں مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا سید عبدالحی لکھنویؒ (مؤلف '' نزھۃ الخواطر'' . ''الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند'' وغیرہ) سے آخر الف ثانی مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (متوفی جمعہ ۳۱دسمبر ۱۹۹۹ء/۲۲رمضان ۱۴۲۰ھ،رائے بریلی ہند) تک ایک صدی سے زائد عرصہ پر محیط عصر ندوہ' ہزاروں ماہرین زبان وادب عربی کے حوالہ سے اپنی مثال آپ ہے۔اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (مؤلف ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین' روائع اقبال' تاریخ دعوت و عزیمت ' من نھر کابول الی نھر الیرموک وغیرہ) کی شخصیت والاتعداد تصانیف وخطبات' کیفیت وکمیت ہر دولحاظ سے بیسویں صدی کے اختتام تک ہندوستان کے ہزار سالہ عصر زبان عربی وعلوم عربیہ اسلامیہ کے نادر المثال عکاس وترجمان ہیں اور عالم عرب واسلام و انسانیت کے سامنے سرزمین ہند کی عربی زبان وادب میں مہارت کا ناقابل تردید و معجزانہ ثبوت ہیں۔

وقس علی ذالک مئات الآلاف من العلماء و المشائخ الھندیین من بدایۃ الألف الثانی المیلادی إلی نھایۃ القرن العشرین' بأنواعھم و

تباین درجاتهم فی اللغة و الأدب والدین. رحمة الله علیهم أجمعین.

ہندوستان سے تعلق رکھنے والے لاکھوں علماء وادباء نے گزشتہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ میں عربی زبان نیز عربی رسم الخط میں تحریر شدہ اور گہرے عربی اثرات کی حامل، فارسی واردو اور دیگر زبانوں میں لاکھوں کتب مختلف علمی ودینی وادبی وعمومی موضوعات پر تصنیف کی ہیں جو ہندوستانی تاریخ وثقافت کا جزو لاینفک اور ہندوستانی معاشرے پر گہرے علمی وادبی وثقافتی اثرات کی حامل ہیں۔ ان علماء وادباء سے کماحقہ واقفیت کے لئے جن کا تفصیلی تذکرہ یہاں ممکن نہیں' برصغیر کے عربی دان مؤلفین کی دیگر کتب کے علاوہ درج ذیل کتب بطور خاص ملاحظہ ہوں:-

۱. سبحة المرجان فی آثار هندوستان (عربی)
تالیف : سید غلام علی آزاد بلگرامی.

۲. نزهة الخواطر (عربی) ۸ جلدیں
تالیف: مولانا سید عبدالحئی لکھنویؒ.

۳. الثقافة الإسلامیة فی الهند (عربی)
تالیف : مولانا سید عبدالحئی لکھنویؒ.
(اردو ترجمہ مطبوعہ لکھنو بعنوان :-
"ہندوستان میں مسلمانوں کے علوم و فنون")

۴. خیر العمل بذکر تراجم علماء فرنگی محل
(عدة مجلات بالعربیة)
(تالیف : مولانا عبدالحئی فرنگی محلیؒ و تکملة
از مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنیؒ)

۵. تاریخ الدعوۃ الاسلامیۃ فی الھند

(تالیف : مولانا مسعود عالم الندوی)

۶. تذکرہ علمائے ہند (فارسی) از مولوی رحمن علی

۷. عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ

از ڈاکٹر زبید احمد (الہ آباد یونیورسٹی)

The Indo Pak Contribution To Arabic Litrature.

۸۔ حدیث لٹریچر میں پاک و ہند کا حصہ

از ڈاکٹر محمد اسحاق (ڈھاکہ یونیورسٹی)

The Indo Pak Contribution To Hadith Litrature.

۹۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی قدیم اسلامی درسگاہیں:

از مولوی ابوالحسنات ندوی

۱۰۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند

(جلد دوم عربی ادب ودیگر مجلدات، جامعہ پنجاب، لاہور)

۲۔ عربی زبان موجودہ بھارت کے کم و بیش بیس کروڑ مسلمانوں کی دینی زبان ہے۔ جسے وہ ادائیگی نماز، تلاوت قرآن، فہم حدیث نیز دیگر شرعی و ثقافتی ضروریات کی خاطر حتی الامکان سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں بھارت کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی لاکھوں مساجد اور عربی اسلامی درگاہیں عظیم الشان کردار ادا کررہی ہیں۔ چنانچہ

عددی لحاظ سے ہندی یا ہندوستانی کے بعد عربی زبان کروڑوں مسلمانوں کے حوالے سے عملاً دوسری بڑی بھارتی زبان (Second Largest Indian Language) ہے۔

۳۔ بھارت کے طول عرض میں موجود لاکھوں مساجد کے علاوہ ہزاروں عربی اسلامی مدارس وجامعات ملک بھر میں عربی زبان' قرآن وحدیث نیز مختلف النوع علوم عربیہ واسلامیہ کی وسیع پیمانے پر درس وتدریس وتبلیغ واشاعت سے لاکھوں طالبان علم کو مستفید کر رہے ہیں۔ اور آزادی کے بعد لاکھوں افراد ان درسگاہوں سے عربی زبان وعلوم اسلامیہ میں فارغ التحصیل ہو کر بنگال' آسام' تامل ناڈو' کرناٹک' کیرالا' آندھرا پردیش' مہاراشٹر' بہار' اتر پردیش (U.P.) مدھیہ پردیش' دہلی' ہریانہ' پنجاب اور ہماچل پردیش تک ملک بھر کے تمام صوبوں' شہروں اور دور دراز دیہاتی مقامات تک عربی زبان وعلوم اسلام کی تدریس واشاعت کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔

ان عربی اسلامی مدارس و جامعات میں ''دارالعلوم دیوبند'' (۱۲۸۳ھ۔۱۳۴۳ھ..) اور ''ندوۃ العلماء'' لکھنو (۱۳۱۱ھ۔۱۳۴۴ھ..) جیسے عالمی شہرت یافتہ تعلیمی ادارے سرفہرست ہیں۔ جن کی ہزاروں شاخیں ملک بھر میں سرگرم عمل ہیں۔ اور جن سے گزشتہ ایک صدی سے زائد عرصہ میں فارغ التحصیل ہونے والے عربی دان علماء و مشائخ نے پاکستان' افغانستان' چینی وروسی ترکستان' بنگلہ دیش' برما' نیپال اور دیگر بلاد و امصار میں ہزاروں عربی اسلامی مدارس کا وسیع سلسلہ قائم کر کے کروڑوں مسلمانوں کی عربی اسلامی تعلیم وتربیت کا فریضہ سر انجام دیا ہے اور یہ سلسلہ تا ہنوز جاری وساری ہے۔

''دارالعلوم دیوبند'' کی بنیاد ۱۲۸۳ھ میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے رکھی جو سرسید احمد خان (بانی ''مسلم یونیورسٹی علی گڑھ'' کی طرح مولوی مملوک علیؒ کے شاگرد رشید تھے۔ نیز آل شاہ ولی اللہ دہلویؒ محدث جلیل شاہ محمد اسحاقؒ (م ۱۲۶۲ھ مکہ) اور شاہ عبدالغنی مجددیؒ (از اولاد مجدد الف ثانیؒ) کے تلمیذ خاص تھے:

''فبدا التدريس بها في كوخ صغير بمدرس وطالب

فقط. وذلك سنة ١٢٨٣ھ. ثم كان من فضل الله و صدق عزائم القائمين بها أن ازدهر المعهد و ترقى رقياً باهراً. وافتتحت معاهد دينية أخرى في مختلف مدن الهند أصبحت حصوناً للدين منيعة في تلك الأيام المظلمة التي اتسع فيها الخرق على الراتق وأصبح القابض على الدين كالقابض على الجمر.(٥)

ترجمہ:- ''دارالعلوم'' دیوبند میں تدریس کی ابتدا ایک چھوٹی سی کٹیا میں صرف ایک استاذ اور ایک طالب علم سے سن ۱۲۸۳ھ میں ہوئی۔ پھر اللہ کے فضل وکرم اور اس کے مسئولین کے صدق و عزیمت کی بناء پر یہ ادارہ رفعت وعظمت کی عظیم الشان منازل طے کرتا چلا گیا۔ پس ہندوستان کے مختلف شہروں میں بھی مزید دینی مدارس قائم ہوتے چلے گئے۔ جو ان تاریک ایام میں دین کے مضبوط قلعوں کا روپ دھار گئے جب لباس اسلام تار تار ہو رہا تھا اور دین پر قائم رہنے والا یوں تھا گویا مٹھی میں انگارہ تھام رکھا ہو۔

''ندوۃ العلماء'' لکھنو کی بنیاد انیسویں صدی کے اواخر میں مولانا محمد علی مونگیریؒ کے ہمراہ مولانا سید عبدالحئی لکھنویؒ نیز دیگر علمائے کبار نے رکھی۔ پس ''جمعیت ندوۃ العلماء'' ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں قائم ہوئی اور اس کے ماتحت ''دارالعلوم ندوۃ العلماء'' کی تاسیس پانچ سال بعد ہوئی:-

''و كانت غايتهم القصوى من تأسيس الجمعية و دار العلوم التابعة لها أن لا تتسع شقة الخلاف بين الطائفتين المتجددة و الجامدة' ولا يتعذر اتفاقهما على كلمة واحدة في الأعمال و المشاريع التي لها

علاقة بمصالح المسلمين عامة. وأصبحت هذه الفكرة فيما بعد فكرة سائدة و رأياً محكماً مستولياً على قلوب الأمة و زعمائها وأخذ بمجامع قلوب العلماء و المتعلمين الجدد.(٦)

ترجمہ:۔ ''جمعیت ندوۃ العلماء'' اور اس کے تابع ''دارالعلوم'' کی تاسیس سے ان (بانیان ندوہ) کا دور رس مقصد یہ تھا کہ روایتی و جدت پسند گروہوں کے مابین اختلاف کی خلیج گہری اور وسیع تر نہ ہو اور مسلمانوں کے عمومی مفادات سے تعلق رکھنے والے کاموں اور منصوبوں کے سلسلے میں اتفاق رائے کا فقدان نہ ہونے پائے۔ پس یہ سوچ امت اور اس کے قائدین کے قلوب و اذہان میں فکر غالب اور محکم رائے کی صورت اختیار کر گئی اور علماء کرام وجدید تعلیم یافتہ حضرات کے دلوں میں راسخ ہو گئی۔

''ندوۃ العلماء'' کی ایک انتہائی اہم خصوصیت اور امتیازی وصف عربی زبان کی ایک جدید زندہ زبان کی حیثیت سے ماہرانہ تدریس و تعلیم ہے:۔

''وبقي لنا أن نشير إلى مزية أخرى لندوة العلماء و دار العلوم التابعة لها أنها لا تضاهيها و لا تزاحمها مدرسة و كلية ولا جامعة في الهند وذلك إن القائمين بها اعتنوا في أول ما اعتنوا بتدريس اللغة العربية اعتناءً عظيماً. فإنهم جعلوا تدريس لغة القرآن نطقاً و كتابة من أهم ما يشتمل عليه منهاج دار علومها. ومن ذلك انهم سعوا سعيهم في جميع أدوارها لأن يجلبوا أساتذة

اللغة العربية من بلاد العرب نفسها ليتدرب الطلبة على الكلام و يتمرنوا على الكتابة. و قد رزقهم الله نجاحاً باهراً في هذا الشأن' حتى أن أشد الناس محاربة لدعوة الندوة و معارضة لها' يعترف بذلك. و الفضل ماشهدت به الأعداء .(۷)

ترجمہ: ۔ ہمارے بیان میں ''ندوۃ العلماء'' اور اس کے تابع ''دارالعلوم'' کی ایک اور امتیازی خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا باقی ہے۔ جس میں ہندوستان بھر کا کوئی مدرسہ، کلیہ یا جامعہ اس کا مد مقابل و ہمسر نہیں۔ اور وہ یہ کہ اس کے مسئولین نے عربی زبان کی تدریس پر انتہائی توجہ مرکوز کی اور اسے اولین ترجیح دی۔ پس انہوں نے دارالعلوم کے نصابات میں اسے انتہائی اہم حیثیت دیکر شامل کیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے تمام ادوار میں کوشش کی کہ عربی زبان کے اساتذہ عرب ممالک سے حاصل کریں۔ تاکہ طلبہ گفتگو کی تربیت پائیں اور تحریر کی مشق کر سکیں۔ اللہ نے انہیں اس مقصد میں عظیم الشان کامیابی عطا فرمائی۔ یہاں تک کہ ''ندوہ'' کی دعوت کا شدید ترین مخالف بھی اس بات (ندویوں کی عربی مہارت) کا اعتراف کرتا ہے۔ اور فضیلت و برتری وہ ہوتی ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں۔

''دارالعلوم'' دیوبند اور ''ندوۃ العلماء'' لکھنو نیز ان کے لاتعداد ملحقہ و متاثرہ اداروں کے علاوہ ''مظاہرالعلوم'' سہارنپور' ''مدرسۃ الاصلاح'' سرائے میر' ''جامعہ سلفیہ'' بنارس' ''دارالعلوم منظراسلام'' بریلی' ''جامعہ رحیمیہ'' دہلی اور ''مدرسہ عالیہ'' کلکتہ نیز دیگر مدارس و جامعات ''اہلسنت و جماعت'' بھی ملک کے اطراف و اکناف میں سرگرم عمل ہیں۔ نیز ''جماعت اسلامی'' اور ''تبلیغی جماعت'' سمیت ''اہل السنت والجماعت'' کی مختلف

تحریکیں، جماعتیں اور سلاسل تصوف بھی وسیع پیمانے پر درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ کے ذریعے عربی زبان وخط وعلوم کے فروغ میں عظیم الشان اور روز افزوں کردار ادا کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں شیعہ اثنا عشریہ کی قدیم وعظیم درسگاہ "مدرسة الواعظین" لکھنو اور اس سے وابستہ ومتاثرہ نیز دیگر ہم مسلک ادارے، بمبئی اور دیگر مقامات کے شیعی اسماعیلی (آغا خانی وبوہرہ وغیرہ) مساجد وجماعت خانے ومراکز نیز قادیان اور دیگر مقامات پر "جماعت احمدیہ" کے مذہبی وتعلیمی مراکز بھی اپنے اپنے عقائد وافکار کے تناظر میں عربی زبان وعلوم کی اندرون وبیرون ہند ترویج واشاعت میں اپنے اپنے دائرہ کار میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

۴۔ عربی زبان ایک اختیاری مضمون کی حیثیت سے وسیع پیمانے پر بھارت کے سرکاری وغیر سرکاری سکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ نیز ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی یونیورسٹیوں میں "عربی زبان وادب" کے شعبے موجود ہیں۔ اور ان جامعات میں عربی زبان وادب اور عربی رسم الخط میں لکھی جانے والی فارسی واردو زبانوں کے شعبہ جات نیز علوم اسلامیہ کے شعبہ جات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ بالخصوص "جامعہ ملیہ" دہلی اور "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی" نیز "جامعہ عثمانیہ" حیدرآباد دکن جیسی قدیم مسلم جامعات عربی زبان وادب کے فروغ میں عظیم الشان کردار ادا کرتی چلی آ رہی ہیں۔ اور ملک بھر میں پھیلی ہوئی ان جامعات سے ہر سال مسلم وغیر مسلم طلبہ کی ایک بہت بڑی تعداد عربی زبان وادب نیز عربی رسم الخط میں تحریر شدہ اور گہرے عربی اثرات کی حامل فارسی واردو زبانوں میں گریجوایشن اور پوسٹ گریجوایٹ سطح پر فارغ التحصیل ہو کر ملک بھر میں عربی زبان وخط وعلوم وآداب کی ترویج میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۵۔ بھارت کی جامعات اور دیگر تعلیمی وتحقیقی اداروں نیز ذاتی لائبریریوں میں ہزاروں عربی کتب ومخطوطات کا عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے۔ جو فارسی، اردو وغیرہ کے

ذخائر کتب ومخطوطات کے ہمراہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ کے عربی اسلامی علوم وثقافت ہند کا عکاس وترجمان اور ماضی کو حال ومستقبل سے مربوط کرنے کا اہم وسیلہ ہے۔ چنانچہ بھارت کے طول وعرض میں موجود ان سرکاری وغیر سرکاری مکتبات ومجالس وجامعات میں ''مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ'' حیدرآباد دکن اس لحاظ سے منفرد وممتاز ہے کہ ''نظام حیدرآباد'' میر عثمان علی خان اور ان کے خاندان کے دیگر مقتدرین نے کثیر سرمایہ صرف کر کے لاتعداد قیمتی عربی اسلامی مخطوطات کے احیاء واشاعت کا انتظام فرمایا اور شیخ علی متقی کی ضخیم "کنز العمال" نیز "مستدرک حاکم" و "شعب الایمان" للبیھقی سمیت متعدد نادر کتب حدیث ودیگر کتب اس زمانہ میں زیور طبع سے آراستہ ہوئیں جبکہ عالم عرب میں ان کی اشاعت مفقود ومعدوم تھی۔ حتی کہ جامعہ عثمانیہ میں عربی زبان وادب کی تدریس کے علاوہ عربی رسم الخط کی حامل اردو زبان کو جامعاتی سطح پر ذریعہ تعلیم بنانے کا کامیاب تجربہ بھی جنوبی ہند کے حیدرآبادی حکمرانوں کی علم دوستی اور ثقافت شناسی کی بین دلیل ہے۔ علاوہ ازیں "ندوۃ المصنفین" اعظم گڑھ، رامپور لائبریری، ''خدابخش لائبریری'' پٹنہ والی بھوپال کا شاہی کتب خانہ اور دیگر مکتبات وذخائر مخطوطات بھی اسی سلسلہ علوم عربیہ واسلامیہ کے سلسلہ کے چند اہم نام ہیں۔ وعلی ھذا القیاس۔

۶۔ بھارتی حکومت اور ہندو اکثریت بھی عربی زبان کی ہندوستانی مسلمانوں کے حوالہ سے اہمیت وحیثیت کے احترام کے ساتھ ساتھ عالم عرب واسلام و افریقہ سے مختلف النوع روابط کے لئے نیز بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے عربی زبان کی اہمیت کی معترف ہے اور بھارت میں انگریزی کے بعد عربی کو بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ کئی عشرے پہلے دہلی میں سرکاری طور پر ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کر کے عربی زبان کی تعلیم کا خصوصی انتظام کیا گیا۔ تاکہ عرب ممالک جانے کے خواہشمند نیز عربی زبان سے دلچسپی رکھنے والے عربی زبان سیکھنے کی سہولت سے استفادہ کر سکیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عرب ممالک اور افریقہ کے عربی دان ممالک میں متعین بھارتی سفارتکار بالعموم

عربی زبان میں مہارت کے حامل ہوتے ہیں۔ جبکہ بعض مسلم ممالک کے سفراء و دیگر سفارت کار نہ تو عربی زبان سے کماحقہ واقف ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت کا احساس کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں عرب ممالک میں مقیم لاکھوں بھارتی باشندے بھی عربی زبان کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

۷۔ بھارت میں عربی مجلات و جرائد و رسائل کی کثیر تعداد میں اشاعت کے حوالے سے "ندوۃ العلماء" لکھنؤ کا ماہوار مجلہ "البعث الاسلامی" دارالعلوم دیوبند کا عربی مجلہ اور دہلی کے "انسٹی ٹیوٹ آف انڈین کلچرل ریلیشنز" کا شائع کردہ سابق وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء دہلی) کے زمانہ سے معروف مجلہ "الثقافة الهند" ممتاز و نمایاں تر ہیں۔ علاوہ ازیں بھارت کے عرب و مسلم و افریقی ممالک میں موجود سفارت خانے اور مختلف ادارے بھی عربی کتب و مجلات و نشرات کی اشاعت اور مختلف عربی ثقافتی سرگرمیوں کا اہتمام کرتے ہیں۔

۸۔ بھارت کے طول و عرض میں ہر جگہ بولی اور سمجھی جانے والی اردو زبان (ہندوستانی) پر عربی زبان و ادب کے گہرے اثرات ہیں۔ بھارت کا گزشتہ دو صدیوں کا بہت سا علمی سرمایہ اردو زبان میں ہے۔ جبکہ اس سے پہلے صدیوں کے علوم و فنون کا کافی حصہ فارسی زبان میں ہے۔ یہ دونوں زبانیں عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں اور ان کے الفاظ و اصطلاحات کا بیشتر ذخیرہ بھی عربی الاصل ہے۔ نیز گزشتہ دو صدیوں کا علمی و ادبی اردو سرمایہ ("دیوان غالب" سمیت) کروڑوں ہندی خواں افراد کی سہولت کی خاطر دیوناگری رسم الخط میں بتدریج منتقل ہو رہا ہے۔ اس طرح عربی الفاظ و اصطلاحات کا عظیم الشان ذخیرہ فارسی ذخیرہ کے ہمراہ ہندی خواں بھارتی تعلیم یافتہ طبقہ تک منتقل ہو رہا ہے اور ہندی زبان و ادب پر عربی زبان و ادب کے اثرات میں اضافہ کا باعث ہے۔ عوامی سطح پر پورے بھارت میں فلموں، نغموں اور عام بول چال میں "ہندی" یا "ہندوستانی" کے نام سے جو زبان مقبول و رائج ہے، وہ عربی و فارسی الفاظ سے پر ہے۔

علاوہ ازیں اردو زبان نہ صرف بھارت کی متعدد قومی زبانوں میں سے ایک ہے بلکہ سرکاری زبان ہندی سے دیگر تمام قومی زبانوں کی نسبت قریب تر ہے کیونکہ دونوں کی گرائمر اور سانچہ ایک ہی ہے اور رسم الخط بالترتیب عربی اور دیوناگری ہے۔ تاہم الفاظ و اصطلاحات کا عربی و فارسی و سنسکرت سے ماخوذ وسیع ذخیرہ مشترک ہے۔ نیز اردو زبان بھارت کے صوبہ بہار میں ہندی کے بعد دوسری سرکاری زبان ہے اور یوپی میں بھی وزیراعظم راجیو گاندھی کے دور حکومت میں صوبائی کانگرسی وزارت "یوپی اسمبلی" سے اردو کو ہندی کے بعد دوسری صوبائی سرکاری زبان قرار دینے کا بل پاس کروا چکی تھی۔

مزید براں اپریل ۲۰۰۰ء میں صوبہ دہلی کی ریاستی اسمبلی نے بھی اردو اور پنجابی زبان کو ہندی کے بعد دوسری سرکاری زبان قرار دینے کا بل پاس کر دیا ہے۔(۸)

جبکہ بھارتی صوبہ پنجاب میں عربی فارسی اور ہندی اثرات کی حامل پنجابی زبان سرکاری زبان ہے جو بھارتی پنجاب میں سرکاری طور پر گورمکھی رسم الخط کی حامل ہونے کے باوجود علمی و ادبی حوالوں سے عربی رسم الخط میں بھی دوبارہ فروغ پذیر ہے۔

اور یہ سب حقائق و شواہد اس امر کا ثبوت ہیں کہ عربی زبان کے مختلف زبانوں پر گہرے اثرات کے علاوہ بھارت میں سرکاری اور قومی سطح پر سنسکرت سے ماخوذ دیوناگری رسم الخط اور اس کی مختلف علاقائی لسانی اشکال کے ساتھ ساتھ عربی رسم الخط بھی ثانوی رسم الخط کی حیثیت سے (اردو وغیرہ کے حوالے سے) دستوراً تسلیم شدہ ہے۔(۹)

خلاصہ کلام

ان چند نقاط و اشارات سے بھارت میں عربی زبان کی صورتحال کا بہت حد تک اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ عربی زبان ہندی یا ہندوستانی کے بعد کم وبیش بیس کروڑ بھارتی مسلمانوں کی دینی وثقافتی زبان کی حیثیت سے بھارت کی دوسری بڑی زبان (Second Langauge) ہے۔ اور عربی رسم الخط سنسکرت الاصل رسم الخط (دیوناگری وغیرہ) کے بعد بھارت کا دوسرا بڑا رسم الخط (Scond Script) ہے۔

نیز عربی زبان بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے انگریزی کے بعد دوسری اہم بین الاقوامی زبان (Second International Language) کی حیثیت رکھتی ہے۔

پس مختلف محققین کے نزدیک بھارتی قوم اور حکومت کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ عربی زبان کو بھی بیس فیصد مسلم آبادی کی دینی وثقافتی زبان کی حیثیت سے نیز مختلف ہندوستانی زبانوں اور ثقافتوں پر عربی زبان وخط کے گہرے اثرات کی بناء پر ہندی کے بعد (خواہ بعض دیگر زبانوں کے ہمراہ ہی سہی) دوسری سرکاری وقومی زبان نیز عربی رسم الخط کو تمام بھارتی زبانوں کے لئے عمومی ثانوی رسم الخط" کی حیثیت سے دستوراً تسلیم کرنے پر سنجیدگی سے غور کرے۔ نیز انتہائی اہم بھارتی و افریشیائی و بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے انگریزی کے ہمراہ عربی کو "دوسری معاون زبان" (Second Associate Language) کا درجہ دیتے ہوئے مسلم طلبہ کے لئے ابتدائی وثانوی جماعتوں میں عربی کی لازمی تدریس اور غیر مسلم طلبہ کے لئے اختیاری تدریس کا انتظام کرے۔ اس سے نہ صرف بھارتی مسلمانوں کا رابطہ براہ راست قرآن وحدیث وعلوم عربیہ وعالم

عرب سے مستحکم ہوگا' بلکہ بیرونائی' مالدیپ' افغانستان' ایران اور شرق اوسط سے شمالی و مغربی و مشرقی افریقہ تک پھیلے ہوئے عربی زبان وخط کے حامل لاتعداد عرب و مسلم و افریقی ممالک نیز اقوام متحدہ تک بھارتی مسلمانوں اور دیگر بھارتی باشندوں کو وسیع تر تجارتی وثقافتی واقتصادی روابط استوار کرنے کے مواقع فراہم ہوں گے جو مختلف النوع فوائد کا باعث بنیں گے۔ اور دنیا بھر میں بیک وقت دو یا زیادہ بین الاقوامی زبانیں سیکھنا مغربی دنیا کے تعلیم یافتہ افراد کا تعلیمی معمول ہے۔ واللہ الموفق۔

۲ – چین
(China)

''عوامی جمہوریہ چین'' ایک ارب سے زائد آبادی پر مشتمل عظیم الشان ایشیائی مملکت ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ کم از کم چھیانوے (۹۶) لاکھ مربع کلومیٹر ہے۔ جس میں پاکستان سے متصل خود اختیار علاقہ (Autonumous Region) ''سنکیانگ'' سولہ لاکھ (۱٦,۰۰۰۰) مربع کلو میٹر پر محیط اور کئی ملین آبادی پر مشتمل مسلم اکثریتی علاقہ ہے جو ماضی میں ''مشرقی ترکستان'' کہلاتا تھا اور جس کا صدر مقام ''ارومچی'' ہے۔ اس کی زبان صدیوں سے عربی رسم الخط میں تحریر شدہ نیز بکثرت عربی الفاظ و اصطلاحات کی حامل ترکی زبان ہے جسے ''کاشغر'' کے قدیم علاقہ کے حوالے سے ''کاشغری'' (Kashghiri) کا نام دیا گیا ہے۔ ۱۹۴۹ء میں عظیم چینی رہنما ماؤزے تنگ کی قیادت میں اشتراکی انقلاب کی کامیابی کے بعد ''ترکستانی کاشغری'' زبان چینی رسم الخط میں لکھی جانے لگی۔ مگر ۱۹۷۹ء کے بعد چینی حکومت کی آزاد ثقافتی پالیسی کے تحت عربی رسم الخط دوبارہ رائج ہو کر غالب آ چکا ہے اور عربی زبان وعلوم اسلامیہ کی تدریس واشاعت نیز مساجد و مدارس کی تعمیر و توسیع بھی از سر نو جاری و ساری ہے۔ پس سنکیانگ میں عربی زبان وخط اور ترکی کاشغری زبان نیز چینی زبان وخط بیک وقت قومی و ثقافتی اہمیت کے حامل ہیں۔ (۱۰)

''انتظامی مقاصد کے تحت چین ۲۲ صوبوں، ۵ خود اختیار علاقوں اور تین براہ راست مرکزی حکومت کے زیر انتظام میونسپلٹیوں میں منقسم ہے۔

صوبے یا خود اختیار علاقے کے تحت انتظامی یونٹوں میں شہر، خود اختیار پریفیکچر، کاؤنٹیاں اور خود اختیار کاؤنٹیاں قائم ہیں۔ جبکہ بستیاں، قومیتی بستیاں اور

قصبے' کاؤنٹی یا خود اختیار کاؤنٹی کے تحت آتے ہیں۔ چین میں ۲۱۳۷ کاؤنٹیاں ہیں۔

۲۲ صوبے یہ ہیں

(قوسین میں دیئے گئے نام صوبوں یا خود اختیار علاقوں کے صدر مقام ہیں)

ہیبے (شی جیاچوانگ)	شانشی (تھائی یوان)
لیاؤنینگ (شن یانگ)	چیلین (چھانگ چھون)
ھئی لونگ چیانگ (ھاربن)	شینشی (شی آن)
کانسو (لانچو)	چھینگ ہائی (شی نینگ)
شان تونگ (چینان)	چیانگسو (نانچنگ)
چیہ چیانگ (ھانگچو)	آنہوئی (حہ فئی)
چیانگ شی (نان چھانگ)	فوچیین (فوچو)
تھائی وان' ھنان	(چنگ چو)
ھوپے (اووھان)	ھونان (چھانگ شا)
کورنگ تونگ (کوانگچو)	سچھوان (چھنگ تو)
کوئیچو (کوئی یانگ)	یون نان (کھون مینگ)

اور خود اختیار علاقے یہ ھیں:-

اندرونی منگولیا خود اختیار علاقہ ۔(ھوحہ ھاؤتھہ)

ینگشیا ھوئی خود اختیار علاقہ۔ (ین چھوان)

سنکیانگ ویغور خود اختیار علاقہ۔ (ارومچی)

کوانگشی جوانگ خود اختیار علاقہ ۔(نان نینگ)

اور: تبت خود اختیار علاقہ۔ (لہاسہ)

بیجنگ' شنگھائی اور تھین چن' براہ راست مرکزی حکومت کے زیرانتظام میونسپلیاں ھیں۔(11)

چین کے اس انتظامی ڈھانچہ اور رقبہ میں اب ''ہانگ کانگ'' اور ''مکاؤ'' کا اضافہ ہو چکا ہے۔ تیز تائیوان (فارموسا) پر چینی دعویٰ برقرار ہے۔

۲ - اسلام

اسلام تنگ خاندان کے ساتویں صدی عیسوی کے وسط میں تھانگ عہد کے دوران چین میں پہنچا۔ عرب اور ایران کے مسلمان تاجر خشکی کے راستے شمال مغربی چین تک اور بحری راستوں سے کوانگ چو اور دیگر جنوبی اور جنوب مشرقی بندرگاہوں تک آتے تھے۔ ان تاجروں نے اسلامی تعلیمات کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ چین اور دوسرے ملکوں میں ثقافتی رابطہ ضبط کی خدمات بھی انجام دیں۔ مسلمان عالموں، مبلغوں اور سیاحوں کی آمد کے نتیجے میں یہاں مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ یوان اور مِنگ ادوار میں بہت سے چینی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ مِنگ عہد کے مشہور چینی مسلمان جہاز راں چنگ حہ (۱۳۷۱۔۱۴۳۵ء) کے بحری بیڑے نے "مغربی سمندروں" (مراد ایشیائی اور افریقی ملک) کا سفر کیا۔ اس کے بیڑے کے مسلمان ارکان نے مکہ جا کر فریضہ حج بھی ادا کیا۔

اس وقت چین کی دس اقلیتی قومیتوں، ہوئی، ویغور، قزاق، ازبک، تاجک، تاتار، کرغیز، تونگ شیانگ، سالار اور پاؤآن، میں اسلام کے کثیر التعداد پیروکار ہیں۔ حکومت نے چونکہ مذہبی آزادی کی ضمانت دے رکھی ہے لہذا چینی مسلمان کسی مداخلت کے بغیر عبادت کرتے ہیں، مذہبی تہوار مناتے ہیں اور اپنے رسم و رواج پر قائم ہیں۔

کوانگ تونگ، فوجیان، چہ چیانگ، شینشی، شانشی، سنکیانگ خود اختیار علاقے، بیجنگ اور شنگھائی میں مشہور مسجدیں ہیں۔ بیجنگ کی "تونگ سی مسجد" پانچ سو سال قبل تعمیر ہوئی تھی۔ ۱۹۵۲ء اور پھر ۱۹۷۳ء میں اس کی مرمت اور تزئین نو کی گئی۔ اس کی لائبریری میں بعض انتہائی نایاب اسلامی کتابیں موجود ہیں جو اماموں نے صدیوں کے دوران اپنے ہاتھوں سے نقل کیں۔ یہاں قرآن، فلسفے، تاریخ اور ادب کے موضوعات پر کتابیں اور مصر، بھارت، ترکی اور پاکستان کی چھپی ہوئی اسلامی کتابیں بھی موجود ہیں۔ دستی نقول میں سے بیشتر دو سے تین سو سال پرانی ہیں۔ لائبریری میں ہاتھ سے لکھا ہوا قرآن پاک کا ایک انتہائی نایاب نسخہ ہے۔ یہ نسخہ ۶۸۰ سال پرانا ہے۔ اہم مذہبی

تہواروں مثلاً عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ پر چینی مسلمان' اسلامی ملکوں کے سفارتی نمائندے اور چین میں کام کرنے والے دیگر غیر ملکی مسلمان نماز پڑھنے کے لئے اس مسجد میں آتے ہیں''۔(۱۲)

چنانچہ چین کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے کروڑوں مسلمان جو بطور مجموعی سنی العقیدہ و حنفی المذہب ہیں' کلمہ و نماز تلاوت قرآن فہم حدیث اور دیگر دینی و ثقافتی ضروریات کے لئے عربی زبان حتی الامکان سیکھتے ہیں۔ اور ملک بھر میں پھیلی ہوئی ہزاروں مساجد و ملحقہ مدارس و مراکز عربیہ اسلامیہ اس سلسلہ میں بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں۔ دینی شعور رکھنے والا ہر مسلمان عربی زبان سیکھنے کی اس حد تک کوشش کرتا ہے کہ عالم عرب و اسلام سے بعید تر ہونے کے باوجود عربی میں 'گفتگو' عربی سمجھنے اور لکھنے کی اتنی استعداد پیدا کر لیتا ہے جو بہت سی صورتوں میں ہمسایہ مسلم ممالک کے عام دیندار افراد سے عمدہ و بہتر قرار پاتی ہے۔(۱۳)

چینی مسلمانوں کا عربی زبان اور ماضی سے فکری و روحانی رشتہ برقرار رکھنے میں "کینٹن" میں واقع صحابی رسولؐ سیدنا سعد بن ابی وقاص کا مزار بالخصوص (جو بعض روایات کے مطابق ان کے بھائی یا کسی اور صحابی کا مزار ہے) اور دیگر خانقاہات و مقابر بالعموم دینی و ثقافتی اہمیت کے حامل قرار پاتے ہیں۔ نیز چین کے مسلم طلباء عرب و مسلم و دیگر ممالک میں بھی کثرت کے ساتھ عربی زبان و علوم اسلامیہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے۔

۲۔ چینی زبان اور دیگر زبانوں میں قرآن و حدیث کے تراجم نیز اسلامی کتب و تراجم کی کثیر تعداد موجود اور روز افزوں ہے۔ عربی زبان و علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت میں مختلف افراد و تنظیمات و جمعیات موثر ثقافتی کردار ادا کر رہی ہیں۔ جن میں "الجمعية الإسلامية الصينية" (Chinese Islamic Society) معروف تر ہے۔

۳۔ چین کے مختلف تعلیمی اداروں بالخصوص جامعات میں عربی زبان کی اختیاری درس و تدریس کا انتظام موجود ہے اور بیجنگ یونیورسٹی سمیت مختلف جامعات میں ''عربی زبان و ادب'' کے شعبے قائم و موثر ہیں۔ نیز عالم عرب و اسلام و افریقہ و اقوام متحدہ کی زبان ہونے کی بنا پر عربی زبان کو روز بروز زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔

۴۔ عالم عرب و اسلام و افریقہ میں چینی سفارتخانے عربی زبان میں نیز عربی رسم الخط میں تحریر شدہ زبانوں (فارسی، اردو وغیرہ) میں بکثرت مطبوعات و نشرات شائع کرتے ہیں۔ بیجنگ میں ''غیر ملکی زبانوں کا اشاعت گھر'' عربی زبان میں چینی (عمومی و اشتراکی) لٹریچر کی طباعت و اشاعت میں طویل عرصہ سے اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

۵۔ چین (بیجنگ) میں قائم عرب و مسلم و افریقی ممالک کے سفارتخانے بھی عربی زبان و ثقافت کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں اور اس سلسلہ میں ثقافتی سرگرمیوں کا اپنے دائرہ کار میں اہتمام کرتے ہیں۔ نیز چینی ذرائع ابلاغ عربی دان اقوام کے لئے ریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ سے عربی پروگرام پیش کر کے ترویج عربی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ چینی خبر رساں ایجنسی ''شنہوا'' (نیا چین۔ سن تاسیس ۱۹۳۷ء ینان آن) ہر روز عربی سمیت اقوام متحدہ کی منظور شدہ چھ سرکاری زبانوں میں بیرون ملک خبروں کی ترسیل کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں ۱۹۸۲ء کا یہ بیان ملاحظہ ہو:-

> ''بیرون ملک خبروں کی ترسیل بنیادی طور پر انگریزی میں ہوتی ہے۔ تاہم فرانسیسی، ہسپانوی، عربی اور روسی سروسیں بھی موجود ہیں۔ ان زبانوں میں یہ ایجنسی ہر روز 10 سے 30 ہزار الفاظ تک خبریں جاری کرتی ہے۔

بیجنگ میں ''شنہوا'' ہر روز چینی، انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی،

عربی اور روسی میں "خبر نامہ" اور چینی انگریزی اور فرانسیسی میں "غیر ملکی ایجنسیوں اور اخبارات" کی خبریں شائع کرتی ہے۔" (۱۴)

"تعمیر چین" چین کے بارے میں جامع ماہنامہ انگریزی' فرانسیسی' جرمن' عربی' پرتگالی اور چینی زبانوں میں شائع ہوتا ہے (۱۵)

علاوہ ازیں مختلف دیگر جرائد و رسائل ("چین باتصویر" وغیرہ) عرصہ دراز سے دیگر زبانوں کے ہمراہ عربی زبان میں بھی شائع ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ کہ عوامی جمہوریہ چین میں چینی زبان و خط کے بعد عربی زبان و خط کو چین کے کروڑوں مسلمانوں کے حوالے سے وسیع پیمانے پر ثانوی زبان و خط کی حیثیت حاصل ہے۔ نیز عالم عرب و اسلام و افریقہ و مسلم اقلیات سے تعلق رکھنے والی واحد مشترک و افریشیائی و بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے عربی زبان کو انگریزی کے بعد عملاً دوسری اہم ترین غیر ملکی زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ چینی حکومت و عوام کے حوالے سے یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ مستقبل میں سرکاری طور پر عربی زبان کو چینی زبان کے بعد چین کی "ثانوی زبان" اور انگریزی کے بعد "ثانوی عالمی زبان" تسلیم کرتے ہوئے اسکولوں اور کالجوں میں مسلم طلبہ کے لئے "لازمی تعلیمی مضمون" اور غیر مسلم چینی اکثریت کے لئے "اختیاری تعلیمی مضمون" کی حیثیت دے دی جائے جس کے ملکی و بین الاقوامی فوائد دور اندیش چینی قیادت سے مخفی نہیں۔

✿✿✿✿

۳- دیگر ایشیائی مسلم اقلیتی ممالک

بھارت اور چین کے علاوہ برما، نیپال، سری لنکا، فلپائن اور تھائی لینڈ وغیرہ مختلف ایشیائی ممالک میں ایک ملین سے کئی ملین تک مسلمان موجود ہیں۔ جبکہ برما، فلپائن اور تھائی لینڈ وغیرہ میں مسلم اکثریت کے صوبے بھی موجود ہیں۔

علاوہ ازیں سنگاپور، جاپان، شمالی و جنوبی کوریا، ویت نام، تائیوان سمیت تقریباً تمام ایشیائی غیر مسلم ممالک میں بطور مجموعی مسلمان لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں اور کلمہ، نماز، قرآن و حدیث نیز دیگر دینی و ثقافتی حوالوں سے عربی زبان سیکھنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان ممالک میں موجود مساجد اور ملحقہ مراکز و مدارس عربیہ اسلامیہ بنیادی و مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔ نیز مختلف مقامی زبانوں میں قرآن و حدیث و کتب اسلامیہ کے تراجم بھی موجود اور ان کی اشاعت روز افزوں ہے۔ ان ممالک میں رائج غیر ملکی اور عالمی زبانوں میں موجود عرب و مسلم لٹریچر سے بھی تعلیم یافتہ مسلمان استفادہ کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں عربی زبان کی آفاقیت و بین الاقوامی اہمیت کے پیش نظر غیر مسلم اکثریت کے ان ایشیائی ممالک کی حکومتیں بھی اب عربی زبان کی بحیثیت لازمی یا اختیاری تعلیمی مضمون تدریس پر زیادہ توجہ دے رہی ہیں۔ ان ممالک کی جامعات میں بالخصوص اور مختلف دیگر تعلیمی اداروں میں بالعموم عربی زبان و علوم اسلامیہ کی تدریس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ نیز ان ممالک کے مسلم طلبہ کی کثیر تعداد عالم عرب و اسلام کے اعلیٰ عربی اسلامی اداروں میں تعلیم حاصل کرتی ہے۔ اور مختلف ممالک کے افراد عرب ممالک میں ملازمت کے علاوہ اپنے ممالک میں رہتے ہوئے بھی تجارتی و عالمی ضروریات کے تحت عربی زبان سیکھتے ہیں۔ ان ممالک کے ذرائع ابلاغ نیز عالم عرب و اسلام میں قائم سفارتی مراکز بھی عربی زبان کی نشر و اشاعت میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں اور مستقبل میں ان تمام ممالک میں عالم عرب و اسلام و افریقہ نیز اقلیات مسلمہ و اقوام متحدہ وغیرہ کے حوالہ سے عربی کو

مسلم طلبہ کے لئے لازمی اور غیر مسلم طلبہ کے لئے اختیاری تعلیمی مضمون قرار پانا متوقع ہے۔ اس سلسلہ میں بطور مثال فلپائن کی حکومت کی مثال ملاحظہ ہو جس سے دیگر ایشیائی مسلم اقلیتی ممالک بالخصوص جنوب مشرقی ایشیا و مشرق بعید کے ممالک میں فروغ عربی کے موجودہ نظام اور متوقع تعلیمی و عمومی اقدامات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے:-

"وقد صدر قرار جمهوري في عام ١٩٧١، يسمح باستخدام اللغة العربية كلغة تدريس في المدارس الواقعة في المناطق التي يسكنها المسلمون. وظل هذا القرار قيد التنفيذ حتى صدر القرار الوزاري المنظم لتنفيذه عام ١٩٧٣. وبدأ التنفيذ عام ١٩٨١ بالسماح لمن يعرف اللغة العربية من مدرسي المواد الأخرى بهذه المدارس أن يقوم بتدريسها كمادة دراسية للتلاميذ المسلمين، بواقع ثلاث حصص أسبوعياً أو حسب اتساع الوقت في الجدول الدراسي.

وفي عام ١٩٧٣ أنشأت الحكومة الفلبينية "مركز الملك فيصل للدراسات الإسلامية والعربية" في "جامعة مندانا والحكومية" بمدينة مراوي مراوي. وفي عام ١٩٧٤، أنشأت "معهد الدراسات الإسلامية" بجامعة الفلبين بمانيلا (كيزون سيتي). وكلا المعهدين يقدمان برامج تعليم اللغة العربية وبرامج في الدراسات الإسلامية". (١٦)

ترجمہ:- سن ۱۹۷۱ء میں جمہوریہ (فلپائن) کا وہ حکم جاری ہوا جس میں مسلم آبادی کے منطقوں میں واقع سکولوں میں عربی زبان کی تدریس کی اجازت دی گئی تھی۔ مگر اس فیصلہ کا نفاذ سن ۱۹۷۳ء میں متوقف

وزارتی حکم جاری ہونے سے پہلے نہ ہو سکا۔ جبکہ عملدرآمد کی ابتداء سن ۱۹۸۱ء میں یہ اجازت دینے سے ہوئی کہ ان اسکولوں میں دیگر مضامین کے اساتذہ میں سے جو کوئی عربی زبان جانتا ہو، وہ مسلمان طلباء کو تعلیمی مضمون کی حیثیت سے ہفتہ میں تین پیریڈ یا نظام الاوقات کی گنجائش کے مطابق عربی زبان پڑھا سکتا ہے۔

نیز سن ۱۹۷۳ء میں فلپائنی حکومت نے ''شاہ فیصل مرکز برائے علوم عربیہ واسلامیہ'' مراویمراوی شہر کی ''گورنمنٹ منڈاناؤ یونیورسٹی'' میں قائم کیا۔ اور سن ۱۹۷۴ء میں ''فلپائن یونیورسٹی'' منیلا (کیزون سٹی) میں ''ادارہ علوم اسلامیہ'' قائم کیا۔ ان دونوں اداروں میں عربی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے اور ''علوم اسلامیہ'' کے کورسز کرائے جاتے ہیں۔

ب۔ براعظم آسٹریلیا کے مسلم اقلیتی ممالک

براعظم آسٹریلیا جنوب مشرقی ایشیا سے قریب تر ایک مستقل بالذات براعظم ہے۔ لاکھوں مربع میل کے وسیع رقبہ اور کم وبیش دو کروڑ آبادی پر مشتمل عظیم ترقی یافتہ مملکت آسٹریلیا' نیز قریبی نیوزی لینڈ وغیرہ میں مسیحی اکثریت کے ساتھ ساتھ مسلم آبادی بھی موجود ہے۔ بالخصوص آسٹریلیا کو نقل مکانی کی وسیع تر سہولیات میسر آنے کے بعد عرب و غیر عرب مسلمانوں کی کثیر تعداد دیگر اقوام و مذاہب کے ماننے والوں کے ہمراہ مملکت آسٹریلیا میں سکونت اختیار کر چکی ہے اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے۔ چنانچہ عربی زبان براعظم آسٹریلیا میں موجود لاکھوں مسلمانوں کی دینی و ثقافتی زبان ہے جسے وہ کلمہ و نماز و قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی ضروریات کے حوالہ سے حتی الامکان سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں براعظم آسٹریلیا میں قائم شدہ مساجد و مراکز اسلامیہ سرگرم عمل ہیں۔ نیز مختلف دینی و ثقافتی تنظیمیں بھی عرصہ دراز سے کام کر رہی ہیں۔

علاوہ ازیں براعظم آسٹریلیا کی جامعات اور دیگر اداروں میں بھی علوم عربیہ و اسلامیہ نیز علوم شرقیہ (Oriental Studies) کے حوالہ سے مختلف النوع تدریس و تحقیق جاری و ساری ہے۔ اور عربی زبان کی روز افزوں افریشیائی و بین الاقوامی اہمیت کے حوالہ سے بھی سرکاری و قومی سطح پر عربی زبان و ادب پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں عرب ممالک میں آسٹریلوی سفارتخانے نیز عرب و مسلم و افریقی ممالک سے آسٹریلوی سفارتی و ثقافتی روابط اور آسٹریلوی ذرائع ابلاغ بھی مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔ اور نسبتاً محدود پیمانے پر اس سے ملتی جلتی صورتحال "نیوزی لینڈ" اور اس براعظم کے دیگر ممالک کی ہے:-

آسٹریلیا میں مسلمان

مغربی بحرالکاہل کے جزائر میں عرب سوداگر عرب سے چین جاتے ہوئے پہنچے تھے۔ لیکن وہ جاوا اور سماٹرا کی طرح ان جزائر میں کبھی مستقلاً آباد نہ ہوئے تھے۔ پھر سولہویں صدی عیسوی کے بعد جب انڈونیشیا ایک مسلم اکثریتی ملک بن گیا تو وہاں کے مسلمانوں کی آسٹریلیا کے شمالی ساحل اور نیوگنی اور اس کے ہمسایہ جزائر میں باقاعدہ آمدورفت شروع ہوگئی۔

آسٹریلیا پہنچنے والے اولین یورپی مہم جوؤں نے ان جزائر بالخصوص آسٹریلیا میں مسلمانوں کی موجودگی کا تذکرہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر ۱۶۰۶ء میں جب ایک ہسپانوی مہم جو "توریں" نیوگنی پہنچا تو اس نے اس جزیرے کے مغربی حصے میں جزائر ملوکا کے مسلمانوں کے زیر اثر ایک عظیم تمدن کو پھلتے پھولتے دیکھا۔ اسی طرح میتھیو فلانڈرز نے جب ۱۸۰۲ء میں آسٹریلیا کے شمال مغربی ساحل کی سیاحت کی تو اس نے وہاں جزائر تیمور اور سولاویزی کے مسلمان ماہی گیروں کی خاصی بڑی تعداد آباد پائی۔ اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ بحرالکاہل میں یورپی نوآبادیاتی نظام کے پہنچنے سے کافی پہلے ہی مسلمان وہاں پہنچ چکے تھے۔

بحرالکاہل میں مسلمان آبادکاروں کے بہاؤ کو کم از کم آٹھ بڑی لہروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلی مالے لہر تھی جو ۱۸۵۰ء سے شروع ہو کر ۱۹۳۰ء تک جاری رہی۔ یہ مالے مسلمانوں کو آسٹریلیا کے شمال مشرق، شمالی اور شمال مغربی ساحلوں پر لائی۔ یہ لوگ موتیوں کے غوطہ خوروں اور گنے کے کھیتوں میں کام کرنے والے کرائے کے مزدوروں کی حیثیت سے وہاں پہنچے تھے۔ ان مسلمانوں کی چند نسلیں مسلمان رہیں۔ باقی مقامی آبادی میں خلط ملط ہو کر اپنی مذہبی شناخت سے محروم ہو گئیں۔

دوسری لہر افغان لہر تھی جنہیں انگریز ۱۸۳۰ء سے ۱۹۳۰ء تک ان کے اونٹوں

سمیت آسٹریلیا لاتے رہے۔ ان افغانوں نے آسٹریلیا کے صحرائی علاقوں کی معیشت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ افغان اپنے مذہب پر بڑی سختی سے کاربند رہے۔

تیسری لہر ۱۸۷۲ء میں فرانسیسیوں کے ہاتھوں الجزائری حریت پسندوں کی نیو کلی ڈونیا جلاوطنی سے شروع ہوئی۔

چوتھی لہر (۱۸۷۶ء تا ۱۹۱۹ء) ہندوستانی تارکین وطن کی تھی۔ یہ ہندوستانی مسلمان کو نزلینڈ، آسٹریلیا اور جزائر فجی میں گنے کے کھیتوں میں کام کرنے کے لیے ایک معاہدے کے تحت وہاں بھیجے گئے تھے۔ کچھ مسلمان تاجر گجرات سے بھی نیوزی لینڈ پہنچے۔ ان مسلمان تارکین وطن کی اولادیں آج بھی مسلمان ہیں۔ فجی میں تو یہ مسلمان زبردست اکثریت کے حامل ہیں۔

یہ پہلی چار لہریں پرانے تارکین وطن کی شمار ہوتی ہیں۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد البانوی پناہ گزینوں کی بھاری تعداد آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ پہنچی۔ ان کا زمانہ ہجرت ۱۹۲۰ء سے شروع ہو کر ۱۹۵۰ء تک رہا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یوگوسلاوی اور قبرصی مسلمان بھی آسٹریلیا پہنچنے شروع ہو گئے۔ ان کی آمد ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک جاری رہی۔ ۱۹۶۰ء کے بعد مسلمان بڑی بھاری تعداد میں آسٹریلیا پہنچے۔ یہ مسلمان زیادہ تر ترکی، لبنان، یونان، پاکستان، مصر اور شام سے آئے تھے۔ ان مسلمانوں کی اولادیں اب تک اپنے دین اسلام کی پیروکار چلی آ رہی ہیں۔ ہر ۱۰ سال بعد ان مسلمانوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔

۱۹۸۲ء میں بحرالکاہل میں مسلمانوں کی کل آبادی ۲ لاکھ ۶۰ ہزار تھی۔ ۱۹۹۲ء میں یہ بڑھ کر ۶ لاکھ ۱۷ ہزار ہو گئی۔ تازہ اعداد و شمار کے مطابق اب یعنی ۱۹۹۹ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۱۲ لاکھ ۷۰ ہزار تک جا پہنچی ہے۔ اس تخمینے میں انڈونیشیا اور فلپائن شامل نہیں ہیں۔ جو برا عظم ایشیا کا حصہ شمار ہوتے ہیں۔

فی الحال (۱۹۹۹ء) مسلمان بحرالکاہل کے چھ ملکوں، آسٹریلیا، فجی، نیوزی لینڈ، نیو کیلی ڈونیا اور پاپوا نیو گنی میں منظم حالت میں آباد ہیں۔ کوکوس آئی لینڈ اور کرسمس آئی

لینڈ میں بھی مسلمان منظم حالت میں آباد ہیں جو آسٹریلیا کے زیر سیادت ہیں۔ انھیں بھی آسٹریلیا کے مسلمانوں کی طرح آسٹریلوی شہری شمار کیا جاتا ہے۔ نیو کیلی ڈونیا میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب سب سے زیادہ ہے۔ یعنی ۴۰ فیصد۔۔۔ اسی طرح آسٹریلیا میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے یعنی ۱۵ لاکھ ۵۵ ہزار۔ ان تمام بحرالکاہل خطوں میں مسلمانوں کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے اپنے اتحاد و تنظیم کی طرف بھی توجہ دی ہے۔ اکثر علاقوں میں انتہائی منظم و مربوط حالت میں ہیں، جب کہ اکثر علاقوں میں ان کے درمیان اتحاد و نظم کا فقدان ہے۔

آسٹریلیا، کمیونٹی کی تشکیل

سب سے پہلے جو مسلمان آسٹریلیا پہنچے، وہ عرب تاجر تھے جو دسویں صدی عیسوی میں وہاں پہنچے تھے۔ پھر پندرھویں صدی میں جزائر انڈونیشیا خصوصاً میکاسر، تیمور اور ملوکا سے مسلمان ماہی گیر وہاں پہنچے۔ آسٹریلیا میں اس وقت جو مسلم کمیونٹی موجود ہے اس کی بنیاد اس وقت پڑنی شروع ہوئی جب ۱۸۵۰ء میں ایک کشمیری پٹھان دوست محمد خان اپنے دو افغان دوستوں اور ۲۴ اونٹوں کے ساتھ ملبورن پہنچا۔ یہ لوگ صحرائے آسٹریلیا کے دور دراز کے علاقوں کی تلاش و جستجو کرتے وہاں پہنچے تھے۔ ۱۸۶۰ء میں کراچی سے ۱۲ شتربان اپنے ڈیڑھ صد اونٹوں کے ساتھ وہاں پہنچے۔ اس کے بعد مزید شتربان بھی وہاں پہنچ گئے۔ ان لوگوں نے آسٹریلیا کی ہمہ جہت ترقی میں انتہائی قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ بیشتر شتربان موجودہ پاکستان سے آئے تھے۔ کچھ بھارت، ایران اور افغانستان سے آئے لیکن چونکہ ان لوگوں کی غالب اکثریت پشتو بولنے والی تھی، اس لئے یہ افغان یا خان کہلاتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ وہ اونٹوں کی افزائش نسل اور ان کی تجارت کرنے لگے۔ ان میں سے بعض چھوٹے موٹے کاروبار اور ملازمتوں سے وابستہ ہو کر سارے براعظم آسٹریلیا میں پھیل گئے۔ انہوں

نے اس براعظم کی وسعتوں کو چھانا اس نے علاقے دریافت کئے۔ ایڈیلیڈ سے ڈاروِن، پہلی ''اوور لینڈ ٹیلی گراف لائن'' کے قیام اور کالگوری سے پورٹ آگسٹا تک ''ٹرانس آسٹریلیا ریلوے'' کی تعمیر میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔

ان مسلمان تارکین وطن میں بہت سی نامور شخصیات بھی پیدا ہوئیں، مثلاً حاجی عبدالواحد جنہوں نے اونٹوں کی افزائش نسل اور ان کی تجارت کے سلسلے میں بڑا نام پیدا کیا۔ حاجی محمد عالم ۱۸۵۸ء میں قندھار، افغانستان میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۵ء میں ہجرت کر کے آسٹریلیا چلے آئے۔ انہوں نے ایک عظیم ماہر نباتات، حکیم اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے ملک گیر شہرت حاصل کی۔ انہوں نے ۱۹۶۴ء میں ۱۰۶ سال کی طویل عمر میں ایڈیلیڈ میں انتقال کیا۔

افغانوں سے انگریز بالکل غلاموں جیسا سلوک کرتے تھے۔ آسٹریلوی عیسائی بھی ان سے انتہائی کینہ اور عناد رکھتے تھے۔ ان افغانوں کو آسٹریلیا بھیجتے وقت انگریزوں نے انہیں اپنی عورتیں ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دی تھی۔ اس لئے اس اجنبی سرزمین پر شادی ان افغانوں کے لئے انتہائی گھمبیر مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ اس صورت حال میں اکثر افغان عمر بھر کنوارے ہی رہے۔ بعض نے سفید فام اور دوغلی نسل کی عورتوں کو مسلمان کر کے ان سے شادیاں کر لیں۔ اکثر ایسے تھے جنہوں نے اپنی ہونے والی اولادوں کے مستقبل کا خیال کئے بغیر ہر ہاتھ آئی عورت سے شادی رچالی۔ آج اس کا نتیجہ یوں سامنے آتا ہے کہ سفید فام اور دوغلی نسل کی عورتوں سے ان افغانوں کی جو اولاد ہے وہ ۸۰ فیصد عیسائی ہے اور ۲۰ فیصد مسلمان، لیکن ان میں اپنی افغان اصلیت کا تصور بے حد مستحکم ہے۔ یہ لوگ اب آسٹریلوی سرزمین پر اپنے آپ کو تنہا اور اجنبی محسوس کرتے ہوئے تیزی سے اپنے اصل مذہب یعنی اسلام کے دامن میں سمٹ رہے ہیں اور اپنی اسلامی شناخت اور مقام دوبارہ حاصل کر رہے ہیں۔

۱۸۶۰ء سے مغربی آسٹریلیا کے سمندروں سے دنیا کے ۸۰ فیصد موتی نکالے جاتے تھے۔ یہ موتی نکالنے والے غوطہ خور انڈونیشیا اور ملائیشیا کے مسلمان ہوتے تھے۔ انہیں

اپنی بیویاں اپنے ساتھ لانے کی اجازت دی گئی تھی۔ یہ اپنے مذہب اسلام کے سچے پیروکار تھے۔ انہوں نے اپنی کمیونٹی تشکیل دی، لیکن ان کی اولادیں آگے چل کر آسٹریلوی معاشرے میں خلط ملط ہو کر برائے نام مسلمان رہ گئیں۔ انڈونیشی جزائر اور بھارت سے کوئنز لینڈ، راک ہیمپٹن اور کیرنز میں گنے کے کھیتوں میں کام کرنے کے لئے کرائے پر لائے جانے والے مسلمان مزدوروں کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ ان کی اولادیں یا تو عیسائی بن گئیں یا برائے نام ہی مسلمان رہ گئیں۔ اب ان میں اپنے آبائی دین اسلام کی طرف لوٹ جانے کی خواہش زور پکڑ رہی ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد البانیہ سے مسلمان تارکین وطن کا ایک سیلاب آسٹریلیا اُمڈ آیا۔ ان کی غالب تعداد شمالی کوئنز لینڈ اور وکٹوریہ کے تمباکو کے کھیتوں اور پھلوں کے باغات میں بحیثیت مزدور و کسان کھپ گئی۔ یہ لوگ آسٹریلیا میں ضرور آباد ہو گئے تھے، لیکن یہ مقامی عورتوں سے شادی سے مجتنب ہی رہے۔ ۱۹۳۰ء کی دھائی میں ان لوگوں کی ایک بھاری تعداد اپنے وطن واپس گئی اور وہاں سے مسلمان بیویاں لے کر آسٹریلیا واپس آ گئی۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد مزید البانوی مہاجر آسٹریلیا پہنچے۔ ان میں یوگوسلاوی اور یونانی مسلمان بھی کافی تعداد میں تھے۔ یوگوسلاویہ سے بوسنیائی مسلمان بھی آسٹریلیا پہنچے۔ انہوں نے ایڈیلیڈ، ملبورن اور سڈنی میں مسلم اتحاد و تنظیم کے لئے بڑا فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۸ء اور ۱۹۵۲ء میں قبرصی ترکوں کی بھی ایک بھاری تعداد سڈنی اور ملبورن پہنچی۔

۱۹۶۸ء میں حکومت آسٹریلیا نے بڑی بھاری تعداد میں مسلمانوں کو، بالخصوص ترکی، لبنان اور البانیہ کے مسلمانوں کو، فیکٹریوں اور کھیتوں میں کام کرنے کے لئے آسٹریلیا آنے کی دعوت دی۔ مصر، شام، فجی، بھارت، پاکستان، چین، برما، روس اور جنوبی افریقہ سے بھی بڑی بھاری تعداد میں مسلمان آسٹریلیا پہنچے۔ یہ لوگ اپنے دین اسلام کے سچے پکے پیروکار تھے۔ انہوں نے اپنی ملٹی نیشنل کمیونٹی تشکیل دی جس میں آسٹریلیا میں پہلے سے آباد مسلمان بھی شامل ہو گئے۔

۱۹۹۹ء میں آسٹریلیا میں آباد مسلمانوں کی کل تعداد کا تخمینہ ۱۲ (بارہ) لاکھ ۹۰ ہزار

لگایا جاتا ہے۔ ان مسلمان آبادکاروں کی زیادہ تر تعداد نیو ساؤتھ ویلز اور وکٹوریہ میں آباد ہے۔ دوسری ریاستوں اور کرسمس اور کوکوس جزائر میں بھی مسلمانوں کی قابل ذکر تعداد آباد ہے۔ ان آبادکار مسلمانوں میں سب سے زیادہ تعداد ترکوں کی ہے۔ پھر عرب، البانوی اور یوگوسلاوی مسلمان آتے ہیں۔ باقی مالے، افغان، بھارت، پاکستان اور فجی کے مسلمان ہیں۔

ان مسلمانوں کی زیادہ تر تعداد فیکٹری مزدوروں کی ہے۔ کچھ کسان ہیں اور کچھ یونیورسٹیوں کے اساتذہ، باقی مختلف النوع پیشوں سے منسلک ہیں۔ اس وقت تقریباً ۲۲ ہزار کے لگ بھگ مسلمان طالب علم یونیورسٹیوں میں تعلیم پا رہے ہیں اور ہزاروں دوسرے مختلف فنی درس گاہوں اور کینبرا میں ڈپلومیٹک کور (سفارتی عملہ) سے منسلک ہیں۔

آسٹریلیا، مقامی تنظیم

آسٹریلیا میں مسلمانوں کی آبادکاری کی مؤثر تاریخ ۱۸۶۰ء سے شروع ہوتی ہے۔ وہاں مسلمانوں کی آبادکاری کا سلسلہ اگلے ۱۲۰ سالوں تک جاری رہا۔ اس عرصے کے دوران مسلمانوں نے اپنے آپ کو دو مرتبہ متحد و مربوط کرنے کی سعی کی۔ اس سلسلے میں پہلی کوشش ۱۸۸۰ء میں کی گئی جو ۱۹۳۸ء میں پہنچ کر مکمل ناکامی سے دوچار ہو گئی۔ دوسری کوشش ۱۹۳۸ء میں کی گئی جو اب تک کامیاب چلی آ رہی ہے۔ اس میں جو وسعت، گہرائی اور ہمہ گیری موجود ہے اس نے پہلی تنظیم کے تمام عناصر اپنے اندر جذب کر لئے ہیں۔

مسلمانوں کی پہلی منظم برادری کی بنیاد افغان آبادکاروں نے رکھی تھی۔ یہ آبادکار شہروں اور قصبات کے مضافاتی علاقوں میں کچے مکانات اور لوہے کی جھونپڑیوں اور چھپروں میں رہتے تھے۔ ان کی ہر آبادی میں ایک مسجد ضرور ہوا کرتی تھی۔ جو اس آبادی کا مرکزی مقام سمجھی جاتی تھی۔ برادری کی تنظیم فکری کی بجائے مذہبی و رسوماتی ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر سب سے معمر اور عالم و فاضل شخص امام کے فرائض انجام دیتا تھا۔ یہ برادری کے مذہبی

امور کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ بچوں کی تعلیم کی طرف کم ہی توجہ دی جاتی تھی۔ ایک سادہ سی جھونپڑی مسجد اور جائے عبادت ہوتی تھی۔ بعض اوقات پتھروں کا ایک بڑا سا کمرہ عبادت خانہ بنا لیا جاتا تھا، لیکن یہ برادری کے مرکز کا کام ہرگز نہ دیتا تھا۔ امام مسجد رسمی طور پر مسجد کے تمام امور کا مختار ہوتا تھا۔ برادری کے لیڈر انتہائی سخت گیر اور درشت مزاج ہوتے تھے جو اس اجنبی سرزمین پر ہرگز تبلیغ اسلام کے قائل نہ تھے۔ وہ ہر اس شخص کو برادری سے نکال باہر کرتے تھے جو ذرا بھی کسی اخلاقی یا کرداری لغزش کا مرتکب ہوتا۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص کا بیٹا شراب پی لیتا یا کسی عورت سے گستاخی کر بیٹھتا، تو وہ شخص اپنے اس بیٹے کو اپنے ساتھ مسجد میں لے آتا اور سب لوگوں کے سامنے اسے گھر سے نکال دینے کا اعلان کر دیتا۔

''خان'' مسلم برادری کا مرکز جنوبی آسٹریلیا تھا۔ وہاں مری، اوڈناٹا، فرینا، ہرگوٹ سپرنگز، مارکولا اور پورٹ آگسٹا میں بکثرت ''خان'' قصبات واقع تھے۔ مسلمانوں نے اوڈناٹا، مری، فرینا، اور جنوبی آسٹریلیا کے دارالحکومت ''ایڈیلیڈ'' میں بڑی وسیع و عریض اور شاندار مساجد تعمیر کیں۔ افغانوں کی تعمیر کردہ مساجد میں ایڈیلیڈ کی مسجد سب سے بڑی اور پرشکوہ تھی۔ یہ حاجی ملا مبین کی زیر نگرانی تعمیر ہوئی تھی۔

جنوبی آسٹریلیا سے مسلمان دوسرے علاقوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے نیو ساؤتھ ویلز میں بروکن ہال، وولکانیا اور برک میں اپنی برادریاں قائم کیں اور وہاں مساجد تعمیر کیں۔ بروکن ہل کی مسجد نیو ساؤتھ ویلز کی سب سے بڑی مسجد کہی جاتی ہے۔ کوئنز لینڈ میں سب سے بڑی مسجد ۱۹۰۷ء میں عبدالغیاث اور محمد حسن کی مساعی سے بریبین میں تعمیر ہوئی۔ مغربی آسٹریلیا، میکا تھرا، ولیونہ، کولگاردی، کالگورلی، کانوں کے ایک قصبے اور پرتھ میں مسلم آبادیوں کے سبب مسلمان آبادکاروں کی ایک نہایت اہم ریاست بن گیا۔ ۱۸۹۵ء میں پرتھ کی جامع مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا جو ۱۹۰۵ء تک جاری رہا۔

مالے مسلمانوں کی برادری زیادہ منظم نہیں تھی۔ اس کے اہم مراکز میکے، تھرسڈے آئی لینڈ (کوئنز لینڈ) اور بروم (مغربی آسٹریلیا) تھے۔ ان برادریوں میں ایک

معمر اور عالم و فاضل شخص بحیثیت امام منتخب کیا جاتا تھا۔ اس کا کام صرف اتنا ہی ہوتا تھا کہ جو لوگ نماز پڑھنا چاہیں ان کو نماز پڑھا دیا کرے۔ ان برادریوں میں صرف بروم کے مسلمان ہی اس صدی کے اواخر میں مسجد تعمیر کرنے میں کامیاب ہو سکے۔

۱۹۲۸ء کے بعد مسلمانوں کے اتحاد و تنظیم کی مساعی زیادہ تر ناکامی سے دوچار ہوتی رہیں اور دو سرزمین آسٹریلیا میں ایک معدوم ہوتی ہوئی نسل بنتے گئے۔ پرتھ کی مسجد میں قادیانیوں نے قبضہ جما لیا۔ بروم کی مسجد دوسری جنگ عظیم میں جاپانیوں کی بمباری کے بعد دوبارہ کبھی تعمیر نہ ہو سکی۔ کولگارڈی کی مسجد میوزیم میں تبدیل ہو گئی۔ ایڈیلیڈ کی مسجد نمازیوں سے خالی ہو گئی۔ اوڈناٹا اور فرینا کی مساجد ڈھا دی گئی۔ مری کی مسجد ۱۹۵۱ء میں صرف ۵۰ پونڈ کے عوض فروخت کر دی گئی۔ بروکن ہل کی مسجد بھی میوزیم میں تبدیل ہو گئی۔ برسبین کی مسجد میں ویرانی نے ڈیرے ڈال دیے۔ اس زمانے میں آسٹریلیا میں مسلمان نمازیوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ اور مسلمانوں کی حیثیت سے پہچانے جانے والے لوگ چند صدی رہ گئے تھے۔

پھر تارکین وطن کی آمد کے ساتھ ہی سرزمین آسٹریلیا میں احیائے اسلام کی تحریک شروع ہوئی۔ انہوں نے مسلمانوں کے اتحاد و تنظیم کی مساعی شروع کیں۔ انہوں نے عمارات اور مساجد بنانے سے پہلے مسلمانوں کی منظم و مربوط برادری کی تشکیل پر توجہ دی۔ چنانچہ شوریٰ کے اصولوں کے مطابق برادری کے رہنماؤں کا انتخاب ہوا۔ اس طرح آسٹریلوی مسلمانوں کو مخلص قیادت میسر آئی اور ان کی بقا اور ترقی کی راہیں روشن ہوئیں۔

آسٹریلوی مسلمانوں کی تنظیم و اتحاد کی کوششیں کرنے والے یہ نئے تارکین وطن قبرصی ترک تھے۔ جو ۱۹۴۸ء میں ملبورن اور ۱۹۵۴ء میں سڈنی پہنچے تھے۔ لیکن ان کی منظم جماعت قومیت کی بنیاد پر استوار تھی، بہ نسبت مذہبیت کے۔ انہوں نے مسجدوں کی بجائے کلب زیادہ بنائے۔ لیکن اب وہ قومیت کی بجائے اسلامیت پر زور دے رہے ہیں۔ پھر ایڈیلیڈ اور برسبین کی مسلم برادریاں بھی منظم و مربوط ہو گئی اور انہوں نے ۱۹۵۴ء میں ان شہروں میں مساجد تعمیر کیں، متروک مساجد کی مرمت و بحالی کی۔ پھر البانیوں نے ۱۹۵۳ء

میں ماریبا، کوئنز لینڈ میں، ۱۹۵۲ء میں شیپرٹن، وکٹوریہ میں اور ۱۹۶۱ء میں ملبورن، وکٹوریہ میں "البانین مسلم سوسائٹیز" کی تشکیل کی۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے ان تینوں شہروں میں مساجد بھی تعمیر کیں۔ عرب مسلمانوں کی برادریاں ۱۹۶۰ء میں سڈنی میں منظم ہوئیں اور ۱۹۶۸ء میں وولف گانگ میں ایک ملٹی نیشنل آرگنائزیشن قائم ہوئی۔ ۱۹۷۰ء کی دھائی میں آسٹریلیا میں بے شمار مسلم برادریاں آپس میں مربوط و منظم ہو کر بے شمار چھوٹی بڑی تنظیموں کی صورت میں سامنے آئیں۔ ان میں مالے، ترک اور یوگوسلاوی مسلمانوں کی تنظیمیں نمایاں تھیں۔ پرانے مسلم آباد کاروں کی تنظیمیں بھی منظر عام پر آ کر عظیم اسلامی احیاء کی مساعی میں ان تنظیموں کے ساتھ شامل ہو گئیں، مثلاً ایلس سپرنگز کے "افغان" اور میکے کے "مالے مسلمانوں" کی تنظیمیں۔ آج آسٹریلیا میں تقریباً ۸۸ مسلم تنظیمیں ہیں۔ تازہ ترین (۱۹۹۹ء) اعداد و شمار کے مطابق وہاں ۵۸ "اسلامک سنٹرز" اور ۵۲ مساجد ہیں۔

آسٹریلیا قومی تنظیم

۱۹۶۰ء تک آسٹریلوی مسلمانوں نے اپنے اتحاد اور ربط کے لئے ملک گیر پیمانے پر کوئی تنظیم نہ بنائی۔ پھر ۱۹۶۱ء میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے انہیں مجبور کیا کہ وہ ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر ایک مضبوط و مربوط قومی تنظیم بنائیں۔ یہ واقعہ ایڈیلیڈ کی مسلم برادری سے تعلق رکھنے والے مذہبی راہنما احمد سکاکا سے تعلق رکھتا تھا جو ایک پکے سچے مسلمان، راست باز اور ایمان دار شخص تھے۔ وہ ۱۹۵۰ء میں یوگوسلاویہ سے ہجرت کر کے آسٹریلیا آئے۔ وہاں وہ بحیثیت الیکٹریشن ملازمت کرتے ہوئے، آسٹریلوی مسلمانوں کے اتحاد و تنظیم کے لئے دن رات کوششیں کرنے لگے۔ انہوں نے جنوبی آسٹریلیا میں "اسلامک سوسائٹی" قائم کی اور ایڈیلیڈ کی مسجد مسلمانوں کو واگزار کرائی۔ ۱۹۶۱ء میں انہوں نے وفاقی حکومت کو درخواست بھیجی کہ عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کو بھی اپنی مذہبی رسومات کے مطابق شادی کی اجازت دے دی جائے۔ وفاقی حکومت نے یہ درخواست رد کر دی۔ اس

سے مسلمانوں نے انتہائی تذلیل محسوس کی۔ اس وقت ان کا یہ حال تھا کہ پرانے تارکین وطن نئے تارکین وطن سے بالکل الگ ہو چکے تھے۔ آسٹریلیا سے ایڈیلیڈ، ملبورن، پیرتھ، سڈنی، برسبین اور ماریبا میں مسلمانوں کی ۱۰ منظم برادریاں موجود تھیں۔ اپریل ۱۹۶۳ء میں ان برادریوں کا ہنگامی اجلاس ہوا۔ جس کے نتیجے میں "آسٹریلین فیڈریشن آف اسلامک سوسائٹیز" کا قیام عمل میں آیا "A.F.I.S."۔

"A.F.I.S." کی سب سے پہلی کوشش ایڈیلیڈ کی مسلم برادری کو اسلامی طریق کار اور رسومات کے مطابق شادیاں کرنے کی اجازت دلانا تھی۔ لیکن "A.F.I.S." کوئی اتنی منظم تنظیم نہ تھی۔ ۱۹۶۸ء اسے "فجی مسلم لیگ" کی شاخ بنا دیا گیا جو ہمسایہ جزائر فجی کے مسلمانوں کی جماعت تھی۔ اس طرح دوسری مسلم تنظیمیں بھی اس کی شاخیں بن گئیں۔ یوں "فجی مسلم لیگ" کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔ یہ عمل فجی جیسے چھوٹے سے رقبے اور مختلف النسل مسلمان باشندوں پر مشتمل ایک چھوٹے سے ملک کے لئے بے حد سودمند ثابت ہوا۔ لیکن آسٹریلیا جیسے ملک میں، جو ایک مکمل براعظم ہے اور جس میں مختلف النسل مسلمان بستے ہیں، اس لیگ کا دائرہ کار محدود تھا۔ ۱۹۶۸ء کے آئین میں یہ کہا گیا کہ "A.F.I.S." کی "ایگزیکٹو کمیٹی" ممبر سوسائٹیوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ایک "جنرل اسمبلی" کے ذریعے ہر دو سال بعد منتخب ہوا کرے۔ یہ میٹنگز ہر بار آسٹریلیا کے مختلف شہروں میں منعقد ہوتی تھیں۔ "جنرل اسمبلی" صدر اور نائب صدر کا انتخاب کرتی۔ صدر کمیٹی کی تشکیل کے لئے پانچ ممبروں کا انتخاب کرتا۔ ایگزیکٹو کمیٹی ہمیشہ ملبورن میں تشکیل پاتی۔ اس کے پہلے صدر پاکستان کے ڈاکٹر عبدالخالق قاضی تھے جو یونیورسٹی پروفیسر تھے۔ وہ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۶۷ء کمیٹی کے صدر رہے۔ ان کے بعد قبرص نژاد جرنلسٹ ابراہیم دیکیل ۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۱ء اور پھر البانوی النسل مسٹر حاشت علی ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۳ء صدر رہے۔

۱۹۷۳ء میں سعودی حکومت نے آسٹریلوی مسلمانوں کے مسائل وضروریات کا جائزہ لینے کے لئے ایک وفد آسٹریلیا بھیجا۔ اس وفد نے مسلمانوں کی عام تنظیموں سے رابطہ کیا اور ایک "مجلس مشاورت" تشکیل دی جس کی سفارشات کی روشنی میں آسٹریلوی

مسلمانوں کی تنظیموں نے مندرجہ ذیل اقدامات کی بنیاد پر اپنی تنظیم نو کی مساعی شروع کیں:۔

☆ نسلی لسانی اور قومی بنیادوں پر قائم شدہ اسلامک سوسائٹیوں کا تدریجی اخراج اور آسٹریلیا کی ہر ریاست میں خالص جغرافیائی بنیادوں پر مسلم سوسائٹیوں کا قیام۔

☆ ہر ریاست میں مقامی اسلامی سوسائٹیاں ایک "اسلامی کونسل" تشکیل دیں جو اس ریاست کی تمام مسلم آبادی کی نمائندگی کرے۔ اور یہ ریاستی "اسلامی کونسلیں" قومی سطح پر اسلامی کونسلوں کی ایک فیڈریشن تشکیل دیں۔

انتہائی محنت اور جدوجہد کے بعد ۱۹۷۵ء میں "آسٹریلین فیڈریشن آف اسلامک سوسائٹیز" "A.F.I.S." کو "آسٹریلین فیڈریشن آف اسلامک کونسلز" (A.F.I.C.) میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس کے اصول وضوابط وہی تھے جو "A.F.I.S." کے تھے۔ اس طرح آسٹریلیا کی ہر ریاست اور علاقے (کل تعداد ۹) میں ایک "اسلامی کونسل" قائم کر دی گئی ہے اور ایسی ہر کونسل اسلامی سوسائٹیوں کے مختلف ممبران سے بنی ہے۔ آسٹریلوی یونیورسٹیوں میں تعلیم پانے والے مسلمان طلبا کے مسائل و معاملات پر توجہ اہم اور مقدم سمجھی جاتی ہے۔ اس طرح تمام مسلمان طلبا کے معاملات سنبھالنے کے لئے "آسٹریلین فیڈریشن آف مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشنز" (A.F.M.S.A.) تشکیل دی گئی ہے جو A.F.I.C. کی دسویں "اسلامی کونسل" بن گئی ہے۔ مقامی سوسائٹیاں، ریاستی کونسلیں اور A.F.I.C. اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں اور فرائض انجام دے رہی ہیں۔

"A.F.I.C." کے صدر اور نائب صدر ہر دو سال بعد دس "اسلامی کونسلوں" کے ذریعے منتخب ہوتے ہیں۔ صدر "ایگزیکٹو کمیٹی" کے دوسرے ممبروں کو منتخب کرتا ہے۔ صدر اور نائب صدر ایک مرتبہ سے زیادہ منتخب نہیں کیے جا سکتے۔ "A.F.I.C." کے پہلے منتخب صدر پاکستان کے ڈاکٹر عبدالخالق قاضی تھے۔ ان کے بعد سے لے کر اب تک یعنی ۱۹۹۹ء تک بھارت، یمن، مصر، البانیہ اور قبرص کے اعلیٰ تعلیم یافتہ

اور او نچے عہدوں پر فائز مسلمان ،صدر منتخب ہوتے رہے ہیں ۔ آج کل ابراہیم عطاء اللہ ایک مصری ٹیچر "A.F.I.C." کے منتخب صدر ہیں۔

اس نے نظام کے تحت "A.F.I.C." نے آسٹریلوی حکام سے دوسرے مذاہب کے لوگوں کی طرح مسلمانوں کے لئے بھی یکساں مذہبی و معاشرتی حقوق منظور کروانے کے لئے انجمائی مشکل اور صبر آزما جدو جہد شروع کی اور اس میں کامیابی حاصل کی ۔ اس نے آسٹریلوی مسلمانوں کو دنیائے اسلام میں متعارف کرایا۔ آسٹریلیا میں اسلامی اداروں کو چلانے کے لئے مالی امداد کا اصول آسان بنایا۔

تمام منظم اسلامی برادریوں کے لیے اماموں کا تقرر کیا ۔ غیر منظم مسلمان برادریوں ،یعنی ابتدائی تارکین وطن ،افغانوں اور ملائے مسلمانوں کی اولادوں کو منظم و مربوط کیا۔ آسٹریلیا میں چھوٹے پیمانے پر مسلمان بچوں کے لئے مذہبی تعلیم کا بندوبست کیا۔

"A.F.I.C." کے فرائض اور ذمہ داریاں گراں بار ہیں ۔ اس کا دائرہ کار لامحدود ہے ۔شروع سے لے کر اب تک اسے اپنے ہر کام میں کامیابی ہوتی چلی آرہی ہے۔ مسلمان بچوں کے لئے مذہبی تعلیم ،تمام مسلم برادریوں کے لئے امام کا تقرر ،اور مسلم برادریوں کی تنظیم اس کی نمایاں کامیابیاں ہیں ۔ درحقیقت انہی کامیابیوں سے آسٹریلیا میں اسلام کی بقاء اور مستقبل وابستہ ہے ۔ (۱۷)

آسٹریلیا کے حوالے سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انگریزی کی لازمی تدریس کے ہمراہ وہاں ابتدائی جماعتوں ہی سے عربی زبان ان اختیاری زبانوں (عربی و فرانسیسی) کے گروپ میں شامل ہے جن میں سے کوئی ایک زبان پڑھنا ہر طالب علم کے لیے ضروری ہے۔ (۱۸)

۲- نیوزی لینڈ

(New Zealand)

نیوزی لینڈ کو تسمان نے ۱۶۴۲ء میں دریافت کیا۔ ۱۸۴۰ء میں اسے انگریزوں نے فتح کر لیا۔ اس کے بعد وہاں برطانوی تارکین وطن کی آمد شروع ہوگئی۔ وہاں یہ لوگ اتنی کثیر تعداد میں پہنچے کہ ۱۶۸۲ء تک ان کے مقابلے میں مقامی آبادی کل آبادی کا ۸،۲ فی صد حصہ بن کر رہ گئی۔ ۱۹۴۷ء میں اس ملک کو انگریزی استعمار سے آزادی نصیب ہوئی اور یہ دولت مشترکہ کا ممبر بن گیا۔ اس ملک کا کل رقبہ ۲لاکھ ۶۸ ہزار ۶ سو ۷۵ مربع کلومیٹر ہے۔ یہ ملک دو بڑے اور کئی چھوٹے جزائر پر مشتمل ہے۔

نیوزی لینڈ پہنچنے والے اولین مسلمان تارکین وطن گجراتی تاجر تھے جو اس صدی کے آغاز میں اس ملک کے سب سے بڑے شہر آک لینڈ پہنچے۔ شروع شروع میں صرف مرد وہاں پہنچے اور وہاں انہوں نے دکان داری کے پیشے اپنا لیے۔ بعد ازاں وہ گجرات جا کر اپنے خاندانوں کو بھی نیوزی لینڈ لے آئے۔ اس طرح وہاں ایک باقاعدہ مسلم برادری وجود میں آگئی۔ ان اولین مسلمان تارکین وطن میں بھیکو خاندان بڑی نمایاں حیثیت کا مالک تھا۔ ان لوگوں نے نیوزی لینڈ میں مسلمانوں کی ایک منظم برادری کے قیام کے لیے بڑی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۰ء میں نئے تارکین وطن کی لہر وہاں پہنچی۔ ان میں سے بیشتر کا تعلق ہمسایہ ملک فجی سے تھا لیکن ان میں یوگوسلاویہ اور البانیہ کے مسلمانوں کی بھی خاصی تعداد موجود تھی۔ یہ لوگ زیادہ تر آک لینڈ اور اس کے نواحی علاقوں میں آباد ہو گئے۔ جو مسلمان تارکین وطن زیادہ تعلیم یافتہ اور ہنر مند تھے وہ نیوزی لینڈ کے دارالحکومت ولنگٹن میں آباد ہو گئے۔

یہاں مسلمانوں کی کل تعداد ۲۵ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ان کی زیادہ تر تعداد

اولین گجراتی تاجروں کی اولاد کی ہے۔ لیکن فجی سے آنے والے تارکین وطن کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ البانیہ اور یوگوسلاویہ کے مسلمانوں کے علاوہ ترکی، لبنان اور ملائشیا کے مسلمان بھی قلیل تعداد میں وہاں آباد ہیں۔ یورپین النسل نومسلموں کی تعداد میں بھی اب تک خاصا اضافہ ہو چکا ہے۔ زیادہ تر مسلمان نارتھ آئی لینڈ، ولنگٹن اور آک لینڈ میں آباد ہیں۔ ان کی اکثریت مزدوروں، کاریگروں اور تجار پر مشتمل ہے۔ حال ہی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ہنرمند مسلمان تارکین وطن بھی بڑی تعداد میں نیوزی لینڈ پہنچنا شروع ہو گئے ہیں۔

۱۹۵۲ء میں نیوزی لینڈ کے مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں اپنی مسلم ایسوی ایشن قائم کرنی چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے کئی برس کی جدوجہد کے بعد نیوزی لینڈ کے تمام مسلمانوں کو متحد و منظم کر کے ان کی برادری تشکیل دی۔ پھر انھوں نے نماز کے لیے ایک عمارت حاصل کی۔ وہاں ایک باقاعدہ امام انہیں اسلامی تعلیمات کا درس دیا کرتا تھا۔ مسلمانوں کی انجمن نے بچوں اور بڑوں کے لیے دینی تعلیم کی ویک اینڈ کلاسوں کا انتظام بھی کیا۔ ساتھ ہی ایک قطعہ زمین خرید کر اس پر مسجد اور اسلامک سنٹر تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ لیکن ۱۹۷۰ء میں مسلمانوں کا ایک گروپ اس انجمن سے الگ ہو گیا اور اپنی الگ انجمن قائم کر لی جو "انجمن حمایت اسلام" کے نام سے مشہور ہوئی۔ مئی ۱۹۷۶ء میں "ابن سعود یونی ورسٹی" ریاض کے ڈاکٹر عبداللہ الزید، آک لینڈ پہنچے۔ انھوں نے تمام مسلمان انجمنوں اور جماعتوں کو ترغیب دی کہ وہ "نیوزی لینڈ مسلم ایسوسی ایشن" میں ضم ہو جائیں اور متحد و مربوط ہو جائیں۔ مسٹر عبدالصمد بھیکو اس ایسوی ایشن کے صدر نامزد ہوئے۔ ۱۹۹۹ء میں ملائشیا کے ڈاکٹر عبدالرحمٰن اس ایسوی ایشن کے صدر بنے۔ ۱۹۷۹ء کے آغاز میں ایسوی ایشن نے آک لینڈ میں پونسن بی کے مقام پر ایک مسجد تعمیر کرائی جو نیوزی لینڈ کی سب سے بڑی مسجد شمار ہوتی ہے۔

۱۹۶۴ء میں نیوزی لینڈ میں ایک دوسری مسلم برادری منظم ہوئی جو ولنگٹن

کے مسلمانوں کی جماعت تھی۔ یہ انٹرنیشنل مسلم ایسوسی ایشن آف نیوزی لینڈ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ ایسوسی ایشن ولنگٹن میں مسلمانوں کی تمام مذہبی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ یہ چھوٹے پیمانے پر ایک اخبار "الاسلام" بھی نکالتی ہے۔ یہ ایسوسی ایشن ملائیشیا اور انڈونیشیا کے طالب علموں کی رہنمائی میں قائم ہوئی تھی۔ کافی عرصے تک وکٹوریہ یونی ورسٹی کے ہسٹری کے بنگلہ دیشی نژاد پروفیسر ڈاکٹر عبدالمجید خان اس کے صدر رہے۔ ۱۹۷۹ء میں ان کے انتقال کے بعد اس ایسوسی ایشن میں ایک مسلم ملک کے سفارت خانے کا عمل دخل شروع ہو گیا جو اس حد تک بڑھ گیا کہ ولنگٹن کی مسلم برادری اس کے ایک سیکنڈ سیکرٹری کو ایسوسی ایشن کا صدر بنانے پر مجبور ہو گئی۔ اس شخص نے ولنگٹن کی مسلم برادری کو یقین دلایا کہ وہ انھیں مسجد کی تعمیر کے لیے اپنے ملک سے خطیر مالی امداد دلوا دے گا۔ لیکن مقامی مسلم انجمنوں میں سفارت خانے کی مداخلت کا نتیجہ نیوزی لینڈ کے مسلمانوں کے حق میں کچھ بہتر ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے دوسرے مسلم ممالک کے سفارت خانوں نے بھی نیوزی لینڈ کے مسلمانوں کی انجمنوں اور برادریوں کے معاملات میں مداخلت بے جا شروع کر دی جس سے ان کے تعمیری مقاصد کو شدید نقصان پہنچا۔ اس صورت حال کے پیش نظر ان مسلم برادریوں اور انجمنوں نے باہم ایکا کر کے ان سفارت خانوں کے چنگل سے رہائی حاصل کی اور دوبارہ تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہو گئیں۔ ۱۹۷۵ء میں ایسوسی ایشن نے مسلمانوں کے لیے ایک الگ قبرستان وقف کروایا۔ ۱۹۷۸ء میں ولنگٹن کے ایک علاقے نیوٹن میں ایک عمارت حاصل کر کے وہاں "اسلامک سنٹر" قائم کیا۔

۱۹۷۰ء میں ناردرن آئی لینڈ میں پامرسٹن نارتھ کے مسلمانوں نے اپنے آپ کو "مناواتو مسلم ایسوسی ایشن" کے زیر اہتمام منظم کیا۔ اس انجمن کے صدر حاجی محمد شریف تھے۔ اس شہر کے مسلمان عرصہ دراز تک اپنے گھروں ہی میں نمازیں ادا کرتے رہے۔ اب ۱۹۹۹ء میں انھوں نے وہاں مسجد تعمیر کر لی ہے اور ایک "اسلامک سنٹر" بھی قائم کر لیا ہے۔

۱۹۸۰ء میں ہملٹن میں، جہاں ۳ فی صد مسلمان آباد تھے، "ہملٹن مسلم ایسوسی ایشن" قائم ہوئی۔ مسلمان وہاں ۱۹۶۰ء میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ انھوں نے ۱۹۷۵ء میں نماز اور دیگر اجتماعی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ ۱۹۹۹ء میں انھوں نے بھی اپنی مسجد تعمیر کر لی اور "اسلامک سنٹر" بھی قائم کر لیا۔ اب ان کی تعداد میں تین گنا اضافہ ہو چکا ہے۔

ساؤتھ آئی لینڈ میں ۱۹۱۸ء میں گجراتی مسلمان تارکین وطن کی آمد کا آغاز ہوا۔ یہ لوگ کرائسٹ چرچ میں جا کر آباد ہو گئے۔ ان اولین آبادکاروں میں اسماعیل فیملی نمایاں حیثیت کی حامل تھی۔ یہ لوگ پہلے غیر منظم اور بکھری حالت میں تھے۔ ۱۹۷۵ء میں ان مسلمانوں نے اپنے آپ کو منظم و مربوط کیا اور "کنٹر بری مسلم ایسوسی ایشن" کی بنیاد ڈالی جس کے پہلے صدر مسٹر سلیمان اسماعیل تھے۔ اس ایسوسی ایشن نے کرائسٹ چرچ میں ایک مسجد تعمیر کروائی، ساتھ ہی ایک "اسلامک سنٹر" بھی قائم کیا ہے۔ ساؤتھ آئی لینڈ میں مسلم برادریاں ڈیونڈن اور دوسرے شہروں میں تشکیل دی گئی ہیں۔

اپریل ۱۹۷۹ء میں نیوزی لینڈ کی منظم مسلم برادریاں "فیڈریشن آف اسلامک ایسوسی ایشنز آف نیوزی لینڈ" (F.I.A.N.Z.) کے زیر اہتمام متحد ہو گئیں۔ اس کے قائم مقام صدر مسٹر مظہر کراشکیی البانوی الاصل اور آکلینڈ کے معزز بزنس مین ہیں۔ (F.I.A.N.Z.) اب تک نیوزی لینڈ کے تمام مسلمانوں کے اتحاد و نظم، فلاح و ترقی کے لیے بڑی فعال اور موثر تنظیم چلی آ رہی ہے۔ (۱۹)

۳- فجی

(Fiji)

فجی ایک آزاد ریاست ہے۔ یہ دولت مشترکہ کی رکن ہے۔ یہ سڈنی (آسٹریلیا) کے شمال مشرق میں ۳ ہزار ۲ سو کلومیٹر اور آک لینڈ (نیوزی لینڈ) کے شمال میں ایک ہزار ۸ سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ ۸۳۲ جزائر پر مشتمل ہے جن میں صرف ۱۰۶ آباد ہیں۔ اس ریاست کا رقبہ ۱۸/ ہزار ۲ سو ۷۰ مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی کل آبادی (۱۹۹۹ء تک) ۱۲ لاکھ ۵۵ ہزار ہے۔ اس کے دو بڑے جزیرے ویٹی لیوو اور وانو الیو ریاست کے کل رقبے کا ۸۱ فی صد ہیں اور ریاست کی تقریباً ۹۰ فی صد آبادی انھی جزائر میں بستی ہے۔

ان جزائر کو تسمان نے ۱۶۴۳ء میں یورپ کے لیے دریافت کیا تھا۔ ۱۷۷۴ء میں کیپٹن کک نے بھی ان جزائر کی سیاحت کی۔ ۱۸۷۴ء میں انگریزوں نے ان جزائر کو فتح کرلیا۔ اس کے ساتھ انھوں نے وہاں گنے کو متعارف کرواتے ہوئے بڑے وسیع پیمانے پر گنے کے کھیت تیار کروائے۔ ان کھیتوں میں کام کرنے کے لیے بھارت سے اجرتی مزدور لائے گئے۔ ۱۸۷۹ء سے ۱۹۱۶ء تک ان مزدوروں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر ۱۹۲۱ء میں ان کی بھاری تعداد وہاں لائی گئی۔ اس طرح ان جزائر میں ہندی النسل لوگوں کی تعداد وہاں کی کل آبادی کا ۳۸ فیصد ہوگئی۔ ۱۹۷۰ء میں یہ مقامی آبادی کا ۵۰ فیصد یعنی نصف تک پہنچ گئی۔ ان کی تعداد میں ۱۹۷۶ء میں کچھ کمی واقع ہوگئی جس کا سبب ان تارکین وطن کا آس پاس کے علاقوں یعنی آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور تسمانیہ وغیرہ ہجرت کر جانا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ اپنے وطن بھارت واپس چلے گئے۔ فجیوں کی اکثریت اپنے پروٹسٹنٹ انگریز حکام کے زیر اثر مسیحی مذہب اختیار کر چکی ہے، جب کہ بھارت سے آنے والے تارکین وطن زیادہ تر ہندو ہیں۔

فجی اکتوبر ۱۹۷۰ء کو آزاد ہوا۔ اس کا آئین ہر مذہب و نسل کے لوگوں کو مکمل تحفظ

کی ضمانت دیتا ہے۔ نسلی گروہوں کے ذریعے انتخابات اس طریقے سے ہوتے ہیں کہ ایوان نمایندگان میں ۲۲ مقامی فجی ، ۲۲ بھارتی النسل فجی اور آٹھ دوسری نسلوں اور اقوام کے نمایندے ہوتے ہیں۔ وہاں دو بڑی سیاسی پارٹیاں ہیں۔ ایک مقامی فجیوں کی حکمران ''الائینس پارٹی'' اور دوسری حزب اختلاف کی ''نیشنل فیڈریشن پارٹی'' جو بھارتی النسل اور دوسری اقوام کے لوگوں پر مشتمل ہے۔

بھارتی مسلمان بھارتی ہندوؤں کے ساتھ گنے کے کھیتوں میں کام کرنے والے اجرتی مزدوروں کی حیثیت سے فجی پہنچے تھے۔ اولین مسلمان وہاں ۱۸۷۹ء میں پہنچے۔ ۱۹۱۶ء میں فجی میں باہر کے ملکوں سے مزدور منگوانا ختم کر دیا گیا۔ ان غیر ملکی مزدوروں کو ایک پانچ سالہ معاہدے کے تحت وہاں لایا جاتا تھا۔ انہیں اس کی اجازت حاصل تھی کہ وہ یہ میعاد ختم ہونے کے بعد یا تو اپنے وطن چلے جائیں یا وہیں فجی میں آباد ہو جائیں۔ اس پروگرام کے تحت وہاں لائے جانے والے بھارتی مزدوروں کی کل تعداد ۶۲ ہزار ۸ سو ۳۷ تھی۔ ان میں ۵۳ ہزار ۵ سو ۹۸ ہندو اور ۹ ہزار ایک سو ۴۷ مسلمان تھے۔ ان میں عیسائیوں کی تعداد معدودے چند ہی تھی۔

ان مزدوروں میں دو تہائی اپنے معاہدات ختم ہو جانے کے بعد وہیں فجی میں آباد ہو گئے تھے۔ ان کی تعداد ۴۱ ہزار تھی۔ ان میں مسلمان صرف ۷.۴ فی صد تھے۔ باقی جو تارکین وطن تھے وہ اپنے پنج سالہ معاہدوں کے ختم ہونے کے بعد بھارت چلے گئے۔ انگریزوں نے ہر ۱۰۰ آدمیوں کے لیے ۴۰ عورتیں لانے کی اجازت دے رکھی تھی، یعنی ان تارکین وطن میں ۲۸.۵ فی صد عورتیں تھیں۔

وہ مسلمان جو فجی میں آباد ہو گئے تھے، وہ بھارت کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے بیشتر کا تعلق شمالی علاقوں سے تھا یعنی وہ افغان نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی اکثریت حنفی مسلک کی پیروکار تھی۔ جنوبی بھارت سے تعلق رکھنے والے تھوڑے سے مسلمان شافعی مسلک کے پیروکار تھے۔ ان میں چند خاندان فقہ جعفریہ کے پیروکار بھی

تھے۔ یہ سب بھارتی مسلمان زیادہ تر اردو زبان بولتے تھے۔

فجی میں بسنے والے ان مسلمان تارکین وطن کا سب سے بڑا مسئلہ اپنے خاندانوں کی بنیاد ڈالنے کے لیے بیویوں کی تلاش تھا۔ ۴ ہزار ۳ سو ۵۰ کے لگ بھگ جو تارکین وطن وہاں رہ گئے تھے ان میں صرف ایک ہزار ۲ سو ۴۰ عورتیں تھیں، یعنی ۲۸.۵ فی صد۔ یہ بلاشبہ ایک گھمبیر مسئلہ تھا۔ اس مسئلے کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ ہندو اور مقامی فجی عورتوں کو مسلمان کر کے ان سے شادیاں رچانی شروع کر دیں۔ ان شادیوں کے نتیجے میں جو بچے پیدا ہوئے وہ آج بھی پکے مسلمان چلے آ رہے ہیں۔ اس طرح فجی میں مسلمانوں کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھنے لگی۔ ۱۹۷۶ء میں وہ مقامی آبادی کا ۷ فی صد تھے۔ ۱۹۸۲ء میں ان کی کل تعداد ۵۰ ہزار اور ۱۹۹۹ء میں تازہ اعداد و شمار کے مطابق ایک لاکھ ۲۰ ہزار تک جا پہنچی ہے۔ ان میں سے ۸ ہزار مسلمان آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، کینیڈا، برطانیہ اور امریکہ ہجرت کر گئے ہیں۔

آج کل فجی میں آباد مسلمانوں کی زیادہ تر تعداد زراعت پیشہ ہے۔ ان کے اپنے گنے کے کھیت اور پھلوں کے باغات ہیں۔ اکثر مسلمان تجارت اور صنعت و حرفت سے وابستہ ہیں اور کچھ سرکاری ملازم بھی ہیں۔ ان مسلمانوں کی اکثریت فقہ حنفیہ کی پیروکار ہے اور اردو بولتی ہے۔ لیکن یہ لوگ بھارتی اور پاکستانی مسلمانوں سے واضح طور پر مختلف ہیں۔ ان مسلمانوں کی تھوڑی سی تعداد شافعی مسلک کی بھی پیروکار ہے۔

فجی: تنظیم

ان مسلمان آبادکاروں میں زیادہ تر انتہائی غریب اور ناخواندہ تھے۔ فجی پہنچنے والے دیگر بھارتیوں کی طرح وہ بھی ایک ایسے بے جان و بے روح نظام کے تابع بن گئے جس میں انسانی اقدار کی قدر و قیمت، مال اور پیداوار بڑھانے کے مقابلے میں کچھ نہ تھی۔ عورتوں کی نایابی کے سبب پیدا ہونے والی اخلاقی برائیاں، اسلامی شادیوں کی عدم توثیق،

طویل دورانیہ کار، ناکافی اور غیر صحت بخش خوراک، کام سے غیر حاضری پر انتہائی پر تشدد سزائیں، ان سب عوامل نے مل کر ان کی حالت زر خرید غلاموں سے بدتر بنا رکھی تھی اور ان کا معاشرتی نظام تباہ کر رکھا تھا۔

ان ناموافق حالات کے باوجود اس مسلم برادری میں ایسے راہنما اور مصلح پیدا ہوئے جو تعلیم یافتہ اور مخلص تھے۔ ان کی راہنمائی میں سب سے پہلے ۱۹۱۰ء میں "سووا" کے مسلمانوں نے اپنے آپ کو مربوط و منظم کیا۔ اس کے بعد لاٹوکا، لابسا، باء اور ناصوری کے مسلمانوں نے اپنے ربط و نظم کی طرف توجہ دی۔ ان میں سے ہر مسلم برادری نے اپنی مسجدیں تعمیر کرنے کے منصوبے بنائے۔ سب سے پہلے مسجدیں ۱۹۲۲ء میں ویٹوگو، ناصوری اور تاوآ کے مقامات پر بنائی گئیں۔ یہ مسجدیں لکڑی کے شہتیروں سے بنائی گئی تھیں۔ اس سے قبل ۱۹۰۰ء میں "فجی شوگر ملنگ کمپنی" نے اپنے مسلمان کارکنوں کو تاوآ کے مقام پر پٹے پر حاصل کی ہوئی زمین پر لکڑی اور لوہے کی مسجد کھڑی کرنے کی اجازت دی تھی۔ ۱۹۳۰ء تک فجی کے تمام مسلمان گروہ مقامی طور پر منظم ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنی مسجدیں اور اسلامی اسکول بھی قائم کر لیے تھے۔

فجی میں مسلمان ۱۹۱۵ء ہی سے تمام جزائر کی سطح پر اپنے آپ کو مختلف انجمنوں کی صورت میں منظم کرنے کی کوشش کر رہے تھے مثلاً انجمن ہدایت اسلام (۱۹۱۵ء)، انجمن اشاعت اسلام (۱۹۱۲ء)، انجمن اسلام (۱۹۱۹ء)۔ ہر چند کہ یہ انجمنیں مسلمانوں کے اتحاد اور باہمی یگانگت و یک جہتی کو اپنا مطمع نظر بناتے ہوئے وجود میں آئی تھیں، یہ اپنے اپنے دائرہ کار میں مقامی اور ایک دوسرے کی حریف تھیں۔

۱۹۲۶ء میں "فجی مسلم لیگ" (F.M.L.) وجود میں آئی۔ اس نے مختلف مقامی سوسائیٹیوں کو منظم و مربوط کرنے کے لیے ایک منتخب مرکزی جماعت کے قیام کے لیے مثبت اقدام کیے۔ "فجی مسلم لیگ" کو "سووا اسلامک

سوسائٹی " نے قائم کیا۔ اس کے قیام کے بعد ناصوری اور لاٹوکا میں بھی اسلامک سوسائٹیاں قائم ہو گئیں۔ ۱۹۲۶ء میں "فجی مسلم لیگ" فجی کے مسلمانوں کی اجتماعی مضبوط و منظم نمایندہ جماعت بن گئی۔ اسے مضبوط و منظم بنانے میں دو بھائیوں سید حسن اور سید حسین اور مولوی تاج محمد خان نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ فجی مسلم لیگ کے پہلے صدر جنہیں اس کے نئے آئین کے تحت منتخب کیا گیا تھا مرزا محمد سلیم خان تھے۔ ۱۹۵۷ء میں اس آئین میں چند ضروری ترامیم کی گئیں جن کے تحت مقامی تنظیمیں برانچ لیگ بن گئیں۔ اس طرح آسٹریلیا کے مقابلے میں اس انتظام کی مرکزیت زیادہ مستحکم ہو گئی۔ اس لیگ کے سب سے پہلے صدر "سووا" کے ایس ایم کے شیرانی تھے۔ آج کل لیگ کی ۱۹ برانچیں ہیں۔ ان برانچوں کی تمام جایدادیں اور اثاثے لیگ کی ملکیت سمجھے جاتے تھے۔ لیگ کے زیر اہتمام اب تک یعنی ۱۹۹۹ء میں ۳۹ مساجد، ۳۰ پرائمری اسکول اور ۲۶ ثانوی تعلیم کے اسکول قائم ہیں جن میں ۱۰ ہزار سے زائد طلبہ تعلیم پارہے ہیں۔

"فجی مسلم لیگ" نے شروع ہی سے مسلمان بچوں کے لیے جدید اسکول قائم کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ سب سے پہلا پرائمری اسکول لاٹوکا میں ۱۹۲۸ء میں قائم ہوا اور اس کے بعد پہلا سیکنڈری اسکول بھی اسی شہر میں قائم ہوا۔ پھر ان اسکولوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ ساتھ ہی طلبہ کی تعداد بھی بڑھی۔ اب "فجی مسلم لیگ" کی کوشش ہے کہ مسلمان طلبہ کے لیے کالج اور یونی ورسٹیوں کی تعلیم کا بھی بندوبست ہو جائے۔

"فجی مسلم لیگ" تمام اسلامی اداروں کی مالی امداد کرتی ہے۔ اپنے تعلیمی پروگرام کی مد میں یہ حکومت کی طرف سے مالی امداد بھی وصول کرتی ہے، جب کہ اس کی تمام سرگرمیوں کے سلسلے میں اسے مسلم برادری کی طرف سے چندوں کی صورت میں مالی امداد ملتی ہے۔

"فجی مسلم لیگ" کا دوسرا ہدف تمام برادریوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ

اماموں کا تقرر ہے۔ اس مقصد کے لیے فجی کے مسلم طلبہ کو مسلم ممالک کی یونی ورسٹیوں میں بھیجا جاتا ہے۔ بھارت اور پاکستان سے خصوصی طور پر معقول مشاہرے پر اعلیٰ تعلیم یافتہ امام بلوائے جاتے ہیں۔ فجی مسلم لیگ ملک میں ایک ''امام اسکول'' بھی قائم رہی ہے۔ اس نے برادری کے مختلف امور کی انجام دہی کے لیے یہ شعبے قائم کیے ہیں:۔

☆ بورڈ آف اسلامک افیئرز،

☆ بورڈ آف فنانس اینڈ ڈویلپمنٹ،

☆ بورڈ آف ایجوکیشن،

☆ اسلامک بک سروس،

☆ بڑی عمر کی عورتوں کی انجمن،

☆ جوان عورتوں کی انجمن،

☆ نوجوانوں کی انجمن،

☆ مسلم سپورٹس ایسوسی ایشن،

☆ محکمہ خاندانی و معاشرتی بہبود،

☆ فجی مسلم لیگ کا سرکاری اخبار
''دی مسلم والس''

مسلم برادری کو سیاسی مسئلے کا بھی سامنا ہے۔ انھیں بھارتی نسل کی ایک چھوٹی سی اقلیت سمجھا جاتا ہے، جب کہ مسلمانوں کا اصرار ہے کہ وہ کوئی ایک نسل نہیں بلکہ فجی کے مختلف النسل لوگوں کی ایک متحد و مربوط برادری ہیں۔ بعض مسلمان اس پر سختی سے اصرار کرتے ہیں کہ انھیں عیسائیوں اور ہندوؤں سے الگ ایک قوم کی حیثیت سے جانا جائے۔

ہر چند کہ فجی کے مسلمان وہاں کے باقی باشندوں کے مقابلے میں زیادہ غریب ہیں، ان کے اتحاد و نظم نے انہیں ان کی الگ شناخت اور معزز مقام ولا رکھا ہے۔ مسلمان حکومتی اداروں میں بھی شامل ہیں اور ایوان نمایندگان میں بھی۔ وہاں رسول پاک آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا یوم ولادت، عید میلاد النبی ایک سرکاری تہوار کی حیثیت سے منایا جاتا ہے، یعنی اس دن ملک بھر میں چھٹی ہوتی ہے۔ (۳۰)

۴۔ نیو کیلے ڈونیا

نیو کیلے ڈونیا فجی اور آسٹریلیا کے مابین واقع ہے۔ اس کا کل رقبہ ۱۹ ہزار ایک سو مربع کلو میٹر ہے۔ یہ ایک بڑے اور کئی چھوٹے جزائر بشمول آئیل ڈی پینز کی اکائی ہے۔ یہ فرانسیسی نو آبادی ہے۔ ۱۹۷۶ء سے حکومتی نظم ونسق ایک ہائی کمشنر کے زیر اہتمام اور علاقائی معاملات سات ممبران کی کونسل آف گورنمنٹ کے زیر اہتمام چل رہے ہیں۔ ۳۵ ممبران کی ایک علاقائی اسمبلی اہم علاقائی معاملات اور مسائل کو نمٹاتی اور اپنے فیصلے صادر کرتی ہے۔ فرنچ نیشنل اسمبلی اور سینیٹ میں اس علاقے کی نمائندگی دو ڈپٹی اور دو سینیٹرز کرتے ہیں۔

۱۹۸۴ء میں اس علاقے کی کل آبادی ایک لاکھ ۱۳ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ لیکن اب یعنی ۱۹۹۹ء کے تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق، یہ آبادی بڑھ کر ۱۳ لاکھ ۴۰ ہزار ہو چکی ہے۔ آبادی کا ۳۸ فیصد یورپی ہیں بالخصوص فرانسیسی، ۴۸ فی صد مقامی لوگ بالخصوص میلانیسین اور پولی نیسین۔ باقی ۱۴ فی صد مختلف الاقوام لوگ ہیں بالخصوص ویت نامی اور انڈونیشی۔

نیو کیلے ڈونیا کو ۱۸۵۳ء میں فرانسیسیوں نے فتح کیا تھا۔ ۱۸۶۳ء کے ایک فرمان کے مطابق اسے ان قیدیوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا جنھیں انتہائی سخت قسم کی قید با مشقت کی سزائیں سنائی گئی تھیں۔ مئی ۱۸۶۴ء میں ۲۴۸ قیدیوں کی پہلی کھیپ وہاں لائی گئی۔ ان دنوں فرانس الجزائر پر قبضہ جمانے کے لیے وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ مسلسل جنگوں میں مصروف تھا۔ ان جنگوں میں جو مسلم مجاہدین قیدی بنا لیے جاتے، انھیں جہازوں میں بھر کر نیو کیلے ڈونیا بھیج دیا جاتا۔ ۱۸۷۱ء میں الجزائر کے کوہستان قبائل میں باشاغا مقرانی کی بغاوت کو کچلنے کے بعد فرانسیسیوں نے جو قیدی آئیل ڈی پنز بھیجے، ان میں مقرانی کا بھائی اور ایک الجزائری قبائلی سردار عزیز بھی شامل تھے۔

ان مسلمانوں کو نیو کیلے ڈونیا میں بڑی کٹھن اور صبر آزما زندگی گزارنی پڑی۔ انہوں نے حتی الامکان شعائر اسلامی کی پابندی کرنے کی کوشش کی۔ سور کے گوشت سے بچنے کے لیے انہوں نے بھیڑیں پالنی شروع کیں اور کھیتی باڑی شروع کی۔ فرانسیسیوں کی الجزائر میں فتوحات کے ساتھ ساتھ نیو کیلے ڈونیا میں مسلمان قیدیوں کی آمد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ پھر فرانسیسیوں کی مراکش، تیونس اور صومالیہ کی فتوحات کے ساتھ ان ملکوں سے بھی بے شمار مسلمان قیدی وہاں بھیج دیے گئے۔ اپنے وطنوں کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنے والے اکثر مجاہدین کو تاحیات جلاوطنی کی سزائیں دی گئیں تھیں جنھیں ۱۹۸۱ء میں ختم کر دیا گیا۔

ان مسلمانوں کی اولادوں نے مین لینڈ نیو کیلے ڈونیا کی طرف ہجرت کر کے شمال میں ناما، بوریل اور کومک کے مقامات پر اپنی برادریاں قائم کیں۔ بوریل میں ان کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ وہ وہاں زراعت کے پیشے سے منسلک ہو گئے۔ انہوں نے نسادیو کے گاؤں میں اپنا قبرستان بھی بنا لیا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں انڈونیشیا سے تارکین وطن کی لہر نیو کیلے ڈونیا پہنچی۔ یہ مسلمان وہاں ہر جگہ پھیل گئے، خاص کر "کون" میں تو ان کی بھاری تعداد آباد ہو گئی۔ ۱۹۵۰ء کے عشرے میں اس جگہ "نِکل" کی صنعت کی ترقی کے سبب فرانسیسی نو آبادیات خصوصاً جبوتی سے مزید تارکین وطن وہاں پہنچے۔ اس کے بعد سے لے کر ۱۹۹۹ء تک نیو کیلے ڈونیا میں مسلمان تارکین وطن کی آمد میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ یہ مسلمان زیادہ تر غریب اور ناخواندہ ہیں۔

نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں نے سب سے پہلے اپنے آپ کو جنوری ۱۹۷۰ء میں منظم کیا۔ پھر "عرب اینڈ عرب ایسوسی ایشن آف نیو کیلے ڈونیا" قائم کی (نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں کے لیے اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے لیے لفظ عرب "مسلم" کا ہم معنی ہے)۔ پھر اگست ۱۹۷۵ء میں "ایسوسی ایشن آف مسلمز آف نیو کیلے ڈونیا" کا قیام عمل میں آیا۔ [illegible] جنھوں نے اسلامی اداروں کا احیاء

کا پروگرام شروع کیا۔ نماز جمعہ بالعموم گھروں میں ادا کی جاتی تھی۔ وہاں بچوں کو اسلامی تعلیمات بھی دی جاتی تھیں۔ ایسوسی ایشن کے پہلے صدر عبدہ محمد رانغے تھے جو الجزائری النسل تھے۔ دوسرے لیڈر موسیٰ حاج بوک (صومالی النسل) اور محمد صلاح الدین بلیلی (الجزائری النسل) تھے۔ اس ایسوسی ایشن نے دوسرے مسلمان ممالک سے رابطہ کرنے کی کوشش کا آغاز کیا۔ اس سلسلے میں اکتوبر ۱۹۷۸ء میں نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں کا ایک وفد فجی پہنچا۔ اس نے فجی مسلم لیگ سے ایک معاہدہ طے کیا جس کے تحت فجی مسلم لیگ نے نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں کے لیے خطیر مالی امداد کی منظوری دی۔ اس مالی امداد سے نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں نے نامبا میں ویلی ڈی کولون میں ایک ہزار ایک سو مربع میٹر کا قطعہ زمین خریدا جس پر ایک مسجد اور ایک "اسلامک سنٹر" تعمیر کیے گئے۔ جنوری ۱۹۷۹ء میں ایک "صومالی مسجد کمیٹی" تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کے اہم ممبران ایک تیونسی اور ایک کمبوڈین تھے جن کا تعلق "رابطہ المکۃ" اور "دعوۃ آرگنائزیشن" لیبیا سے تھا۔ اس مسجد کی تعمیر کے لیے مسلمانوں کو بڑی طویل اور صبر آزما جدوجہد کرنی پڑی تھی کیونکہ فرانسیسی حکام پر تعصب عیسائی ہونے کے سبب مسلمانوں سے مذہبی عناد رکھتے تھے۔

مسلمانوں نے مذہبی احیاء کے لیے جو کوششیں کیں، انھیں کچھ اس سبب سے بھی نقصان پہنچا کہ پرانے اور نئے تارکین وطن، یعنی انڈونیشی، عرب اور صومالی ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے کے بجائے اپنی الگ الگ جماعتوں کے قیام پر زور دیتے رہے۔ بعد میں ۱۹۸۰ء کے عشرے میں انھی میں سے کچھ مخلص اور دور اندیش قسم کے لوگوں کی مساعی جمیلہ سے نیو کیلے ڈونیا کی تمام مسلم برادریاں "یونائیٹڈ مسلم آف نیو کیلے ڈونیا" کے پلیٹ فارم پر باہم متحد و مربوط ہو گئیں۔ یہ انجمن آج کل نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں کی اصلاح، اتحاد و نظم، ان کے مسائل و معاملات کی دیکھ ریکھ میں بڑی فعال اور موثر چلی آ رہی ہے۔ (۲۱)

۵- پاپوآ نیو گنی

بحرالکاہل کے دوسرے علاقوں میں نہایت اہم اور بڑا شمار کیا جاتا ہے۔ یہ جزیرہ ۱۹۷۳ء میں آزاد ہوا تھا۔ اس کا نظم و نسق آسٹریلیا کے ہاتھ میں تھا۔ اس کا کل رقبہ ۵ لاکھ ۳ ہزار ۳ سو مربع کلومیٹر ہے اور کل آبادی ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۴۴ لاکھ ۹۲ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہ انڈونیشیا کا ہمسایہ ہے جس کے ساتھ اس کی طویل سرحد ملتی ہے۔ وہاں سے مسلمان اکثر ہجرت کر کے اس جزیرے پر آباد ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ مسلمان تعداد میں کم اور بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۳۵ ہزار ۵ سو کے لگ بھگ ہے۔ انہوں نے پہلی مرتبہ ۱۹۷۸ء میں "پاپوآ نیو گنی اسلامک سوسائٹی" کی بنیاد رکھی تھی اور اس کی دو شاخیں لائی (LAE) اور پورٹ مورس بی میں قائم کی تھیں۔ اس طرح پاپوآ نیو گنی کی مسلم برادری آسٹریلیا، فجی، نیوزی لینڈ اور نیو کیلے ڈونیا کے بعد بحرالکاہل کی پانچویں بڑی مسلم برادری شمار کی جاتی ہے۔ (۴۲)

۶۔ بحرالکاہل کے دیگر ممالک

سالومن آئی لینڈز

۱۹۷۸ء میں ۸۵ سال پرانے برطانوی استعمار سے آزادی نصیب ہوئی۔ ان جزائر کا کل رقبہ ۲۹ ہزار ۷ سو ۸۵ مربع کلومیٹر ہے اور کل آبادی ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۴ لاکھ ۵۵ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اس کے دارالحکومت ھونیارا میں مسلمانوں کی چھوٹی سی آبادی ہے۔ ان مسلمانوں کے پاپوآ نیوگنی کے مسلمانوں سے مضبوط روابط ہیں لیکن یہ مسلمان ابھی تک غیر منظم حالت میں ہیں۔

مغربی ساموآ

۱۹۶۲ء میں آزاد ہوا۔ اس کا کل رقبہ ۲ ہزار ۸ سو ۴۲ مربع کلومیٹر اور ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق اس کی کل آبادی ۲ لاکھ ۳۰ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہاں مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد آباد ہے لیکن یہ مسلمان غیر منظم حالت میں ہیں۔

فرنچ پولی نیسیا

فرانس کا سمندر پار کا مقبوضہ علاقہ ہے۔ اس کا کل رقبہ ۴ ہزار ۵ سو ۲۰۰ مربع کلومیٹر اور کل آبادی تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق ۳ لاکھ ۱۲ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اس مجمع الجزائر کا اہم ترین جزیرہ تاھیتی ہے۔ یہاں چار یا پانچ ہزار کے قریب مسلمان آباد ہیں لیکن یہ غیر منظم حالت میں ہیں۔

وانواٹو

۱۹۸۰ء میں آزاد ہوا۔ اس کا کل رقبہ ۱۲ ہزار ۱۹ سو ۶۰ مربع کلومیٹر اور کل آبادی ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۲ لاکھ ۳۵ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ مسلمان یہاں چند ہزار

سے زیادہ نہیں۔ ان مسلمانوں کے پاپو آنیو گنی اور نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں سے گہرے روابط استوار ہیں لیکن یہ مسلمان بھی غیر منظم حالت میں ہیں۔

یو ایس ٹرسٹ ٹیریٹوری آف پیسفک آئی لینڈ

کل رقبہ ایک ہزار ۸ سو ۱۳ مربع کلومیٹر اور ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق اس کی کل آبادی ۱۲ لاکھ ۷۵ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہاں مسلمان تھوڑی سی تعداد میں آباد ہیں لیکن یہ غیر منظم ہیں۔

گوام

امریکہ کے زیر اثر علاقہ ہے۔ اس کا کل رقبہ ۲۵۰ مربع کلومیٹر اور ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق کل آبادی ۲ لاکھ ۱۲ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہاں مسلمانوں کی تھوڑی سی تعداد آباد ہے۔ یہ مسلمان بھی غیر منظم حالت میں ہیں۔

ٹونگا کنگڈم

یہ ۱۹۷۰ء میں آزاد ہوا۔ اس کا کل رقبہ ۷۵۲ مربع کلومیٹر اور ۱۹۹۹ء کے تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق کل آبادی ۲ لاکھ ۳ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہاں مقامی ٹونگا مسلمانوں کی اکثریت ہے لیکن یہ مسلمان بھی غیر منظم ہیں۔

❁❁❁

بحر الکاہل میں موجود دوسرے علاقوں کی آبادی ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۲ لاکھ ۶۵ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہاں مسلمان اقلیتیں غیر منظم حالت میں ہیں۔

❁❁❁

نتائج

بحرالکاہل میں مسلم برادری کو دو طبقوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے:۔

ایک پرانے تارکین وطن اور دوسرے نئے تارکین وطن۔۔۔

پرانے تارکین وطن فجی میں ایک موثر اور فعال برادری کے قیام میں کامیاب رہے لیکن آسٹریلیا میں انہیں اس کوشش میں ناکامی ہوئی۔

نئے تارکین وطن نے آسٹریلیا میں اپنی منظم و مربوط، فعال و موثر تنظیم قائم کی اور اس کے دائرہ اثر کو بحرالکاہل کے دوسرے ملکوں میں بھی پھیلا دیا۔

بحرالکاہل میں مسلمانوں نے اپنے آپ کو چھ برادریوں کی صورت میں منظم کیا ہے:۔
آسٹریلیا، فجی، نیوزی لینڈ، نیو کیلے ڈونیا، پاپوا نیو گنی اور ٹونگا۔

مسلمانوں کو باہم منظم و مربوط کرنے کی کوششیں اب بحرالکاہل کی تین دوسری ریاستوں میں بھی شروع ہو چکی ہیں۔ فجی میں مسلمان سب سے زیادہ منظم و مربوط حالت میں ہیں۔ یہ فجی مسلم لیگ کی مساعی جمیلہ کی بدولت ہے جس نے مسلمانوں کی ہر میدان، بالخصوص تعلیمی میدان میں فلاح و ترقی کی کوشش کی ہے۔ اس کے بعد آسٹریلوی برادری کا نمبر آتا ہے جس نے "آسٹریلین فیڈریشن آف اسلامک کونسلز" (AFIC) کے زیر انتظام ہر میدان میں قابل تقلید ترقی کی ہے۔۔۔ اگر فجی کی مانند یہ بھی کل وقتی مسلم اسکول کھولنے اور ہر مسجد کا اسلامک سنٹروں، پرائمری اور سیکنڈری اسکولوں سے الحاق کرنے میں کامیاب ہوگئی تو آسٹریلیا میں اسلام کے تیز پھیلاؤ اور ترقی کے امکانات زیادہ روشن ہو جائیں گے۔

گذشتہ چار برسوں کے دوران، ان چھ برادریوں کے مابین باہمی افہام و تفہیم اور مشاورت کے نتیجے کے طور پر، ۱۹۸۰ء میں "دی ریجنل اسلامک کونسل فار ساؤتھ ایسٹ ایشیا اینڈ دی پیسیفک" (R.I.S.E.A.P.) کا قیام عمل میں

آیا۔ اس کا ہیڈ کوارٹر ملائیشیا میں قائم کیا گیا۔ پھر ۱۹۸۲ء میں اسلامک کونسل آف ساؤتھ پیسیفک وجود میں آئی جس کا ہیڈ کوارٹر سووا فجی میں قائم ہوا۔

بحر الکاہل کی مسلم برادریوں کے اس نئے تنظیمی سیٹ اپ کا اہم نکتہ یہ ہے کہ اس کی بنیاد اداروں پر رکھی گئی ہے نہ کہ افراد کی کرشماتی لیڈر شپ پر۔ اس کا ایک عام آدمی کو بھی سب سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

بحر الکاہل کے ممالک میں اب مسلمانوں کو مکمل مذہبی آزادی دے دی گئی ہے۔ ماضی میں سفید فام امپریلزم نے آسٹریلیا میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی سلب کر رکھی تھی۔ اب امپریلزم قصہ پارینہ بن چکا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ دوسرے مذاہب کے لوگوں کی طرح مذہبی مساوات برتی جاتی ہے۔ فجی اور آسٹریلیا میں مسلمانوں کو ہر طرح سے مذہبی آزادی حاصل ہے۔ لیکن پاپوا نیو گنی اور دوسرے ملکوں میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی کے حصول کے لیے طویل جدوجہد کرنی پڑی۔ بحر الکاہل کے اکثر ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت ناخواندہ اور صحیح اسلامی روح سے نا آشنا ہے جو وہاں کے مخلص اور دین دار مسلمانوں کے لیے خطرہ بنی ہوئی ہے۔ ان مسلمانوں کو ان منافق مسلمانوں سے بھی خطرہ ہے جو اس جاہل اکثریت کی جہالت، تعلیمی پسماندگی اور دینی سمجھ بوجھ کے فقدان سے فائدہ اٹھا کر اسے گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔

تال کار اب بحر الکاہل کے مسلمانوں نے اپنی برادریوں کے مابین ربط و ضبط، رسل و رسائل، علم و خبر کے لیے اپنے اخبارات اور رسائل شائع کرنے شروع کر دیے ہیں۔ ان میں نمایاں ترین، "آسٹریلین منارٹ" ہے جو A.F.I.C. کا رسالہ ہے اور "مسلم وائس" جو "فجی مسلم لیگ" کے زیر اہتمام شائع ہوتا ہے۔ بہت سی برادریوں اور طلبہ کی تنظیموں کے بھی اپنے اپنے اخبارات اور رسائل ہیں۔ (۲۳)

خلاصہ کلام

بحوالہ براعظم

آسٹریلیا و بحر الکاہل

براعظم آسٹریلیا میں آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، فجی، نیو کیلے ڈونیا، پاپوآ نیوگنی اور بحر الکاہل کے دیگر مسلم اقلیتی ممالک و مناطق کے حوالے سے مندرجہ تفصیلات کا خلاصہ اور نتیجہ یہ ہے کہ براعظم آسٹریلیا و بحر الکاہل کے مختلف ممالک میں مسلم اقلیتیں بطور مجموعی لاکھوں کی تعداد میں موجود و منظم ہیں۔ اور ہر مسلمان نماز و قرآن و حدیث وغیرہ کے حوالے سے عربی زبان سیکھنے کی حتی الامکان کوشش کرتا ہے اور عربی زبان اور اسلام کی تدریس و اشاعت کے سلسلے میں ان ممالک میں مساجد و مدارس اور اسلامی مراکز و تنظیمات انفرادی و اجتماعی سطح پر موثر کردار ادا کر رہی ہیں۔ نیز مختلف ممالک کے عمومی تعلیمی نظام میں بھی عربی زبان کو مذہبی، ثقافتی، علمی، عالمی اور دیگر عوامل و اسباب کی بناء پر روز افزوں اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔

انٹارکٹیکا
(Untarctica)

براعظم انٹارکٹیکا برف پوش، تاریک وغیرآباد مگر مادی وسائل سے بھرپور عظیم الشان براعظم ہے۔ جہاں بعض مسلم ماہرین ارضیات و دیگر سائنسدان پہنچے اور اپنے وہاں عارضی قیام کے دوران اس براعظم کو اذان و نماز و تلاوت قرآن کے ذریعے عربی زبان و اسلام سے روشناس کرانے کا باعث ہے۔ و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً ۔(۴۳)

ج. افریقی مسلم اقلیتی ممالک

پچاس سے زائد ممالک اور اسی (۸۰) کروڑ سے زیادہ آبادی پر مشتمل براعظم افریقہ کا رقبہ ایک کروڑ مربع میل سے زائد ہے (1,16,77,000 مربع میل / 3,02,44,000 مربع کلومیٹر)۔ براعظم افریقہ کی اکثریت مسلم آبادی اور مسلم ممالک پر مشتمل ہے۔

اگرچہ مسلم آبادی اور مسلم اکثریتی ممالک کے اعداد و شمار میں اختلافات موجود ہیں۔ تاہم غیر مسلم اکثریت کے کم از کم درج ذیل ممالک و مناطق موجود ہیں جن میں مسلم اقلیت کی سینہ فیصد تعداد بھی درج ذیل ہے:-

۱. یوگنڈا	۴۰٪	۲. کینیا	۳۵٪
۳. ملاوی	۳۵٪	۴. استوائی گنی	۳۵٪
۵. لائبیریا	۳۰٪	۶. گھانا	۳۰٪
۷. مالاگاسی	۲۵٪	۸. برونڈی	۲۵٪
۹. موزمبیق	۲۵٪	۱۰. مڈغاسکر	۲۵٪
۱۱. موریشس	۲۰٪	۱۲. جزائر ریونیون	۲۰٪
۱۳. انگولا	۱۵٪	۱۴. زائر	۱۰٪
۱۵. روانڈا	۹٪	۱۶. بوٹسوانا	۵٪
۱۷. لیسوتو	۵٪	۱۸. سوازی لینڈ	۵٪
۱۹. کابینڈا	۳٪	۲۰. زمبیا	۲.۳٪
۲۱. جزائر سیشل	۱٪	۲۲. نامیبیا	۳٪
۲۳. جنوبی افریقہ	۲.٪	۲۴. زمبابوے	ہزارہا

۲۵. کانگو (برازیل) (ہزارہا)۔ (۲۵)

مغربی افریقہ میں محیط اطلسی کے جزائر میں بھی مسلم اقلیات موجود ہیں مثلاً:-

جزر الوبون	۴۵ ٪	جزر برنسیب وساتومی	۲۱ ٪
جزر الراس الأخضر	۱۱ ٪	جزر مادیرا	۱۰ ٪
جزر الخالدات کناریا	۷ ٪	جزر آصور	۵ ٪
جزر المقدسة هيلانة	۱ ٪ ... ۲۶)		

افریقہ کے مسلم اقلیتی ممالک میں مسلم آبادی کے فیصد تناسب کے مصدق اعداد وشمار کی کمیابی کی بناء پر اگر "رابطہ عالم اسلامی" مکہ کے مجلہ میں شائع شدہ مذکورہ فیصد تناسب کو کم یا زیادہ ثابت کیا جاسکے تب بھی بہر حال بطور مجموعی یہ ممالک نیز بعض دیگر افریقی ممالک مسلم اقلیت ہی کے ممالک قرار پاتے ہیں۔

شمالی ومغربی ومشرقی افریقہ میں واقع (دس سے زائد عرب ممالک سمیت) کم و بیش تیس افریقی مسلم ممالک میں یا تو عربی زبان سرکاری و قومی زبان ہے (عرب ممالک نیز چاڈ وغیرہ) یا لازمی تعلیمی مضمون (سینیگال وغیرہ) یا اہم تعلیمی مضمون اور انگریزی و فرانسیسی کے ہمراہ افریقی رابطہ زبان کی حیثیت کی حامل ہے (مغربی افریقہ وغیرہ)۔

چنانچہ مسلم اقلیتی افریقی ممالک میں بھی افریقہ کی سینکڑوں زبانوں میں سے براعظم افریقہ کی اہم ترین مشترکہ زبان اور افریقی زبانوں پر عربی زبان وخط کے گہرے اثرات نیز مسلم اقلیتی حوالوں سے عربی زبان کو سرکاری وقومی و تعلیمی سطح پر روز بروز زیادہ اہمیت حاصل ہو رہی ہے اور ان ممالک میں مسلم اقلیت کی قائم کردہ ہزاروں مساجد وملحقہ مدارس میں کلمہ و نماز قرآن وحدیث اور دیگر حوالوں سے عربی زبان وعلوم کی درس وتدریس کے علاوہ اسکولوں اور کالجوں میں بھی عربی زبان کو اہم اختیاری مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔ نیز مشترکہ افریقی زبان کی حیثیت سے عربی زبان کو "افریقی اتحاد کی تنظیم" کی

طرح انگریزی یا فرانسیسی کے ہمراہ سرکاری وقومی ولازمی تعلیمی زبانوں میں شامل کرنے اور مشترکہ عربی رسم الخط میں افریقی زبانیں تحریر کرنے کی تحریک بھی روز افزوں ہے۔

اس سلسلہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلم ملک سینیگال میں عربی زبان کو ثانوی سطح پر لازمی قرار دیتے ہوئے ۱۹۷۶ء میں عیسائی صدر مملکت جناب لیوپولڈ سینگھور نے اس کی ایک اہم وجہ یہ بیان کی تھی کہ افریقی ثقافت کے حوالے سے عربی زبان کی تعلیم ناگزیر ہے۔

افریقہ کے مسلم اقلیتی ممالک میں عربی زبان

افریقہ کے مسلم اقلیتی ممالک میں عربی زبان کی صورت حال کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے:۔

۱۔ مسلم اقلیتی ممالک میں ہزاروں مساجد اور ان سے ملحق قرآنی مکتب و مدارس جو بچوں کو عربی حروف وتلفظ نماز وتلاوت قرآن اور حفظ آیات کے ذریعے عربی زبان وخط سے روشناس کراتے ہیں۔

۲۔ قرآنی مدارس جو ترقی کر کے ان مختلف ممالک میں ابتدائی مدارس Primary (Schools) کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور جن میں عربی زبان واسلامیات کو پہلی جماعت سے ہی بنیادی مضامین کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ مختلف مقامات پر اسلامی پرائمری سکول جو مسلم افراد و تنظیمات کی جانب سے سرکاری اسکولوں کے نمونہ پر قائم کردہ ہیں اور جن میں عربی واسلامیات کو تدریسی نصابات میں خصوصی مقام حاصل ہے۔

۴۔ مسلم آبادی کے علاقوں میں قائم کردہ سرکاری پرائمری اسکول جن میں پہلی جماعت ہی سے عربی و اسلامیات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

۵۔ مسلم تنظیموں کے قائم کردہ ثانوی مدارس Secondory (Schools) جن میں عربی زبان کی تدریس پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

۶۔ سرکاری ہائی سکول جن میں عربی و اسلامیات کو دو اختیاری مضمونوں کی حیثیت حاصل ہے۔

۷۔ خصوصی عربی اسلامی سکول، سنٹر اور انسٹی ٹیوٹ، نیز یونیورسٹیوں کے "شعبہ ھای عربی و اسلامیات" یا "شعبہ ھای السنہ و ادیان" کے تحت عربی و اسلامیات کے سیکشن، جن میں عربی زبان وعلوم کی اعلی تعلیم دی جاتی ہے۔

۸۔ عرب و مسلم ممالک کی جانب سے افریقہ کے مسلم اقلیتی ممالک میں عربی زبان و دین اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے ارسال کردہ اساتذہ و مبلغین جو ان ممالک میں تحریر و تقریر، دعوت و تبلیغ اور رسائل و تصانیف کے ذریعے عربی اور اسلام کی ترویج کرتے ہیں۔

۹۔ مسلم اقلیتی افریقی ممالک کے ہزاروں طلبہ کا عرب و مسلم ممالک کی جامعات میں عربی اسلامی تعلیم حاصل کرنا۔ اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے اپنے ممالک میں عربی و اسلام کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرنا۔

۱۰۔ افریقہ کے مسلم اقلیتی ممالک میں عرب و مسلم تنظیموں اور سفارتخانوں کی دینی و

لسانی وثقافتی سرگرمیاں جو عربی زبان و خط اور افریقی اسلامی ثقافت وغیرہ سے مربوط و متعلق ہیں۔ (۲۷)

☆☆☆

اب افریقہ کے مسلم اقلیتی ممالک میں عربی زبان کی سرکاری و غیر سرکاری سطح پر ترویج کے حوالہ سے بطور مثال بعض اقدامات ملاحظہ ہوں :۔

۱۔ مشرقی افریقی ملک کینیا میں ''ممباسہ'' کے عربی دان علاقہ کے علاوہ ملک بھر کے مسلم طلبہ کے لئے سرکاری اسکولوں میں (عربی زبان کی بنیادی تعلیم سمیت) ''اسلامیات'' کی لازمی تعلیم کا انتظام موجود ہے۔ نیز نیروبی میں ''جماعت اسلامی'' کی قائم کردہ قدیم تر ''اسلامک فاؤنڈیشن'' اور دیگر عربی اسلامی مراکز' عربی زبان و دین اسلام کی ترویج میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

۲۔ مشرقی افریقی مسلم اقلیتی ملک یوگنڈا نہ صرف (صدر عیدی امین کے زمانہ سے)''اسلامی کانفرنس کی تنظیم '' (.O.I.C) میں شامل ہے' بلکہ اسکولوں اور کالجوں میں عربی زبان کی اختیاری تدریس کے علاوہ چند سال پہلے دار الحکومت کمپالا میں ''اسلامی کانفرنس'' کے تعاون سے ایک سرکاری ''اسلامک یونیورسٹی'' بھی قائم کی گئی ہے' جس میں ذریعہ تعلیم عربی و انگریزی ہے۔

۳۔ موریشس میں چند سال پہلے عربی زبان کو سرکاری اسکولوں میں ثانوی سطح پر اردو وغیرہ کے ہمراہ اختیاری مضمون کی حیثیت سے شامل کر لیا گیا ہے۔

۴۔ مملکت جنوبی افریقہ کے اسکولوں میں اب عربی زبان اختیاری مضمون کی حیثیت سے موجود ہے۔ نیز ''ڈربن یونیورسٹی'' اور دیگر جامعات میں عربی زبان و علوم اسلامیہ کے شعبے عرصہ دراز سے قائم و موثر ہیں۔

ان چند اشارات سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلم اتحادی افریقی ممالک میں نہ صرف تعلیمی حوالوں سے عربی زبان وخط کی ترویج روز افزوں ہے بلکہ ''افریقی اتحاد کی تنظیم'' کی جانب سے عربی زبان کو انگریزی و فرانسیسی زبان کے ہمراہ سرکاری زبان قرار دیئے جانے اور عرب و مسلم افریقی ممالک کے باہم تعاون سے ۱۹۸۰ء میں اقوام متحدہ کی سرکاری زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، روسی، چینی) میں عربی زبان کو شامل کئے جانے کے بعد عربی زبان اہل افریقہ کے لئے بلا امتیاز مذہب وملت مشترک افریقی و بین الاقوامی زبان کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور اس کی ترویج و اشاعت میں افریقہ کے کروڑوں عرب و مسلم باشندوں کی طرح کروڑوں غیر عرب و غیر مسلم افریقی باشندے بھی روز افزوں حصہ لے رہے ہیں۔ پس مسلم اتحادی افریقی ممالک سمیت تمام غیر عرب و غیر مسلم افریقی ممالک میں بھی عربی زبان کا مشترک افریقی زبان کی حیثیت سے سرکاری و قومی و لازمی تعلیمی زبانوں میں شامل کیا جانا مستقبل میں خارج از امکان نہیں۔ واللہ الموفق۔ (۴۸)

د. یورپی مسلم اقلیتی ممالک

براعظم یورپ چالیس سے زائد ممالک پر مشتمل ہے اور البانیا' بوسنیا ہرزوگوینا' ترکی، کوسووا وغیرہ معدودے چند مسلم ممالک کو چھوڑ کر بطور مجموعی مسیحی اکثریت (کیتھولک / پروٹسٹنٹ) کے ممالک پر مشتمل ہے۔ جبکہ عیسائیت کے بعد اسلام یورپ کا دوسرا بڑا مذہب ہے اور عربی زبان کو یورپ کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مختلف یا دو امصار کے کروڑوں مسلمانوں کے حوالے سے نیز علمی و عالمی زبان کی حیثیت سے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ براعظم یورپ کے ممالک و مناطق کے نام اور زبانیں درج ذیل ہیں:

یورپی ممالک

COUNTRY	زبان	ملک
Albania	البانوی: اَرنا اُجا	۱. البانیہ
Austria	جرمن	۲. آسٹریا
Belgium	فلیمش	۳. بلجیئم
Bilo Russia	بیلو روسی زبان	۴. بیلوروس
B o s n i a	بوسنین /	۵. بوسنیاہرزوگووینا
Herzogovina	سربو کروٹ	
Bulgaria	بلغاری	۶. بلغاریہ
Crotia	کروٹ	۷. کروشیا

۸ . چیک	چیک	Czeck
۹ . ڈنمارک	ڈانش	Denmark
۱۰ . استھونیا	استھونی	Esthonia
۱۱ . فن لینڈ	فنش	Finland
۱۲ . فرانس	فرانسیسی	France
۱۳ . جرمنی	جرمن	Germany
۱۴ . یونان	یونانی	Greece
۱۵ . ھنگری	مگیار	Hungary
۱۶ . آئس لینڈ	–	Iceland
۱۷ . آئرلینڈ	آئرش	Ireland
۱۸ . اٹلی	اطالوی	Italy
۱۹ . کوسووا	کوسووی/البانوی	Kosovo
۲۰ . لیٹویا	لٹوین	Latvia
۲۱ . لیتھونیا	لیتھونی	Lathonia
۲۲ . لکسمبرگ	–	Luxumburg
۲۳ . مالدووا	مالدووین	Maldova
۲۴ . مالٹا	-	Malta
۲۵ . مقدونیہ	مقدونی	Mesedonia
۲۶ . مونٹی نیگرو	-	Montenegro
۲۷ . نیدرلینڈ	ڈچ	Netherlands
۲۸ . ناروے	نارووینجین: بوکمال	Norway
۲۹ . پولینڈ	پولش	Poland

Protugal	پرتگالی	۳۰. پرتگال
Romania	رومانوی	۳۱. رومانیہ
Russian Federation	روسی	۳۲. روسی فیڈریشن
Serbia	سربین/سربو کروٹ	۳۳. سربیا
Slovak	سلاوک	۳۴. سلاوک
Spain	ہسپانوی	۳۵. سپین
Sweden	سویڈش	۳۶. سویڈن
Switzerland	جرمن	۳۷. سوئٹزرلینڈ
Turkey	ترکی	۳۸. ترکیہ
United Kingdom	انگلش	۳۹. یوکے (برطانیہ)
Ukrain	یوکرائنی	۴۰. یوکرائن
Vatican City	لاطینی، اطالوی	ا. ویٹیکن سٹی
Gibralter	ہسپانوی	ب. جبل الطارق
Channel Islands	–	ج. جزائر چینل
Firo & Mann	–	د. جزائر فارو و مان
-icelof Islands		آئسو لوف

(۲۹)...

ان یورپی ممالک و مناطق کے ناموں اور زبانوں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگرچہ یورپ کی تمام زبانیں لاطینی رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں اور ان کی عمومی بنیاد یونانی و لاطینی زبانیں ہیں مگر اس کے باوجود نہ تو یورپ کسی ایک مشترکہ زبان پر متفق ہے اور نہ ہی کوئی ایک زبان ایسی ہے جو دو چار سے زائد ممالک کی زبان ہو۔ تاہم یورپ کی انگریزی، فرانسیسی، روسی اور ہسپانوی زبانیں، عربی و چینی کے ہمراہ اقوام متحدہ کی منظور شدہ سرکاری و بین الاقوامی زبانوں میں شامل ہیں۔ نیز جرمن اور دیگر زبانیں بھی مختلف ممالک میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ جبکہ عربی زبان یورپ کے تمام ممالک میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی مشترکہ دینی و ثقافتی زبان ہے جسے وہ کلمہ، نماز، قرآن و حدیث اور دیگر دینی و ثقافتی حوالوں سے سیکھنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔ انگریزی و فرانسیسی و جرمن وغیرہ مختلف زبانیں بولنے والے ممالک کے مابین قوم پرستی اور لسان پرستی کی شدید عصبیات کے پیش نظر غالباً یہ محال ہوگا کہ یورپ کسی ایک مشترکہ زبان پر متفق ہو جائے۔ تاہم عربی زبان کی ہر یورپی ملک میں مسلم اقلیتی و افریشیائی و بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے بطور غیر ملکی زبان لازمی و اختیاری تدریس کا عمل روز افزوں ہے جو شاید بتدریج یورپ کی مشترکہ رابطہ زبان کی حیثیت بھی اختیار کر لے۔ کیونکہ انگریزی و فرانسیسی و جرمن وغیرہ کی مختلف یورپی ممالک میں بحیثیت غیر ملکی زبان تدریس کے باوجود انگریز، فرانسیسی اور جرمن وغیرہ اپنی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں بات کرنا بھی بالعموم معیوب گردانتے ہیں اور یہ باہم شدید عصبیت انہیں عربی زبان کو مشترکہ زبان کے طور پر اختیار کرنے پر آمادہ کر سکتی ہے۔ اس پس منظر میں یورپی ممالک میں عربی زبان کی صورتحال ملاحظہ ہو:-

۱ - روس
(Russia)

روس پینسٹھ لاکھ مربع میل سے زائد رقبہ (65,92,819) اور تقریباً پندرہ کروڑ آبادی پر مشتمل عظیم تر یورپی مملکت ہے جس میں کئی ملین مسلمان موجود ہیں اور عددی لحاظ سے یورپ کے کسی بھی مسلم اقلیتی ملک کی مسلم آبادی سے بیشتر ہیں۔ چنانچہ ''اتحاد روس'' (Russian Federation) میں عربی زبان کی صورتحال کا خلاصہ درج ذیل نقاط میں بیان کیا جاسکتا ہے:۔

۱۔روس میں عیسائیت کے اکثریتی مذہب کے بعد عددی لحاظ سے اسلام دوسرا بڑا مذہب ہے۔ چنانچہ کروڑوں روسی مسلمان کلمہ ونماز، تلاوت قرآن، فہم حدیث اور دیگر دینی ضروریات کے تحت عربی زبان سیکھنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں روس کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی مساجد و تدریسی مراکز بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں۔

عربی اسلامی تعلیم کے فروغ کے لئے روسی دارالحکومت ماسکو میں جون 1991ء میں ایک ''اسلامی مرکز'' کا افتتاح کیا گیا جس کی افتتاحی تقریب میں عرب و مسلم ممالک کے سفراء ونمائندگان کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ماسکو کی جامع مسجد کے امام و خطیب جناب عین الدین نے اس موقع پر سوویت خبر رساں ایجنسی ''تاس'' سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مرکز کا قیام ماسکو کے آٹھ لاکھ مسلمانوں کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے اور یہ مرکز روس میں اسلامی فکر کی نشر واشاعت اور تبلیغ اسلام میں اہم کردار ادا کرے گا۔ نیز مرکز تاریخی عمارتوں کی مرمت واحیاء اور اسلامی ثقافت کے فروغ کے لئے کوشاں ہوگا۔ علاوہ ازیں دینی کتب کی طباعت واشاعت کا اہتمام اور ایک آزاد مسلم مجلہ بھی شائع کیا جائیگا۔(۳۰)

بس روس کے طول وعرض میں اسلامی مساجد و مراکز کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہورہا ہے جو نماز و قرآن وحدیث کے حوالے سے عربی زبان وخط اور علوم اسلام کی تدریس واشاعت کا کام کررہے ہیں۔ نیز عربی روسی اور دیگر زبانوں میں قرآن و حدیث کے متون وتراجم اور دیگر کتب اسلامیہ کی طباعت واشاعت کا سلسلہ بھی بغیر کسی حکومتی مداخلت کے بتدریج روز افزوں ہے۔

۲۔ روسی فیڈریشن میں وسط ایشیا سے متصل متعدد خود مختار مسلم علاقے موجود ہیں جو جغرافیائی طور پر باہم مربوط و متصل اور اپنے تمام تر نسلی ولسانی وثقافتی تنوع کے باوجود عربی زبان' قرآنی رسم الخط اور ترکستانی ثقافت سے وابستہ ہیں۔ مثلاً انگوشیا' شمالی اوسیٹیا' بشکیر یا' تاتارستان' چیچنیا' داغستان' قفقاز' کراچائی چرکیسیا' کریمیا وغیرہ۔
اعلان آزادی کرنے والے چیچنیا سمیت جغرافیائی طور پر باہم متصل اس مجموعی مسلم اکثریتی منطقہ کا رقبہ ایک لاکھ مربع کلومیٹر سے کہیں زیادہ اور آبادی دو کروڑ سے زائد قرار دی جاتی ہے۔ روس اور وسط ایشیا کے دیگر مسلمانوں کی طرح یہ مسلمان بھی بطور مجموعی سنی العقیدہ وحنفی المذہب ہیں۔ البتہ داغستان میں سنی شافعی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ جہاں عربی زبان مادری زبان نہ ہونے کے باوجود وسیع پیمانے پر رائج اور سن ۱۹۲۸ء تک سرکاری زبان کی حیثیت سے مستعمل رہی ہے۔ (۳۱)

۳۔ روس میں مسلمانوں کی تمام زبانیں ۱۹۱۷ء کے اشتراکی انقلاب سے پہلے صدیوں تک عربی رسم الخط میں تحریر شدہ اور عربی کلمات واصطلاحات سے پر رہی ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں مرکزی کمیونسٹ پارٹی نے تمام ترک علاقوں میں عربی رسم الخط کو ختم کرکے لاطینی رسم الخط رائج کرنے کی قرارداد منظور کی اور بعد ازاں ۱۹۲۸ء میں ترکیہ کے عربی کے بجائے لاطینی رسم الخط اختیار کرلینے کے بعد روسی علاقوں میں لاطینی خط کو روسی رسم الخط سے بدل دیا گیا۔ تاہم عربی رسم الخط بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا۔ مثلاً

"سوویت جمہوریتوں کے ادارہ برائے یورپ و سائبیریا" نے "الإسلام و العقیدة" کے نام سے عربی حروف میں "اوفا" شہر سے ایک کتاب سن ۱۹۵۷ء میں شائع کی۔ (۳۲)

چنانچہ میخائل گورباچوف کے زیر قیادت بعد ازاں "پیریسٹرائیکا" اور "گلاس ناست" کی روسی پالیسی کے نتیجے میں گزشتہ ایک عشرہ سے زائد عرصہ میں "روسی فیڈریشن" کے مسلم مناطق میں بالخصوص اور دیگر علاقوں کے مسلمانوں میں بالعموم عربی زبان و علوم اسلامیہ کی درس و تدریس کے ساتھ ساتھ مسلم زبانوں کے لئے عربی رسم الخط اختیار کرنے کی تحریک بھی فروغ پذیر ہے۔

سن ۱۹۹۳ء کے آغاز میں ماسکو کے "اسلامی مرکز" اور روسی حکومت کے اشتراک و انتظام کے تحت ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں دیگر علماء و مفکرین کے علاوہ جناب مرتضیٰ علی یعقوب (مشیر امور دینیہ، حکومت داغستان)، شیخ احمد قاضی (امیر "تحریک اسلامی" داغستان)، مفتی عبداللہ صفا (مفتی تاتارستان) احمد حمزہ (قفقاز) نیز جناب عبدالعزیز شعیب اور جناب محمد قرشائی (کراچائی چرکیسیا) نے اپنے اپنے مناطق و مکاتب کی نمائندگی کی۔

علاوہ ازیں غیر روسی مسلم سرزمین میں وسط ایشیا کے سابق سوویت ممالک کے نمائندوں کے علاوہ حافظ صبری کوچی (مفتی اعظم البانیا) مفتی صبحی (نائب مفتی بلغاریہ) شیخ صالح و عبدالقادر تاقب (یوشیا و حرسک) نے بھی شرکت فرمائی۔ جبکہ عالم عرب سے معروف عالم و دانشور ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی اور پاکستان سے "جمعیت اہل حدیث" کے پروفیسر ساجد میر بھی اہم شرکاء میں شامل تھے۔

اس "عالمی اسلامی کانفرنس" میں عربی اور روسی زبانوں میں تقاریر و خطابات

ہوئے اور اکثر مسلم قائدین نے عربی زبان میں تقاریر کیں۔ نیز روسی فیڈریشن مشرقی یورپ اور وسط ایشیا میں عربی زبان وخط اور اسلامی دین وثقافت کی ترویج کے سلسلہ میں متعدد سفارشات اور قراردادیں بالاتفاق منظور کی گئیں۔ اس کانفرنس میں روسی حکومت کے متعدد نمائندے بھی شریک نیز بعض اجلاسوں کے صدر نشین تھے، جنہوں نے حکومت روس کی جانب سے مندوبین کو خوش آمدید کہا اور کانفرنس کی کامیابی نیز اس کے مقاصد کے حصول میں روسی حکومت کے تعاون کا یقین دلایا۔

کانفرنس نے اپنی سفارشات میں تمام حکومتوں تنظیموں اور دینی اداروں کو ان ممالک میں اسلام لسان قرآن اور قرآنی رسم الخط کی نشرواشاعت پر خصوصی توجہ دینے کی درخواست کی اور اس سلسلہ میں سمعی بصری آلات وذرائع ابلاغ کے مؤثر استعمال پر زور دیا۔ نیز قرآن مجید وتفاسیر قرآن کے مقامی زبانوں میں تراجم اور اسلامی موضوعات پر مختلف کتب کی روسی زبان اور دیگر علاقائی زبانوں میں طباعت واشاعت کی سفارش کی۔ مزید برآں اسلامی اہداف ومقاصد کے حصول اور "اسلامی مرکز" ماسکو نیز روس یورپ اور وسط ایشیا میں اسلامی سرگرمیوں کے مابین رابطہ وتوافق کے لئے ایک مستقل کونسل اور سیکرٹریٹ کے قیام کی سفارش کی وعلی ھذا القیاس۔ (۳۳)

۴۔ روس کے تعلیمی اداروں میں دیگر غیر ملکی زبانوں کے ہمراہ بالعموم اور مسلم خود مختار یونٹوں میں بالخصوص عربی زبان وخط کی تعلیم وتدریس جاری ہے اور مسلمان نیز ان کے ہمنوا دیگر روسی ماہرین ومصنفین اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ عربی زبان وخط کی اسلامی 'افریشیائی' اور بین الاقوامی اہمیت کے پیش نظر اسے سرکاری وقومی سطح پر زیادہ اہمیت دیتے ہوئے ابتدائی وثانوی مدارس میں مسلم طلبہ کے لئے اس کی لازمی اور دیگر طلبہ کے لئے اختیاری تدریس کا وسیع انتظام کیا جائے۔

موجودہ روسی جامعات میں عربی زبان واسلام کے شعبہ جات موجود ومؤثر ہیں اور روسی محققین وطلبہ عربی اسلامی علوم کی تعلیم وتدریس وتحقیق میں عرصہ دراز سے وسیع

پیمانے پر مصروف ہیں۔ نیز عربی زبان اور عربی خط میں مکتوب ترکستانی مخطوطات کی عظیم الشان تعداد کی تحقیق و طباعت کے لئے عربی زبان و خط کو اب کئی گنا زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔

۵۔ روسی زبان میں اسلامی مطبوعات کا وسیع ذخیرہ موجود ہے جس میں تراجم معانی قرآن، کتب حدیث و فقہ و تفسیر کے تراجم اور دیگر اسلامی کتب و مؤلفات کثیر تعداد میں شامل ہیں۔ سابق مفتی اعظم سوویت یونین ضیاء الدین بابا خانوف (رئیس "مسلم بورڈ" تاشقند) کی زندگی کے بارے میں فصیح عربی زبان میں سوویت یونین کی شائع کردہ اور ان کے فرزند کی تحریر کردہ ضخیم علمی تصنیف بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔

نیز عربی اور روسی زبانوں میں اسلام، عالم عرب و اسلام، اشتراکیت اور روسی مسلمانوں کے بارے میں عرصہ دراز سے مختلف جرائد و مجلات و نشرات شائع ہو رہے ہیں۔ جن کی نشر و اشاعت میں اندرون ملک متعلقہ مسلم و غیر مسلم افراد و ادارہ جات کے علاوہ عالم عرب و اسلام و افریقہ میں روسی سفارتخانے بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ نیز "ماسکو یونیورسٹی" "پیٹرک لومبا یونیورسٹی" اور دیگر روسی جامعات میں زیر تعلیم عرب و مسلم و افریقی طلبہ اور ملازمت پیشہ غیر ملکی افراد بھی روس میں عربی اسلامی ثقافتی سرگرمیوں کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

ان تمام دلائل و شواہد سے روسی حکومت اور مسلم عوام کے حوالے سے عربی زبان و خط کی بحیثیت "ثانوی زبان و خط" روز افزوں اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ (۴۴)

۴ — سپین

(Spain)

سپین میں آٹھ صدیوں کے عربی اسلامی اقتدار (۷۱۱ء۔ ۱۴۹۲ء) نیز ہسپانوی زبان وثقافت پر عربی زبان وثقافت کے وسیع اثرات ایک تاریخی حقیقت ہیں۔ جدید ہسپانیہ میں عربی الاصل ہسپانوی باشندوں کی کثیر تعداد کے علاوہ ہسپانوی مسلمانوں کی تعداد میں بھی بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ جن کی مساجد و مراکز و مجالس، عربی زبان اور قرآن و حدیث و اسلام کی ترویج میں مصروف ہیں۔

''سپین کی جامعات میں عربی زبان اور اسلامی علوم کے شعبے قائم ہیں۔ جہاں تاریخ اسلام' فقہ' علم حدیث' علم کلام اور اصول فقہ جیسے دقیق علوم پر تحقیق کا کام ہو رہا ہے۔ اور اندلس کی مسلم شخصیات کے تراجم تیار ہو رہے ہیں۔ ان جامعات میں میڈرڈ' غرناطہ' بلنسیہ اور الاکانتے قابل ذکر ہیں۔ جامعہ میڈرڈ سے ایک وقیع علمی مجلہ ''القنطرۃ'' شائع ہوتا ہے جو پہلے ''الاندلس'' کے نام سے چھپتا تھا۔ ''جامعہ الاکانتے'' سے مجلہ ''شرق الاندلس'' شائع ہوتا ہے۔ یہ دونوں رسالے ہسپانوی زبان میں ہیں۔ ایک اور علمی مجلہ میڈرڈ کے ''ادارہ ثقافت ہسپانیہ و عرب'' سے ''الاوراق'' کے نام سے ہسپانوی اور عربی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ آج کل کی علمی سرگرمیوں میں پروفیسر گارسیا گومیز' پروفیسر امانویلا مارین' لوسیا' آبیلا' لوئیس مولینا' ایکسپرا سیون گارسیا اور ماریا ازابیل فیرو کے نام نمایاں ہیں''۔ (۳۵)

❁❁❁

۳۔ فرانس
(France)

فرانس میں عربی زبان وعلوم کئی صدیاں پہلے مسلم اندلس (۷۱۱ء۔۱۴۹۲ء) کے توسط سے پہنچے۔ مزید براں عربی زبان و ادب کے عصر جدید کی ابتداء مصر پر نپولین بوناپارٹ کے حملہ (۱۷۹۸ء) سے کی جاتی ہے۔ جس کے بعد فرانسیسی غلبہ کے دور (۱۷۹۸ء۔۱۸۰۱ء) میں مصر میں عربی صحافت، جدید مدارس، یورپ (بالخصوص فرانس وانگلستان) سے وسیع تر لسانی وثقافتی روابط کا آغاز ہوا۔

۲۔ فرانس کا اقتدار شرق اوسط نیز شمالی و مغربی افریقہ کے بہت سے عرب و مسلم ممالک پر عرصہ دراز تک رہا ہے۔ جس میں ماضی بعید میں مصر و شام و لبنان وغیرہ اور ماضی قریب تک تونس، الجزائر، مراکش، موریطانیہ، صومالیہ، جیبوتی، کوموروز، چاڈ، نائیجر، سینیگال، گنی، مالی، کیمرون، گیبون، اپر وولٹا، بینن، ٹوگو، ساحل العاج، جمہوریہ وسطی افریقہ وغیرہ شامل رہے ہیں اور اب بھی ان ممالک میں فرانسیسی زبان عربی زبان کے ہمراہ رائج وغالب ہے۔

۳۔ فرانس کی ساڑھے پانچ کروڑ سے زائد آبادی میں مختلف اندازوں کے مطابق ملکی وغیر ملکی مسلمانوں کی تعداد تیس تا پچاس لاکھ قرار دی جاتی ہے۔ بہر حال نصف کروڑ سے قریب تر فرانسیسی مسلم آبادی کی اکثریت شمالی و مغربی افریقہ کے فرانسیسی دان عرب نیز دیگر عربی دان افریقی ممالک سے تعلق رکھتی ہے۔ ان عربی الاصل و عربی دان عرب و افریقی مسلمانوں سمیت تمام فرانسیسی مسلمانوں کی دینی زبان عربی ہے جسے وہ کلمہ و نماز، قرآن وحدیث اور دیگر علمی وثقافتی ضروریات کے حوالے سے حتی الامکان سیکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں پیرس اور دیگر فرانسیسی شہروں اور علاقوں میں پھیلی ہوئی لاتعداد مساجد

ومراکز وتنظیمات اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

عربی اسلامی خدمات کے حوالے سے حیدر آباد دکن سے تعلق رکھنے والے اور نصف صدی سے زائد عرصہ تک پیرس میں مقیم (مدیر "المرکز الاسلامی" پاریس) ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی نادر المثال شخصیت بطور خاص قابل ذکر ہے جنہوں نے نہ صرف قرآن کریم کا مکمل ومؤثر فرانسیسی ترجمہ پیش کیا' بلکہ فرانسیسی زبان میں بکثرت کتابیں اور مقالات شائع کئے۔ نیز عربی' فارسی 'اردو اور ترکی کے علاوہ انگریزی' فرانسیسی اور جرمن مختلف زبانوں میں تحقیق وتصنیف' خطبات ومقالات اور دعوت وتبلیغ کے حوالے سے کیفیت وکمیت ہر دو لحاظ سے انتہائی قابل قدر خدمات انجام دیں اور "شاہ فیصل ایوارڈ" کے مستحق قرار پائے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی مساعی سے لاکھوں فرانسیسی اور فرانسیسی دان مرد وزن اسلام سے روشناس وفیضیاب ہوئے (محقق "صحیفۃ ہمام بن منبہ" ومؤلف : "Introduction to Islam" بزبان فرانسیسی وانگریزی وغیرہ)۔

۳۔ فرانس کے تعلیمی اداروں بالخصوص جامعات (سوربون یونیورسٹی پیرس وغیرہ) میں عربی زبان وادب اور علوم اسلامیہ وشرقیہ کے شعبے عرصہ دراز سے موجود ہیں۔ جن میں ایم اے پی ایچ ڈی اور دیگر سطحوں پر عربی زبان وعلوم کی تدریس وتحقیق کی جاتی ہے۔ ان شعبہ جات میں عربی زبان و ادب اور علوم اسلامیہ کے فرانسیسی اساتذہ و طلبہ نیز عالم عرب واسلام وافریقہ وغیرہ سے تعلق رکھنے والے محققین ومحصلین ماضی بعید سے کام کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ جامعات غیر ملکی طلبہ کو علوم عربیہ واسلامیہ نیز دیگر علوم و فنون کی اعلی تعلیم کے لئے مختلف سہولتیں اور وظائف فراہم کرتی ہیں۔ چنانچہ عرب' مسلم اور افریقی علماء وادباء کی ایک کثیر تعداد ماضی میں ان جامعات سے اعلی اسناد حاصل کرکے بہت بڑی تعداد میں عالم عرب واسلام' وافریقہ وغیرہ میں مصروف عمل ہوئی ہے۔ ان اہل علم وتحقیق وادب وثقافت نے بیک وقت عربی اسلامی اور فرانسیسی یورپی زبان و ادب سے استفادہ کرتے ہوئے جدید عربی زبان وادب کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا

ہے۔اس سلسلہ میں بطور مثال شاعر عرب واسلام احمد شوقی (۱۸۸۸ء–۱۹۳۲ء) ڈاکٹر طٰہ حسین (۱۸۸۹ء–۱۹۷۳ء) اور توفیق الحکیم (۱۹۰۲ء–۱۹۸۷ء) کے نام نمایاں تر ہیں۔

فرانسیسی مستشرقین

ماضی کے جن فرانسیسی مستشرقین نے عربی زبان وادب میں گرانقدر خدمات انجام دیں ان میں فیتر (Vetter) متوفی ۱۶۶۷ء ہیں جو "دوق دورلیان" کے طبیب تھے اور "تاریخ ابن المکین" ابن عربشاہ کی "تیمور لنگ" ابن سینا کی "علم المنطق" اور "الأمراض العقلیۃ" نیز طغرائی کی "لامیۃ" کو عربی سے فرانسیسی زبان میں منتقل کیا۔

ھربلو (Herblot)۔متوفی ۱۶۹۶ء جو کہ چودھویں لوئیس کے پرائیویٹ سیکرٹری اور "فرنچ انسٹی ٹیوٹ" میں عربی زبان کے پروفیسر تھے۔انہوں نے "المکتبۃ الشرقیۃ" (Eastern Library) کے نام سے ایک جامع معجم مرتب کی جو مشرق کے فلسفہ وادب ومعاشرت کے حوالے سے بکثرت معلومات پر مشتمل ہے۔

سیدیو (Se'dilot) متوفی ۱۸۳۲ء۔جو عربوں کے "علم فلکیات" کے ماہر تھے۔انہوں نے ابن الہیثم کی کتاب "نبذۃ فی الھندسۃ" ۱۸۳۴ء میں شائع کی اور علوم فلکیہ میں ابوالحسن علی کی کتاب "علم الریاضیات وجامع المبادی و الغایات" بھی شائع کی۔

کوسین ڈی پرسفالا (Deperceval) متوفی ۱۸۲۵ء۔آپ نے "تاریخ صقلیۃ تحت حکم المسلمین" (مسلم اقتدار کے دور میں تاریخ

صقلیہ) فرانسیسی میں شائع کی۔ نیز "المعلقات السبع" اور "امثال لقمان" شائع کیں اور "الجداول الملکیة من الزیج الحاکمی" اور "مقامات الحریری" شائع کیں۔ نیز جلان کے فرانسیسی ترجمہ "الف لیلة و لیلة" میں سے باقیماندہ حصہ کا ترجمہ کیا۔

سلفستر دساسی متوفی ۱۸۳۸ء۔ آپ عربی وفارسی زبانوں کے ماہر تھے۔ آپ کی شاگردی میں مغرب کے نامور مستشرقین کی کثیر تعداد ان زبانوں میں فارغ التحصیل ہوئی۔ آپ نے عربی زبان میں ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام "الانیس المفید للطالب المستفید" رکھا اور اس میں شعرونثر کا عمدہ انتخاب جمع کیا۔ نیز آپ نے "مقامات الحریری" کی مختصر شرح لکھی اور "کلیلة و دمنة" و "الفیة ابن مالک" و "رحلات عبداللطیف البغدادی" شائع کیں۔ پھر تین ڈائریاں لکھ کر اکیڈیمیوں کو پیش کیں جو فرانسیسی قبضہ تک اسلامی مصر کے احوال کے بارے میں تھیں۔

مارسل متوفی ۱۸۵۴ء۔ جو مصر میں فرانسیسیوں کے ترجمان تھے۔ آپ نے "وصف مصر" ایک کتاب تالیف کی اور عربی شاعری کے ایک حصہ کا انتخاب کیا۔ آپ کے ابن میمون' ابن سینا' الضامری اور القزوینی کے بارے میں تحقیقی مقالات ہیں جو "ایشین جرنل" (Asian Journal) میں شائع ہوئے۔

کزمیر' متوفی ۱۸۵۷ء۔ آپ نے دساسی سے عربی کی تعلیم حاصل کی اور "فرانسیسی لسانی اکیڈیمی" کے رکن منتخب ہوئے۔ پھر "ایشین جرنل" کے ایڈیٹر بنے۔ آپ نے مقریزی کی "کتاب السلوک" کا کچھ حصہ فرانسیسی زبان میں منتقل کیا اور "مقدمة ابن خلدون" (فرانسیسی عربی) چھ حصوں میں شائع کیا۔ نیز "منتخبات من امثال المیدانی" اور ابن شامة کی "کتاب الروضتین" شائع کیں۔ آپ کے "ایشین جرنل" میں کئی تحقیقی مقالات بطون' عباسیوں' فاطمیوں "کتاب الاغانی" نیز "اہل مشرق کا ذوق کتب" اور مسعودی کے

احوال وآثار کے بارے میں شائع ہوئے۔(۳۶)

۵۔ فرانسیسی زبان و مکتبات میں عربی واسلامی موضوعات کے حوالہ سے ہزاروں تخلیق وترجمہ شدہ کتب ومقالات موجود ہیں۔ جن میں تراجم معانی قرآن و کتب حدیث سے تصانیف طٰہٰ حسین وتوفیق الحکیم تک مختلف ومتنوع علوم وآداب شامل ہیں۔ نیز بیک وقت عربی وفرانسیسی میں مہارت رکھنے والے عالم عرب واسلام وافریقہ وفرانس وغیرہ کے اہل علم وتحقیق وادب و ثقافت لاکھوں کی تعداد میں عربی و فرانسیسی دونوں زبانوں سے استفادہ اوران کی خدمت نیز تخلیق شعروادب میں مشغول ہیں۔ فرانس میں زیر تعلیم عربی دان غیر ملکی طلبہ نیز عرب وافریقی ممالک میں فرانسیسی سفارتخانے اوردیگر ادارے بھی اس سلسلہ میں عربی فرانسیسی کتب ومجلات وجرائد ونشرات واجتماعات وغیرہ کے ذریعے اہم کردار ادا کررہے ہیں۔

ماضی میں سید جمال الدین افغانی (م ۱۸۹۷ء) اور شیخ الازہر شیخ محمد عبدہ (م ۱۹۰۵ء) نے پیرس سے عربی مجلہ "العروۃ الوثقی" جاری کرکے عربی وفرانسیسی ادب وثقافت میں ایک اہم باب کا اضافہ کیا اور ماضی قریب میں فرانس سے نکلنے والے عربی مجلات میں مجلہ "المستقبل" پیرس اور مجلہ "فکر" (زیرادارت: مصری صحافی طاہر عبدالحکیم) دیگر مجلات وجرائد کے ہمراہ ممتاز ومعتبر ہیں۔ وقس علی ذلک۔ نیز فرانسیسی ذرائع ابلاغ (ریڈیو ٹیلی ویژن وغیرہ) بھی اندرون وبیرون فرانس کے عرب وعربی دان افراد اوراقوام کے لئے عربی پروگرام وسیع پیمانے پر پیش کرتے ہیں۔

ان مختصر اشارات سے فرانس کے عربی زبان وعلوم سے صدیوں پرانے روابط کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ افریقہ کی سابقہ فرانسیسی نوآبادیوں (Francofon) پر مشتمل عرب ومسلم افریقی ممالک جو بالعموم بیک وقت عربی و فرانسیسی دان ہیں نیز فرانس

کی عربی و افریقی الاصل مسلم آبادی اور عربی کی افریقی و عالمی اہمیت کے تناظر میں فرانس میں عربی زبان و خط کو سرکاری، قومی و تعلیمی سطح پر اسی طرح ثانوی زبان و خط کا درجہ دینے پر غور کیا جانا ناگزیر ہے جس طرح آزادی کے بعد بھی تیونس، الجزائر، مراکش، موریطانیہ، جبوتی، کوموروز، چاڈ، سینیگال وغیرہ میں فرانسیسی کو عربی کے ہمراہ بلکہ بہت سی صورتوں میں عربی سے بڑھ کر حاصل ہے۔ بصورت دیگر شمالی و مغربی افریقہ کے فرانسیسی دان ممالک میں عربی زبان و خط کا بڑھتا ہوا اثر و نفوذ فرانسیسی زبان کے لسانی و ثقافتی عمل دخل کو محدود تر کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔ اور یہ صورتحال فرانس اور مذکورہ ممالک کے دوطرفہ لسانی و ثقافتی روابط کے فروغ و استحکام کے حوالے سے اس بات کی متقاضی ہے کہ فرانس میں عربی زبان و خط کو ہر سطح پر باقاعدہ ثانوی زبان و خط کی حیثیت دینے پر غور کیا جائے۔ اس اقدام کے نتیجہ میں بطور مجموعی پورے عالم عرب و اسلام و افریقہ میں بھی فرانسیسی ثقافتی اثر و نفوذ میں معتد بہ اضافہ متوقع ہے۔ (۳۷)

۴- برطانیہ
(United Kingdom)

برطانیہ ساڑھے پانچ کروڑ سے زائد آبادی پر مشتمل انگلستان' سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کا ایسا مجموعہ ہے جس نے صدیوں تک لاتعداد عرب و مسلم و افریقی ممالک پر تاج برطانیہ کی حکمرانی قائم رکھی۔ براعظم یورپ میں روس اور فرانس کے علاوہ عرب و مسلم ممالک سے قدیم استعماری و ثقافتی روابط کی بنا پر برطانیہ بھی خصوصی تذکرہ و اہمیت کا مستحق ہے۔ ان ممالک میں سعودی عرب' کویت' متحدہ عرب امارات' قطر' بحرین' عمان' یمن' عراق' اردن' فلسطین' سوریا' لبنان اور صومالیہ جیسے عرب مسلم ممالک شامل ہیں۔

نیز ایتھوپیا' اریٹریا' تنزانیہ' زنجبار' نائجیریا' گیمبیا اور سیرالیون جیسے عربی اسلامی افریقی ثقافت کے حامل متعدد ممالک بھی اسی سلسلہ غلامی سے منسلک رہے ہیں۔ مزید براں پاکستان' بنگلہ دیش' ملائشیا اور برونائی دارالسلام جیسے ایشیائی مسلم ممالک بھی برطانیہ کے زیر اقتدار رہے ہیں۔

چنانچہ نہ صرف اکثر عرب ممالک میں ان کی سرکاری و قومی و تعلیمی زبان' عربی کے ہمراہ دوسری زبان کی حیثیت سے انگریزی زبان تا حال موجود و مؤثر ہے' بلکہ مذکورہ غیر عرب افریقی و ایشیائی ممالک میں سے کئی ایک میں اسے سرکاری و قومی و تعلیمی سطح پر مؤثر حیثیت اور بطور مجموعی لازمی تعلیمی مضمون کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ جس میں آزادی کے بعد ملائشیا و برونائی سے پاکستان و غیر عرب افریقی ممالک تک عربی زبان کی روز افزوں حیثیت ان ممالک کو ممتاز لسانی (عربی' انگریزی' قومی) ثقافتی تنوع کا حامل بناری ہے جن کے برطانیہ سے تاریخی و ثقافتی روابط ناقابل تردید ہیں۔

۲- برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد مختلف اندازوں کے مطابق ایک اور دو ملین

کے درمیان ہے۔ جن کی زیادہ تعداد برصغیر پاک وہند و بنگلہ دیش کے تارکین وطن پر مشتمل ہے۔ نیز مختلف عرب و مسلم و افریقی ممالک کے باشندے بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں اور انگریز مسلم باشندوں کی معتدبہ تعداد بھی موجود ہے۔ چنانچہ برطانیہ کے تمام مسلمان کلمہ، نماز و قرآن وحدیث نیز دیگر مذہبی وثقافتی حوالوں سے عربی زبان حتی الامکان سیکھتے ہیں اور ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی مساجد و مراکز و تنظیمات کی کثیر تعداد اس سلسلہ میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ مثلاً

۱- "یو کے اسلامک مشن" لندن

۲- "اسلامک سنٹر" برمنگھم

۳- "اسلامک فاؤنڈیشن" لیسٹر

۴- "اسلامک کونسل آف یورپ" لندن

۵- "مسلم پارلیمنٹ" لندن

۶- "فیڈریشن آف سٹوڈنٹس اسلامک سوسائٹیز (F.O.S.I.S.)"

۷- "حزب التحریر"

۸- "منہاج القرآن فاؤنڈیشن"

۹- "تبلیغی جماعت"

۱۰- "آکسفورڈ یونیورسٹی اسلامک سنٹر" وغیرہ۔

۳۔ برطانوی سکولوں میں عرب طلبہ کے لئے (فارسی، اردو، پنجابی، بنگلہ وغیرہ کی طرح) مادری زبان کی حیثیت سے نیز مسلم طلبہ کے لئے کسی حد تک اسلامیات کے حوالہ سے عربی زبان کی تعلیم کا انتظام موجود ہے۔ جبکہ مسلمانوں کے قائم کردہ اسکولوں اور تعلیمی مراکز میں عربی زبان کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

"۱۹۸۴ء میں برطانیہ کے پبلک سکولوں میں سے کچھ میں برطانوی طلبہ

کو عربی پڑھانے کے انتظامات کا آغاز کیا گیا۔ اس تجرباتی سکیم کے لئے سرمایہ عرب برٹش چیمبر آف کامرس نے فراہم کیا۔'' (۳۸)

۴۔ جامعہ لندن، اوکسفورڈ، کیمبرج اور دیگر برطانوی جامعات میں عربی زبان و علوم اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم عرصہ دراز سے جاری ہے اور اب تک عالم عرب و اسلام و افریقہ و برطانیہ وغیرہ سے تعلق رکھنے والے ہزاروں طلبہ و طالبات ان جامعات سے علوم عربیہ و اسلامیہ میں ایم اے، پی ایچ ڈی نیز دیگر اعلیٰ تعلیمی اسناد لیکر اپنے اپنے ممالک اور دنیا بھر میں عربی زبان و علوم اسلام کی تدریس و تحقیق میں مصروف ہیں۔ برطانوی جامعات کے فارغ التحصیل ان اہل علم و تحقیق نے عربی اسلامی اور برطانوی یورپی علوم و ثقافت کے امتزاج سے عربی اور انگریزی زبانوں میں وسیع پیمانے پر تصنیف و تالیف کا کام کیا ہے اور عالم اسلام پر ان کے اثرات وسیع و موثر تر ہیں۔ جبکہ برطانوی جامعات میں تدریس و تحقیق میں مشغول ان افراد کے قدیم و جدید اساتذہ و محققین مستشرقین نے عربی زبان و علوم کی ترویج میں بنیادی و اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان غیر مسلم مغربی اساتذہ و مستشرقین پر تعصب و جانبداری کے خواہ کتنے ہی الزامات عائد کئے جائیں ان کی عربی زبان و علوم میں مجموعی مثبت و موثر خدمات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ان برطانوی مستشرقین میں ایسلورڈلین (متوفی ۱۸۷۶ء) قابل ذکر ہیں جو ابتدائے شباب میں مصر میں رہے اور ''وصف مصر'' نیز ''مصریوں کی عادات و شمائل'' کے بارے میں دو کتابیں تحریر کیں۔ ان کا اکثر حصہ مجلہ ''الرسالۃ'' میں اور بعد ازاں ۱۹۳۹ء میں مطبعہ ''الرسالۃ'' میں یکجا شائع ہوئیں۔ نیز ایک عربی انگریزی ڈکشنری تیار کی اور ''الف لیلۃ ولیلۃ'' کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

ولیم میور متوفی ۱۹۰۵ء: جنہوں نے ''حیاۃ النبی'' ''تاریخ اسلامی'' اور ''تاریخ خلافت'' بزبان انگریزی تحریر کیں۔ (۳۹)

علاوہ ازیں منٹگمری واٹ، فلپ کے حتی اور دیگر لاتعداد عظیم

الترجمت برطانوی مستشرقین کی عربی اسلامی خدمات کے علاوہ راسخ العقیدہ انگریز مسلمان محمد مارماڈیوک پکتھال کا ترجمۂ قرآن ("The Glorious Quran") بطور خاص قابل ذکر ہے جو مغربی و اسلامی دنیا میں یکساں طور پر مقبول و معروف ہے اور جس کی خاطر پکتھال نے مصر میں کافی مدت مقیم رہ کر عرب علماء سے استفادہ کیا۔

۵۔ برطانیہ میں بہت سی عربی اسلامی کتب ومجلات عربی و انگریزی زبانوں میں شائع ہوتے ہیں جن میں لندن سے عربی و انگریزی زبان میں شائع شدہ مجلہ "عربیکا" "(Arabica)" سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز" کا انگریزی مجلہ نیز "آکسفورڈ یونیورسٹی" کے "اسلامک سنٹر" اور دیگر اداروں اور تنظیموں کے علمی ودینی وقومی مجلات وجرائد شامل ہیں۔ علاوہ ازیں برطانوی ذرائع ابلاغ (ریڈیو ٹی وی وغیرہ) کے عربی پروگراموں کے علاوہ عرب ممالک میں برطانوی سفارتخانے بھی عربی کتب ومجلات کی اشاعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ نیز انگریزی زبان میں برطانوی و دیگر انگریزی دان مصنفین کی ہزاروں تصانیف وتراجم بھی عربی اسلامی اور افریشیائی حوالوں سے موجود ہیں۔ اور انگریزی زبان دیگر تمام مغربی زبانوں سے بڑھ کر تراجم معانی قرآن وکتب حدیث نیز علوم عربیہ واسلامیہ کی حامل ہے۔ (۳۰)

ان چند اشارات سے برطانیہ کے حوالے سے عربی زبان کے ماضی وحال ومستقبل کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اور مسلم اقلیت نیز عالم عرب واسلام و افریقہ واقوام متحدہ وغیرہ کے حوالے سے عربی زبان کی روز افزوں اہمیت کے پیش نظر برطانیہ کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ اسکولوں میں مسلم طلبہ کے لئے عربی کی لازمی اور دیگر طلبہ کے لئے اختیاری تدریس کا اہتمام کرے اور انگریزی کے بعد عربی زبان وخط کو سرکاری وقومی سطح پر اسی طرح ثانوی زبان وخط کا درجہ دینے پر غور کرے جس طرح اس نے عربی دان و دیگر مسلم ممالک میں انگریزی زبان وخط کو نہ صرف ثانوی بلکہ متعدد ممالک میں اولین زبان وخط کا درجہ دیا۔ واللہ الموفق۔

۵- جرمنی
(ألمانيا)
(Germany)

براعظم یورپ میں روس، اسپین، فرانس اور برطانیہ کے علاوہ عربی زبان و مسلم اقلیت کے حوالہ سے جرمنی بطور خاص قابل ذکر ہے جہاں نہ صرف ایک ملین سے زائد (زیادہ تر ترکی النسل) مسلمان آباد ہیں بلکہ جرمنی کی جامعات اور علمائے مستشرقین نے عربی اسلامی علوم کے فروغ میں منفرد و قدیم تر کردار ادا کیا ہے۔ جرمن زبان میں عربی اسلامی علوم کا اہم ذخیرہ موجود ہے۔ نیز جرمن قوم آج تک عربی اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں مسلم اقلیت کے مراکز و مساجد اور سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی و تحقیقی اداروں کے حوالے سے اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ عربی دان علامہ اقبال بھی "میونخ یونیورسٹی" سے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حامل تھے۔ نیز بانی "خاکسار تحریک" علامہ عنایت اللہ خان المشرقی عربی و انگریزی کے ساتھ ساتھ جرمن زبان کے بھی عالم تھے۔ وعلی هذا القیاس۔

مشہور جرمن مستشرقین میں فریتاغ متوفی سن ۱۸۶۱ء ہیں: جنہوں نے وساسی سے علم حاصل کیا اور "كلية بونة" میں عربی کے استاذ مقرر ہوئے۔ آپ نے ابو تمام کے "ديوان الحماسة" مع شرح التبريزي، ابن نديم کی "زبدة الطلب في تاريخ حلب" ابن عربشاہ کی "فاكهة الخلفاء" کو نقل کیا اور چار جلدوں میں "عربی۔ لاطینی ڈکشنری" مرتب کی۔

گستاف فلوگل متوفی ۱۸۷۰ء: جنہوں نے حاجی خلیفہ کی "كشف الظنون" اور ابن الندیم کی "الفہرست" ثعالبی کی "مؤنس

الوحید" قطلوبغا کی "طبقات الحنفیۃ" اور قرآن کی اشاعت کی۔

فلیشر متوفی ۱۸۸۸ء: آپ نے علوم شرقیہ میں بہت سی کتب تالیف کیں اور "تفسیر البیضاوی" نیز زمخشری کی "المفصل" شائع کی۔

فرڈیناند وستفیلڈ متوفی ۱۸۹۰ء: جنہوں نے ذھبی کی "طبقات الحفاظ" "سیرۃ ابن ھشام"، ابن خلکان کی "وفیات الأعیان" اور یاقوت حموی کی "معجم البلدان" شائع کی۔

اورنولڈ کی متوفی ۱۹۳۱ء: جنہوں نے جرمن زبان میں "تاریخ القرآن" اور "تاریخ عروۃ بن الورد" نیز شعر جاھلی اور "المعلقات السبع" کے حوالے سے تحقیقی مقالات تصنیف کیے۔(۴۱)

٦- دیگر یورپی مسلم اقلیتی ممالک

اٹلی کے لیبیا سے سابقہ استعماری و موجودہ ثقافتی روابط، ہالینڈ کا مسلم انڈونیشیا پر طویل اقتدار اور "لیـــــدن" وغیرہ میں عربی اسلامی تحقیقات (مثلاً کئی جلدوں میں "صحاح ستة" وغیرہ کے اشاریہ پر مشتمل ضخیم و عظیم "المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوی" مرتبه: ونسنک و منسنج و آخرون، وغیرہ) نیز کم و بیش تمام یورپی ممالک میں مسلم اقلیات کا وجود، وہ چند اشارات ہیں جو یورپ میں عربی زبان وعلوم کی ماضی وحال میں وسیع تر ترویج و اشاعت پر دلالت کرتے ہیں۔

بلغاریہ میں مسلمان تقریباً تیس لاکھ ہیں۔

مقدونیہ میں مسلمان کل دو ملین آبادی کا ایک چوتھائی ہیں۔ جن میں سے اکثر ترکی النسل اور باقی البانوی نسل سے ہیں۔ ملک کا دارالحکومت "سکوپجی" ہے جسے ترک سلطان بایزید یلدرم نے ١٣٩٢ء میں آباد کیا۔

مونٹی نیگرو میں مسلمان تقریباً چھ لاکھ اور کل آبادی کا ایک چوتھائی ہیں۔ دارالحکومت مشہور شہر تیتو گراڈ ہے۔

کروشیائی دارالحکومت زاغریب میں مسلمانوں کی تعداد کم از کم پچاس ہزار ہے۔ (٣٢)

"مفتی رومانیا" شیخ شاہین قادری کے بقول رومانیہ میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان موجود ہیں جن کا تعلق زیادہ تر ترکی و تاتاری نسلوں سے ہے، جب کہ عرب، البانوی اور ہنگری الاصل مسلمان موجود ہیں:-

"يوجد في رومانيا حوالي مائة ألف مسلم، معظمهم

من الأتراك والتتار، ويوجد قسم من العرب والألبان، والمجريون". (۴۳)

رومانیہ میں تمام عربی اسلامی مدارس بند رہے، یہاں تک کہ ۱۹۹۰ء کے انقلاب کے بعد بفضل خدا حکومت ترکیہ کے تعاون سے ان میں سے بہت سے مدارس کھول دیے گئے، نئی مساجد تعمیر کی گئی، قدیم مساجد کی مرمت کی گئی اور عقیدہ وفکر کی آزادی میسر آئی:۔

"جميع المدارس كانت مغلقة سابقاً و فتحت بعد الثورة التى حدثت عام ١٩٩٠م. والآن فتحت هذه المدارس بفضل الله تعالى، وبالتعاون مع الحكومة التركية، ثم فتح العديد من هذه المدارس كما فتحت جوامع جديدة، وأصلحت ورممت بعض الجوامع التى كانت فى وضع سئ قبل الإنفتاح والثورة، وأصبح هناك حرية فى التفكير والإعتقاد". (۴۴)

اسی طرح یوکرائن، ہنگری اور دیگر مشرقی و وسطی و مغربی یورپی ممالک سمیت کم وبیش تمام یورپی ممالک میں مسلم اقلیات موجود ہیں۔

ان ممالک سمیت تمام یورپی مسلم اقلیتی ممالک میں نہ صرف مسلم باشندے اسلامی مراکز ومساجد میں کلمہ ونماز، قرآن وحدیث اور دیگر دینی وثقافتی ضروریات کے حوالے سے عربی زبان وخط سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ سرکاری تعلیمی اداروں اور جامعات میں بھی عربی واسلامیات کی بحیثیت اختیاری مضمون تدریس کا انتظام بالعموم موجود ہے اور عالم عرب واسلام وافریقہ نیز مسلم اقلیات سے مختلف النوع روابط اور دیگر علاقائی وعالمی عوامل کی بناء پر کم وبیش تمام یورپی ممالک میں عربی زبان کو روز بروز زیادہ اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔

خلاصہ بحث

''یورپی مسلم اقلیتی ممالک''

یورپ کے مسلم اقلیتی ممالک میں عربی زبان کی موجودہ صورتحال کا خلاصہ درج ذیل نقاط میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ عربی زبان ہر یورپی ملک میں موجود تمام مسلمانوں کی دینی زبان ہے جسے وہ ادائے نماز، تلاوت قرآن، فہم حدیث اور دیگر دینی ضروریات کی خاطر سیکھتے ہیں۔ نیز بچے کے اسلامی نام سے نکاح و جنازہ تک، مہد سے لحد تک، عربی زبان دینی و ثقافتی حوالوں سے ان کی رفیق و ہم نشین ہے اور ہر ملک میں مسلمانوں کی مساجد و مکاتب و مدارس و تنظیمات لسان قرآن و علوم اسلام کو مسلمانوں اور دیگر اہل وطن تک پہنچانے کا فریضہ انجام دے رہی ہیں۔

۲۔ ''عربی زبان'' علیحدہ اختیاری مضمون کی حیثیت سے یا ''اسلامیات'' کے جزو کے طور پر مختلف یورپی ممالک کے مدارس و کلیات (Schools & Colleges) میں پڑھائی جا رہی ہے۔ اور روز بروز مختلف ثقافتی و بین الاقوامی وجوہ کی بنا پر اسے زیادہ اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔ مثلاً تقریباً دو عشرے پہلے (۱۹۸۳ء میں) ھالینڈ اور بلجیم میں عربی زبان کی تدریس کا مراکش سے باقاعدہ معاہدہ ہوا:-

''فی إطار العلاقات الثقافية المتبادلة بين المملكة المغربية وهولندا' وقع معالي الدكتور عز الدين لعراقي وزير التربية الوطنية مع وزير الشئون الخارجية الهولندي إتفاقاً ثقافياً ينص على التزام هولندا بتدريس العربية في مدارسها

الإبتدائية و الثانوية و المهنية" نظرا للإهتمام المتبادل بين المملكتين في توطيد و تجسيد سبل التعاون في المجالات الثقافية و العلمية و الرياضية.

كما تم توقيع آخر لنفس الهدف بين المغرب و بلجيكا يوصي باعتبار اللغة العربية لغة إختيارية في المدارس البلجيكية". (۳۵)

ترجمہ:- مراکش اور ہالینڈ کے مابین دوطرفہ ثقافتی تعلقات کے سلسلہ میں وزیر تعلیم علی عالی جناب ڈاکٹر عزالدین لعراقی نے ہالینڈ کے وزیر امور خارجہ کے ہمراہ ایک ثقافتی معاہدہ پر دستخط کئے ہیں' جس کی رو سے ہالینڈ اپنے پرائمری' ہائی اور پیشہ ورانہ سکولوں میں عربی زبان کی تدریس کا انتظام کرے گا۔ اس کا مقصد دونوں ملکوں کے درمیان علمی' ثقافتی اور کھیل کے میدانوں میں تعاون کی راہوں کو مستحکم ومضبوط بنانے کا دوطرفہ اہتمام ہے۔

نیز اسی مقصد کی خاطر مراکش اور بلجیم کے درمیان بھی ایک اور معاہدہ پر دستخط ہوئے ہیں' جس میں بلجیم کے سکولوں میں عربی زبان کو اختیاری زبان کی حیثیت دینے کی سفارش کی گئی ہے۔

۳۔ یورپ کی کم وبیش تمام یونیورسٹیوں میں "عربی زبان و علوم اسلامیہ و شرقیہ" کے علیحدہ یا مشترکہ شعبہ جات وکلیات موجود ہیں۔ جن میں عرصہ دراز سے مستشرقین اور طلاب علم کی بہت بڑی تعداد عربی واسلامی علوم کی تدریس وتعلیم وتحقیق میں مشغول ہے۔ ان میں عربی زبان کی تدریس' عربی مخطوطات کا احیاء وتحقیق' عربی کتب کی تصنیف اور مختلف یورپی زبانوں میں عربی کتب کے تراجم نیز یورپی زبانوں میں عربی زبان وعلوم وثقافت کے حوالے سے تحقیقی مقالات کی اشاعت' تصنیف وتالیف اور دیگر علمی،

ادبی سرگرمیوں کا سلسلہ یورپ کے طول وارض میں صدیوں سے جاری وساری ہے۔ جن میں یورپ کے مسلم علماء و مشتغلین بھی شامل بلکہ کئی لحاظ سے سرفہرست ہیں۔

ان جامعات اور تعلیمی اداروں سے اب تک عربی اسلامی علوم میں دنیا بھر کے ہزاروں عرب و مسلم و دیگر طلبہ گریجویشن، ایم اے، پی ایچ ڈی اور دیگر اعلیٰ اسناد حاصل کر چکے ہیں اور یورپ میں نیز دنیا بھر کے مختلف مسلم وغیر مسلم ممالک میں، عربی و اسلامی علوم کی تدریس وتحقیق واشاعت میں مشغول چلے آرہے ہیں۔

نیز عرب و مسلم طلبہ کی کثیر تعداد صدیوں سے یورپ کی مختلف جامعات میں سائنس اور آرٹس کے مختلف مضامین کی تعلیم حاصل کرتی چلی آرہی ہے اور قیام یورپ کے دوران میں ان کی عربی اسلامی، دینی وثقافتی سرگرمیاں بڑی وسعت وتنوع کی حامل ہوتی ہیں۔

۴۔ یورپ کے مختلف ممالک میں لاتعداد جمعیات و جماعات، تنظیمات ومؤسسات اور مساجد ومراکز مختلف دینی وثقافتی، سیاسی وتجارتی اور افریشیائی و بین الاقوامی حوالوں سے یورپ میں عربی زبان کی ترویج واشاعت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

نیز یورپی ممالک کی حکومات وسفارات مختلف سطحوں پر اپنی آراء وافکار کے ابلاغ واشاعت اور دیگر مختلف النوع ضروریات کے حوالے سے عربی زبان پر روز افزوں توجہ دے رہی ہیں۔ کیونکہ عربی زبان عرب، مسلم، افریقی اور مسلم اقلیتی ممالک نیز اقوام متحدہ سمیت مختلف علاقائی و بین الاقوامی اداروں کے حوالے سے انتہائی اہمیت اور عالمگیر اثرات کی حامل ہے۔

۵۔ یورپی ممالک میں عربی اسلامی کتب ومؤلفات وسیع پیمانے پر تصنیف وترجمہ شدہ و طباعت واشاعت یافتہ ہیں۔ ان میں قرآن کریم کے لاکھوں نسخے،

''صحاح ستہ'' اور دیگر کتب حدیث کے متون وتراجم نیز فقہ وتفسیر وتصوف کی عربی کتب وتراجم اور دیگر اسلامی موضوعات کی کتب سرفہرست ہیں۔

علاوہ ازیں عربی زبان اور دیگر یورپی زبانوں میں اسلام اور عالم عرب واسلام کے بارے میں لاتعداد یک لسانی' دو لسانی اور کثیر اللسان مجلات و جرائد ونشرات شائع ہوتے ہیں اور یورپی ذرائع ابلاغ (ریڈیو' ٹیلی ویژن وغیرہ) یورپ میں مقیم اہل عرب واسلام نیز عالم عرب واسلام کے حوالے سے عربی زبان میں بکثرت پروگرام پیش کرتے ہیں۔

یورپ میں عربی زبان وعلوم اسلامیہ کے راسخ العقیدہ مسلم علماء ومحققین بھی بکثرت موجود ہیں۔ جنھوں نے زندگی بھر کی محنت اور قربانی سے عربی زبان اور اسلامی علوم کی نشر واشاعت میں عظیم الشان وعدیم المثال کردار ادا کیا ہے۔ ان میں بطور اشارہ عربی' انگریزی' فرانسیسی' جرمن اور دیگر زبانوں میں بکثرت تصانیف کے حامل فرانسیسی مترجم معانی قرآن ڈاکٹر محمد حمید اللہ (اسلامک سنٹر' پیرس) عربی دان انگریز مترجم قرآن' محمد مارما ڈیوک پکتھال اور یہودی نومسلم علامہ محمد اسد (لیوپولڈ وائیز) جو مترجم ومفسر قرآن بزبان انگریزی بعنوان '' The Message of Quran '' ہیں' نیز جرمنی کی حاجہ طاہرہ مصنفہ جرمن ترجمہ معانی قرآن) مفتی اعظم البانیا حافظ صبری کوجی' داغستان کے امام شامل اور دیگر ہزارہا علماء وفضلاء ومجاہدین شامل ہیں ۔ومنھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔

۶۔عربی زبان وادب وعلوم کی کتب کے انگریزی' فرانسیسی' جرمن' ڈچ اور دیگر مختلف یورپی زبانوں میں لاتعداد تراجم و متون کی مستشرقین کی جانب سے اشاعت کے ساتھ ساتھ جن میں ''المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم'' کے علاوہ کئی

ضخیم جلدوں میں کتب صحاح ستۃ کے اشاریہ (Index) پر مبنی لیدن (ھالینڈ) کا مطبوعہ "المعجم المفہرس لألفاظ الحدیث النبوی" (تالیف: ونسک و منسنج و آخرون) بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ نیز لیدن کا "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" اور دیگر یورپی انسائیکلوپیڈیاز اور مقالات بحوالہ علوم عربیہ و اسلامیہ وغیرہ لاتعداد علمی تصانیف موجود ہیں۔ جن کے مفصل تذکرہ کی گنجائش نہ ہونے کے باعث صرف مستشرقین کی جانب سے عربی زبان و علوم کے حوالے سے تصنیف و ترجمہ کردہ مختلف النوع کتب کے مختصر تذکرہ پر اس یورپی بحث کو سمیٹا جا رہا ہے:۔

عربی سے یورپی زبانوں میں مستشرقین کے لاتعداد و مختلف النوع تراجم میں معانی قرآن کریم کے مختلف یورپی زبانوں (لاطینی' جرمن' فرانسیسی، انگریزی وغیرہ) میں بکثرت تراجم سرفہرست ھیں۔

نیز "مشکاۃ المصابیح" "صحاح ستۃ" اور دیگر کتب حدیث کے انگریزی تراجم، المعجم المفہرس لألفاظ الحدیث النبوی (ونسک و منسنج و آخرون' طبع لیدن) وغیرہ۔

"الفتح القریب" ، "الدرۃ الفاخرۃ" اور "مختصر الخلیل" کے فرانسیسی تراجم۔

"مقاصد الفلاسفۃ" کا جرمن ترجمہ۔

نیز "دیوان الحماسۃ" "اشعار الھذلیین"

"نخبة من أبيات الأغاني" کے لاطینی زبان میں تراجم.

اور امرؤ القیس' نابغہ ذبیانی' طرفة بن العبد' خنساء' "بردة" امام بوصیری" اشعار فرزدق و متنبی وابوالعلاء المعری و عنترة وبهاء الدین زهیر کے انگریزی تراجم.

نیز "معلقات" ،"دیوان لبید" ، "تائیة ابن الفارض" شعر ابن قیس الرقیات" اور دیوان أبی فراس" کے ایک حصہ کے جرمن تراجم.

اور زمخشری کی "اطواق الذهب" ،"ملحة الإعراب" ،"رسالة حی بن یقظان" ، "تاج العروس" اور "کلیة و دمنة" کے فرانسیسی تراجم.

نیز "اطواق الذهب" ، "کتاب سیبویه"، " ألف ليلة"، "کلیلة و دمنة" اور "عجائب المخلوقات" کے جرمن تراجم.

اور کتب تاریخ کے لاطینی زبان میں تراجم. مثلاً تراجم "کتاب ابی الفداء" و "مختصر الدول" و "الإفادة و الإعتبار" و "کشف الظنون" و "تاریخ الطبری" و "التاریخ المکین" .

نیز ابن خلکان کی "وفیات الأعیان"، "تاریخ الیمنی"

"العمارة" سیوطی کی "تاریخ الخلفاء"، ابن بطوطہ، ابن حوقل اور مقری کی "نفح الطیب" کے انگریزی تراجم۔

"کتاب أبی الفداء"، مسعودی کی "مروج الذہب"، "طبقات الأطباء" مقریزی کی "تاریخ البربر" اور "وفیات الأعیان" کے فرانسیسی تراجم۔

"سیرۃ ابن ہشام"، "کتاب المغازی" اور مبرد کی "الکامل" کے جرمن تراجم، وغیرہ...(۳۶)

❁❁❁

یورپی مستشرقین کی مرتب کردہ "عربی۔ یوروپی" زبانوں کی معاجم (ڈکشنریوں) میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں۔ جن سے عربی زبان کے لاطینی، جرمن، فرانسیسی، انگریزی، روسی اور دیگر یورپی زبانوں سے قدیم تر لسانی روابط کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے:۔

۱۔ معجم جیجاؤس (عربی: لاطینی) طبع فی میلان 1632م (فی أربع مجلدات)۔

۲۔ معجم جولیوس (عربی: لاطینی)۔ طبع فی لیدن، 1653م۔

۳۔ معجم مانینسکی (عربی: فارسی: ترکی: لاطینی: المانی)۔ (فی أربع مجلدات) طبع فی وی آنا، 1780م

۴. معجم فرايتاغ (عربي : لاطيني) . طبع هليس 1830–1837م (أربع مجلدات).

۵. معجم كازسرسكي (عربي : فرنسي). طبع في باريس 1870م (في مجلدين).

۶. معجم شربونو (عربي : فرنسي) . طبع في باريس 1876م.

۷. معجم بادجر (انجليزى : عربي). طبع في 1881م.

۸. معجم لين (عربي : انجليزى). طبع في لندن 1862–1873م.

(تعد من أكبر المعاجم المطبوعة من قبل المستشرقين).

۹. معجم كوش (عربي: فرنسي). طبع في بيروت 1862م.

۱۰. معجم أرموند. (عربي . جرمن) مطبوعه جيسن ۱۸۷۹ء (دو جلديں).

۱۱. معجم جاسلين (فرنسي : عربي). طبع بين 1886–1888م (ثلاث مجلدات).

۱۲. معجم استانيجاس (إنجليزى: عربي) . طبع في لندن 1884م.

۱۳. معجم دوزى (ملحق المعاجم العربية) .طبع في لندن.

۱۴. معجم جرجاس (عربي : روسي). طبع في قازان 1881م.

۱۵. معجم بوسيد (عربي : فرنسي). طبع في الجزائر 1887م.

(۳۷)

خلاصہ کلام

حاصل کلام یہ کہ عربی زبان براعظم یورپ کے تمام یکی اکثریتی ممالک میں پھیلے ہوئے بطور مجموعی کروڑوں مسلمانوں کی مشترک علمی و دینی زبان کی حیثیت سے وسیع تر یورپی وجوہ و اثرات کی حامل ہے۔ نیز عالم عرب و اسلام و افریقہ کی اہم ترین مشترک زبان اور قدیم وجدید زمانہ میں اہم علمی و بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے یورپ میں صدیوں سے خصوصی اہمیت کی حامل چلی آ رہی ہے۔ مختلف علمی وثقافتی واقتصادی و بین الاقوامی وجوہ و اسباب کی بناء پر یورپی ممالک میں اسے سرکاری، قومی اور تعلیمی سطح پر روز افزوں اہمیت دی جا رہی ہے اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ مستقبل میں ہر یورپی ملک میں ابتدائی و ثانوی و اعلیٰ تعلیم میں مسلم طلبہ کے لئے لازمی یا اختیاری زبان قرار پانے کے علاوہ ہر تعلیمی سطح پر غیر ملکی و بین الاقوامی زبانوں کے گروپ میں شامل قرار پائے۔ نیز یہ بات بھی خارج از امکان نہیں کہ کثیر اللسانی یورپی براعظم میں کسی ایک یورپی زبان (انگریزی، فرانسیسی، جرمن، ہسپانوی، روسی وغیرہ) پر بحیثیت مشترک زبان اتفاق رائے میں حائل قومی ولسانی وثقافتی عصبیات کے شدید تناظر میں عربی زبان کو مشترک رابطہ زبان کی حیثیت سے سرکاری و قومی و تعلیمی زبانوں میں شامل کر لیا جائے۔ کیونکہ عالم عرب و اسلام و افریقہ کے بطور مجموعی اسی (۸۰) سے زائد ممالک سے تعلق رکھنے والی یہی وہ واحد ''افریشیائی و عالمی زبان'' ہے جو ایشیائی زبان ''چینی'' اور یورپی زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، روسی) کے ہمراہ اقوام متحدہ کی سرکاری زبانوں میں شامل اور تسلیم شدہ ہے۔

ج۔ امریکی مسلم اقلیتی ممالک

براعظم شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ کے ممالک "امریکی ممالک کی تنظیم" (Organization of American States) کے ارکان ہیں۔ امریکی ممالک کی نویں کانفرنس سن ۱۹۴۸ء میں کولمبیا کے دارالحکومت بوگوٹا (Bogota) میں منعقد ہوئی جس میں ۳۰ اپریل ۱۹۴۸ء کو "امریکی ممالک کی تنظیم" (O.A.S) کے چارٹر کی منظوری دی گئی۔ جس کی رو سے براعظم امریکہ (شمالی و جنوبی) کے تمام رکن ممالک کو مساوی حیثیت کے حامل ارکان تنظیم قرار دیا گیا۔ جن میں سے ہر ملک کا ایک ووٹ ہے اور کسی بھی رکن ملک کو حق استرداد (VETO) حاصل نہیں۔ اس تنظیم کے رکن ممالک کی کم از کم تعداد (۱۹۹۲ء) پینتیس (۳۵) تھی جس میں بعد ازاں معتد بہ اضافہ ہوا ہے :-

امریکی ممالک

۱. انٹیگوا اینڈ باربوڈا
۲. ارجنٹائن
۳. باھاماز
۴. بارباڈوس
۵. بیلیز
۶. بولیویا
۷. برازیل
۸. کینیڈا
۹. چلی
۱۰. کولمبیا
۱۱. کوسٹاریکا
۱۲. کیوبا
۱۳. ڈومینکا
۱۴. جمہوریہ ڈومینکن
۱۵. ایکواڈور
۱۶. السلواڈور

۱۷. غرناطہ (گرینیڈا)

۱۸. گوئٹے مالا

۱۹. گیانا

۲۰. ہیٹی

۲۱. ہنڈوراس

۲۲. جمیکا

۲۳. میکسیکو

۲۴. نکاراگوا

۲۵. پاناما

۲۶. پیراگوئے

۲۷. پیرو

۲۸. سینٹ کٹس اینڈ نیویز

۲۹. سینٹ لوسیا

۳۰. سینٹ ونسنٹ اینڈ گرینیڈینز

۳۱. سورینام

۳۲. ٹرینڈاڈ اینڈ ٹوباگو

۳۳. ریاست ھای متحدہ امریکہ

۳۴. یوراگوئے

۳۵. وینزویلا ... (۳۸)

امریکی لسانی مناطق

شمالی و جنوبی امریکی ممالک میں لسانی تقسیم کے لحاظ سے انگریزی و ہسپانوی سب سے زیادہ ممالک میں رائج زبانیں ہیں۔ نیز بعض ممالک میں پرتگالی ڈچ اور فرانسیسی زبانیں بھی رائج ہیں۔ جبکہ عیسائی اکثریت کے ان تمام ممالک میں موجود کئی ملین مسلمانوں کی دینی زبان عربی ہے۔

أ. منطقة اللغة الإنجليزية
(انگریزی زبان کا خطہ)

	ملک Country	دارالحکومت Capital
۱-	انٹگوا و بارمودا Antigua & Barmuda	سینٹ جونز Saint Johns
۲-	باھاماس Bahamas	ناساؤ Nassau
۳-	بارباڈوس Barbados	برج ٹاؤن Bridge Town
۴-	بیلیز Belize	بیلموپان Belmopan
۵-	برمودا Bermuda	ھملٹن Hamilton
۶-	کینیڈا Canada	اوٹاوہ Ottawa
۷-	ڈومینیکا Dominica	روساؤ Rossau
۸-	گرینیڈا Greneda	سینٹ جورجز SaintGeorges
۹-	گیانا Guyana	جورج ٹاؤن GeorgeTown

۱۰-	جمیکا	کنگستن
	Jamaica	Kingston
۱۱-	سینت کتس اینډ نیویز	باسی تیری
	Saint Kitts & Nevis	Basseterre
۱۲-	سینت لوسیا	کاستریز
	Saint Lucia	Castries
۱۳-	سینت ونسنت	کنگز تاون
	Saint Vincent	KingsTown
۱۴-	ترینیداد اینډ توباگو	پورت آف سپین
	Trenedad&Tobago	Port of Spain
۱۵-	ریاست های متحده امریکه	واشنگتن ډی سی
	United States of America	Washington D.C.

❂❂❂

أ-	انگویلا	دی ویلی
	Anguilla (Br.)	The valley
ب-	کیمان آیلنډز	جارج تاون
	Cayman Islands(Br.)	George Town
ج-	فاک لینډ	ستینلی
	Falkland Islands(Br.)	Stanley
د-	مونتسیرات	پلای ماوته
	Monteserrat (Br.)	Plymouth

د۔	ترکس اینڈ کیکوس آئی لینڈز	گرینڈ ترک
	Turks & Caicos	Grand Turk
و۔	ورجن آئی لینڈز	روڈ ٹاؤن
	Virgin Islands(Br.)	Road Town
ز۔	ورجن آئی لینڈز	شارلوٹ
	Virgin Islands (U.S.A.)	Chairlotte
ح۔	ویسٹ انڈیز (یو ایس اے)	امولی
	West Indies	Amulie

❁❁❁

ب– منطقة اللغة الإسبانية
(هسپانوی زبان کا خطہ)

	ملک	دارالحکومت
	Country	Capital
۱–	ارجنٹائن	بیونس آئرس
	Argentina	Buenos Airos
۲–	بولیویا	لاپازسکری
	Bolivia	Lapaz Sucre
۳–	چلی	سان تیاگو
	Chile	Santiago
۴–	کولمبیا	بوگوٹا
	Colombia	Bogota
۵–	کوسٹاریکا	سان جوسی
	Costarica	Sanjose
۶–	کیوبا	ھوانا
	Cuba	Hawana
۷–	جمہوریہ ڈومینیکن	سان دومینگو
	Dominican Republic	SanDominigo
۸–	ایکواڈور	کوینو
	Equador	Quito

۹-	ایل سلواڈور El -Salvador	سان سلواڈور San Salvador
۱۰-	گوئٹے مالا Guatemala	گوئٹے مالا سٹی GuatemalaCity
۱۱-	ہنڈوراس Hounduras	ٹیگوجی گالپا Tegucigalpa
۱۲-	میکسیکو Mexico	میکسیکو سٹی Mexico City
۱۳-	نکاراگوا Nicaragoa	ماناگوا Managua
۱۴-	پاناما Panama	پاناما سٹی Panama City
۱۵-	پیراگوئے Paraguay	آسونسون Asunocion
۱۶-	پیرو Peru	لیما Lima
۱۷-	پورٹوریکو PoertoRico	سینٹس ٹاؤن Saint's Town
۱۸-	یوراگوئے Uruguay	مونٹی ویڈیو Montevideo
۱۹-	وینیزویلا Venezuela	کاراکاس Caracas

ج . منطقة اللغة الفرنسية

(فرانسیسی زبان کا خطہ)

	ملک	دارالحکومت
	Country	Capital
ا۔	ہیٹی	پورٹ آف پرنس
	Haiti	Port Au-Prince
ا۔	فرنچ گیانا	کائینی
	French Guiana	Cayenne
ب۔	گوادی لوپ	باسی ٹیری
	Guadelope	Basseterre
ج۔	مارٹینیک	پورٹ دی فرانس
	Martinique	Port de France
د۔	کیوبک (کینیڈا)	کیوبک
	Quebec (Canada)	Quebec

و۔ منطقة اللغة الهولندية
(ہالینڈی زبان کا خطہ)
Dutch Speaking Region

	ملک	دارالحکومت
	Country	Capital
۱-	سورینام	پارامار یبو
	Suriname	Baramaribo
ا-	اروبا	اورنجی ستاد
	Aruba	Oranjestad
ب-	کوراکوا	
	Coracoa	
ج-	نیدرلینڈز انٹیلیز	ولین ستاد
	Netherlands Antilles	Willenstad

(۳۰۹)

براعظم شمالی و جنوبی امریکہ میں انگریزی، ہسپانوی، پرتگالی، فرانسیسی اور ڈچ زبانیں بولنے والے ممالک (شمالی، وسطی، جنوبی امریکی ممالک، کیریبین) لسانی لحاظ سے کم از کم پانچ گروہوں میں منقسم ہیں۔ جن میں "ریاستہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا سمیت انگریزی دان امریکی ممالک کا خطہ ممتاز و نمایاں ہے۔ تاہم تقریباً بیس ممالک پر مشتمل "ہسپانوی زبان کا امریکی منطقہ" بھی تیس کروڑ سے زائد آبادی کا عظیم الشان خطہ ہے اور مختلف لسانی و ثقافتی و دیگر عوامل کی بناء پر کئی لحاظ سے "انگریزی دان منطقہ" سے بدرجہا زیادہ

اہمیت کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔

پرتگالی زبان اگرچہ امریکی براعظموں میں صرف برازیل کی زبان ہے مگر اس کی آبادی چودہ کروڑ سے زائد نیز رقبہ بتیس لاکھ مربع میل سے زائد (32,84,730) ہے۔ نیز پرتگال (یورپ) انگولا، موزمبیق، گنی بساؤ، کیپ وردی وغیرہ (افریقہ) میں بھی پرتگالی زبان رائج و غالب ہے۔

"فرانسیسی زبان کا امریکی منطقہ" کینیڈا کے صوبہ کیوبک کے علاوہ مملکت "ہیٹی" اور بعض دیگر مناطق پر مشتمل ہے اور کینیڈا جیسے وسیع و عریض و ترقی یافتہ ملک میں انگریزی کے ہمراہ سرکاری اہمیت و حیثیت کی حامل ہونے کی بنا پر فرانسیسی زبان کو امریکی براعظموں میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ڈچ زبان (ہالینڈی) آزاد مملکت سورینام اور بعض دیگر امریکی ممالک میں رائج ہے اور "سوریںام" "اسلامی کانفرنس تنظیم" کی رکنیت اختیار کر چکا ہے۔ لہذا ہسپانوی و انگریزی کے مقابلہ میں ڈچ زبان کا امریکی علاقہ عددی لحاظ سے محدود تر ہونے کے باوجود امریکی ممالک میں ڈچ زبان کی اہمیت و حیثیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ان امریکی لسانی مناطق میں عربی کو مسلم اقلیتوں کی دینی زبان، قدیم ترعلمی و عالمی زبان، ہسپانوی زبان سے صدیوں پرانے لسانی روابط نیز اقوام متحدہ کی تسلیم شدہ بین الاقوامی زبان ہونے کی بناء پر مذکورہ زبانوں کے ہمراہ منفرد اہمیت و حیثیت حاصل ہے جس کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:-

منطقـة اللغـة الإنجليـزيـة

English Speaking Region

۱ – ریاستہای متحدہ امریکہ
(U.S.A)

پچاس سے زائد ریاستوں، چھتیس لاکھ مربع میل سے زائد رقبہ (36,18,770) اور پچیس کروڑ سے زائد آبادی پر مشتمل ریاستہای متحدہ امریکہ براعظم شمالی امریکہ میں واقع ہے۔ شمالی وجنوبی امریکہ کے دونوں براعظموں میں مسلمانوں کی سب سے زیادہ تعداد اسی عظیم مملکت میں ہے جو مختلف اندازوں کے مطابق (ساٹھ لاکھ سے ایک کروڑ کے درمیان) کم وبیش ایک کروڑ ہے۔ جبکہ سیاہ فام امریکی کل آبادی کا بارہ فیصد (۱۲ فیصد) یعنی کم از کم تین کروڑ ہیں۔ (۵۰)

امریکی مسلمانوں کی غالب اکثریت بھی انہی سیاہ فام امریکیوں پر مشتمل ہے جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اور عملاً امریکہ میں موجود مسلمانوں کی مجموعی تعداد یہودی آبادی سے کم نہیں جو امریکہ کی کل آبادی کا تین فیصد بتلائے جاتے ہیں۔ (۵۱)

فرق یہ ہے کہ یہود ایک نسلی گروہ کی حیثیت سے غیر یہودیوں کو یہودی بنانے میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے، جبکہ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کا ایک اہم ذریعہ سیاہ فام امریکیوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا وہ مسلسل عمل ہے جو بنیادی طور پر ان سیاہ فام امریکیوں اور ان کے قدیم وجدید امریکی قائدین کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ اس میں غیر ملکی مسلمانوں کا حصہ ثانوی حیثیت کا حامل ہے۔ یہی کئی ملین سیاہ فام مسلمان امریکہ میں عربی زبان واسلامی ثقافت کے فروغ کے وہ سب سے مؤثر و نمایاں تر علمبردار

ہیں جن کی جڑیں امریکی معاشرے میں بہت گہری ہیں۔ ان میں مسلم قائد و مؤلف محمد میلکم ایکس شہید (مالک شہباز) اور محمد علی کلے باکسر جیسے متعدد سیاہ فام امریکی مشاہیر مشہور و معروف ہیں۔

سیاہ فام امریکی مسلمان (Black Muslims) بنیادی طور پر اپنے مذہبی پیشوا امام علیجاہ محمد کی کوششوں سے اس اسلام پر ایمان لائے جس میں آدم علیہ السلام کے سیاہ فام ہونے' کالوں کی گوروں پر برتری اور "ختم نبوت" کی اجماع امت سے ہٹ کر تعبیرات سمیت بہت سے مخصوص افکار و معتقدات تھے۔ "علیجاہ محمد" کی جانب سے ان عقائد کا ترجمان "محمد مخاطب ہے" (Muhammad Speakes) کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری و ساری تھا۔ جب علیجاہ محمد کا انتقال ہو گیا اور منصب "امامت و قیادت" ان کے سلیم الفطرت فرزند امام وارث الدین محمد (والس ڈی محمد) کے سپرد ہوا تو سوڈانی مسلم رہنما ابوجدیر تیجانی شہید نیز دیگر مسلم قائدین کے توسط سے امام وارث الدین محمد پر سیاہ فام امریکی مسلمانوں اور امت کی غالب اکثریت کے اجماعی عقائد میں فروق و اختلافات واضح ہوئے۔ پھر امام وارث الدین محمد حج و عمرہ اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ نیز انہوں نے مصر و جامعہ الازہر کا دورہ کیا اور ان کے سعودی و مصری و دیگر علماء و مشائخ سے علمی و فکری روابط قائم ہوئے۔

بالآخر امام وارث الدین محمد نے علمی و دینی حوالے سے اپنے سیاہ فام فرقہ کے افکار و عقائد پر مسلسل غور و فکر کے بعد بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ یہ اعلان فرمایا کہ ان کے والد "عالی جاہ محمد" نبی نہیں تھے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی خاتم الانبیاء و المرسلین الی یوم الدین ہیں۔ جن کے بعد کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ چنانچہ امام وارث الدین محمد نے قرآن و سنت و شریعت اسلامیہ پر راسخ عقیدہ رکھنے والے "اہل السنۃ و الجماعۃ" کی طرح اپنی جماعت کو "امت اسلام" (Nation of Islam) اور "سیاہ مسلمان" (Black Muslims) کے بجائے "بلالی مسلم" کا نام دیا اور "گورے مسلمانوں" کے لئے بھی "کالے مسلمانوں کی مساجد و مراکز کے دروازے کھول دینے کا حکم دیکر

گورے اور کالے کی وہ تفریق ختم کر دی جو سفید فاموں کی تاریخی زیادتیوں کے خلاف ردعمل کا نتیجہ تھی اور اس نفرت و تعصب سے سفید فام مسلمان بھی مستثنیٰ قرار نہ پا سکے تھے۔

امام وارث الدین محمد کے ان اعتقادی و اصلاحی اقدامات کو ان کے پیروکاروں کی اکثریت نے برضا و رغبت قبول کر لیا۔ تاہم ان کے والد کے پیروکاروں کا ایک طبقہ اپنے سابقہ عقائد پر قائم رہا۔ مگر اول الذکر طبقہ کو روز بروز زیادہ وسعت و پذیرائی حاصل ہوتی چلی گئی۔ یہ "بلالی مسلم" امریکی معاشرہ میں عربی زبان و اسلامی ثقافت کے فروغ کا سب سے بڑا اور موثر ذریعہ ہیں۔

ریاست ھای متحدہ امریکہ میں عربی زبان

امریکہ میں عربی زبان کی مجموعی صورتحال کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

۱۔امریکہ کے کئی ملین مسلمان کلمہ، نماز، تلاوت قرآن، فہم حدیث اور دیگر دینی علوم وضروریات کی خاطر عربی زبان سے بنیادی واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ ملک کے طول وعرض میں ہزاروں مساجد ومراکز ومدارس نیز مختلف افراد وجماعات اس سلسلہ میں سرگرم عمل ہیں۔ پس عربی زبان امریکہ کے کم وبیش ایک کروڑ مسلمانوں کی دینی، و ثقافتی زبان ہے۔اور امریکہ میں انگریزی وھسپانوی کے ساتھ ساتھ عبرانی وعربی بھی بنیادی اہمیت کی حامل زبانیں ہیں۔

۲۔امریکہ میں عربی زبان سے وابستہ اہل عرب واسلام کے علاوہ غیر مسلم عربوں کی کثیر تعداد بھی موجود ہے جو عربی زبان سے قومی وثقافتی وابستگی رکھتے ہیں اور اس کے ادبی وثقافتی فروغ میں اپنے اپنے دائرے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

جبران خلیل جبران، میخائل نعیمہ اور "الأدب المهجر" (مہاجر ادب) تخلیق کرنے والے امریکہ میں مقیم مسلم وغیر مسلم عرب ادباء وشعراء کی کثیر تعداد نے بھی سرزمین امریکہ میں عربی زبان وادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے اور یہ سلسلہ تاحال جاری وساری ہے۔

۳۔امریکہ میں عالم عرب واسلام سے تعلق رکھنے والے لاکھوں افراد تعلیمی و معاشی ضروریات کے تحت مقیم ہیں جن کی علمی ودینی وثقافتی سرگرمیوں میں عربی زبان و اسلامی ثقافت بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ "معهد الفكر الإسلامي العالمي" واشنگٹن (عالمی ادارہ فکر اسلامی) (Intemational Institute of

IslamicThought) جس کے قیام و فروغ میں مرحوم ڈاکٹر اسماعیل راجی الفاروقی اور دیگر مسلم مشاہیر نے اہم کردار ادا کیا۔ وسیع پیمانے پر عربی و اسلامی علوم کی ترویج واشاعت کے لئے سرگرم عمل ہے۔

علاوہ ازیں "اسلامک سنٹر" واشنگٹن و نیویارک سمیت شمالی امریکہ میں چار ہزار سے زائد "اسلامی مراکز" عربی زبان و علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت میں مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔ نیز "اسلامک پارٹی آف نارتھ امریکہ"، "مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن" امریکہ و کینیڈا اور متعدد دیگر قومی ومقامی اہمیت کی حامل جمعیات وتنظیمات وحلقہ جات بھی اپنے اپنے دائرہ کار میں سرگرم عمل ہیں۔

۳۔ امریکہ کے بہت سے تعلیمی اداروں میں عربی زبان کی تدریس کی جاتی ہے۔ بالخصوص مختلف امریکی جامعات (واشنگٹن، نیویارک، ہارورڈ وغیرہ) میں عربی زبان و ادب اور علوم اسلامیہ کے شعبہ جات موجود ہیں۔ جہاں امریکی ماہرین ومستشرقین اعلی علمی وتحقیقی معیارات کے مطابق ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور دیگر مختلف سطوں پر عربی زبان وعلوم اسلام کی ترویج واحیائے مخطوطات میں معروف ومشغول ہیں۔ نیز امریکی لائبریریوں میں لاکھوں عربی اسلامی کتب موجود ہیں۔

۴۔ امریکہ میں ہزاروں عربی اسلامی جرائد و مجلات و نشرات وتصانیف کی اشاعت وطباعت عرصہ دراز سے جاری ہے۔ اور ریڈیو، ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع ابلاغ بھی عربی زبان وعلوم کے فروغ میں وسیع تر کردار ادا کر رہے ہیں۔

نیز عرب، مسلم اور افریقی ممالک کے سفارتخانے بھی عربی اسلامی حوالوں سے نشرواشاعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے مرکز نیویارک اور اس کے تمام ذیلی اداروں میں عربی زبان کو بھی دیگر سرکاری زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، روسی، چینی) کے ہمراہ تحریر وتقریر اور تصنیف وتالیف کے حوالہ سے وسیع فروغ حاصل

ہے۔ (۵۲)

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر بل کلنٹن کے بیان (جنوری 2000ء) کے مطابق اسلام امریکہ میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے اور امریکہ دین اسلام کا پورا احترام کرتا ہے۔ (۵۳)

پس امریکہ میں اسلام اور یہودیت کے احترام و اعتراف کے ساتھ ساتھ ناگزیر ہے کہ عربی و عبرانی زبان کو بھی (انگریزی کے بعد اور ہسپانوی کے ہمراہ) ثانوی امریکی زبانوں کے طور پر سرکاری وقومی و تعلیمی سطح پر باقاعدہ تسلیم کیا جائے اور ہر تعلیمی سطح پر امریکی و غیر ملکی و بین الاقوامی زبانوں کے گروپ میں شامل کیا جائے۔ یہی امریکہ کی جانب سے عالمی سیادت و قیادت اور مذہبی وسیع المشربی کے دعاوی و لائحہ عمل کا عقلی و منطقی تقاضا ہے۔ واللہ الموفق۔

امریکہ میں ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے تباہ کن حادثات کے بعد امریکہ اور اس کے حواریوں نے "الحرب ضد الإرهاب" (دہشت گردی کے خلاف جنگ) کے نام سے جس مختلف النوع و عظیم الشان مشن کا آغاز کیا ہے، اس میں بھی عرب و مسلم دنیا سے براہ راست لسانی رابطہ اور "دہشت گردی" سے نمٹنے کے لیے عربی زبان کی تدریس کو خصوصی اہمیت دی جارہی ہے۔ چنانچہ امریکی "وفاقی تفتیشی ادارہ" (F.B.I.) نے نہ صرف اس سلسلہ میں عربی دان ملازمین بھرتی کرنے کا اہتمام کیا ہے، بلکہ بعض اطلاعات کے مطابق "ایف۔ بی۔ آئی" کے مختلف ملازمین کے لیے عربی زبان کی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی ہے۔

نیز تمام امریکی و مغربی باشندوں میں بھی مطالعہ قرآن و اسلام و جہاد، عالم عرب و اسلام سے براہ راست واقفیت اور "دہشت گردی" کے سدباب کے لیے عربی زبان سیکھنے کے رجحان میں عظیم الشان اضافہ ہوا ہے۔ (۵۴)

❁❁❁

کینیڈا
(CANADA)

کینیڈا اور یاستہائے متحدہ امریکہ سے متصل تقریباً چالیس لاکھ مربع میل (38,51,791) اور کم و بیش تین کروڑ آبادی کا وسیع و عریض انگریزی دان ملک ہے جس میں صوبہ کیوبک کی زبان فرانسیسی ہے جو انگریزی کے ہمراہ سرکاری حیثیت کی حامل ہے۔

کینیڈا میں دنیا بھر کے افراد کی لاکھوں کی تعداد میں حکومت کے ایماء پر نقل مکانی کے برسوں سے جاری عمل کے نتیجہ میں عرب و مسلم تارکین وطن کی تعداد میں بھی معتدبہ اضافہ ہوا ہے اور کینیڈا میں ٹورنٹو، اوٹاوا نیز دیگر مقامات پر ملک بھر میں اسلامی مراکز و مساجد و مدارس و تنظیمات عربی زبان و تعلیمات اسلام کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ نیز کینیڈا کی جامعات میں عربی زبان و علوم اسلامیہ کے شعبہ جات موجود ہیں۔ ان میں مستشرقین و طلاب علم درس و تدریس و تحقیق میں عرصہ دراز سے مشغول اور قابل قدر عربی و اسلامی خدمات کے حامل ہیں۔ نیز کینیڈا کی حکومت عربی زبان پر عالم عرب و "اسلام و افریقہ کی زبان" مسلم اقلیت کی دینی و ثقافتی زبان اور علمی و بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے بتدریج زیادہ توجہ دے رہی ہے۔(۵۵)

۳- دیگر انگریزی دان امریکی ممالک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا کے علاوہ دیگر انگریزی دان امریکی ممالک (ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوباگو، بارباڈوس، گیانا، کیریبین وغیرہ) میں عربی زبان وعلوم اسلام کی مجموعی صورتحال کا اندازہ درج ذیل اقتباسات سے کسی حد تک لگایا جا سکتا ہے جو مسلم محقق ڈاکٹر عبدالجبار (ڈائریکٹر "اسلامک سینٹر" ماری اینا، جارجیا، یو ایس اے) کے مقالے سے ماخوذ ہیں: -

"In 1953 - 54, the first maktab was established in Barbados by Maulana Muhammad Dawood Bandore. Two Alims from India and one Hafiz of the Quran were employed to teach at the maktab. The Second mosque named, City Mosque, was built on February 2, 1957 by the Gujrati community in Barbados.(56)

"Maulana Abdul Aleem Siddiqui and Dr. Fazlur Rahman Ansari of the "World Federation of Islamic Missions" with headquarters in Karachi, Pakistan, visited the Caribbean countries several times in 1950s. They addressed huge gatherings

in the mosques, approached influential individuals, mobilized Dawah workers and invited promising stdudents to "Aleemiyah Institute" at Karachi to attain knowledge of Islamic disciplines to a higher level. Many of the graduates of this institute played remarkable role in promotion of Islamic knowledge in the Carribean. They had prompted M.K. Hossein and the A.S.J.A. leadership to establish a seperate wing to reach out to the greater caribbean society. With the establishment of the "Islamic Missioneries Guild for the Caribbean and South America," Islamic Dawah took a new turn in the Caribbean. Through its monthly paper, the Torch of Islam, radio broadcasts, training camps and distribution of Islamic literature and contact with the Islamic world, the Guild was able to spread the messeage of Islam and influence a number of people fom various ethnic backgrounds and walks of life.(57)

۱۹۶۶ء میں ٹرینیڈاڈ میں "اسلامک مشنریز گلڈ" کا قیام عمل میں آیا۔ محمد ابراہیم ڈیگیا (Degia) بارباڈوس میں گلڈ کے اولین نمائندہ قرار پائے۔ ۱۹۶۸ء میں محمد ابراہیم ڈیگیا کے انتقال پر ان کے فرزند محمد ڈیگیا بارباڈوس میں گلڈ کے نمائندے بنے۔ گلڈ کے زیر اہتمام دعوتی کام کا از سر نو آغاز کیا گیا۔ "سنی مسجد" نے بھی ۱۹۷۱ء میں ایک مکتب کا آغاز کیا۔

> "Establishment of the Islamic Missionary Guild (IMG) was a turning point in the history of the Caribbean. With its inception, Islam travelled to other Caribbean islands through visit of scholars, despatch of Islamic literature and establishment of the branches of the Guild.(58)

ان مختصر اقتباسات سے جنوبی امریکی اور کیریبین ممالک میں اسلامی دعوت اور اس کے ضمن میں نماز و قرآن و حدیث وغیرہ کے حوالے سے عربی زبان کی نشر و اشاعت کا کسی قدر اندازہ کیا جا سکتا ہے جو مذکورہ مساجد و مکاتب اور تنظیموں سمیت تمام عربی اسلامی مراکز و جمعیات تک وسیع تر اور متنوع علمی و دینی و ثقافتی سرگرمیوں پر محیط ہے۔

ب– منطقة اللغة الإسبانية

(ھسپانوی زبان کا خطہ)

ھسپانوی زبان بولنے والے امریکی ممالک جن کی مجموعی آبادی تیس کروڑ سے زائد اور تعداد بیس کے لگ بھگ ہے عیسائی اکثریت کے حامل ہیں۔ تاہم ان ممالک میں بطور مجموعی عرب و غیر عرب مسلمانوں نیز عربی الاصل عیسائیوں کی تعداد بھی کئی ملین ہے۔

ان ھسپانوی دان ممالک میں ارجنٹائن' بولیویا' چلی' کولمبیا' کوسٹاریکا' کیوبا' جمہوریہ ڈومینیکن' ایکواڈور' السلواڈور' گوئٹے مالا' ھنڈوراس' میکسیکو' نکاراگوا' پانامہ' پیراگوئے' پیرو' پورٹوریکو' یوراگوئے اور وینزویلا وغیرہ شامل ھیں۔

ھسپانوی دان امریکی ممالک میں عربی زبان

ھسپانوی دان امریکی ممالک میں عربی زبان کی موجودہ صورتحال کا مختصر جائزہ درج ذیل نقاط میں بیان کیا جاسکتا ہے:-

ا۔ براعظم یورپ میں ھسپانیہ پر عرب مسلمانوں کی حکومت (۷۱۱ء۔۱۴۹۲ء) کی تقریباً آٹھ صدیوں میں عربی زبان نے بطور سرکاری وقومی و علمی وعمومی زبان ھسپانوی زبان وثقافت پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ چنانچہ بظاہر صرف ہسپانوی زبان لاطینی کے ساتھ ساتھ عربی رسم الخط میں بھی لکھی جاتی رہی' بلکہ عربی الفاظ و کلمات کے حوالے سے بھی ھسپانوی زبان کسی بھی دوسری مغربی زبان (انگریزی' فرانسیسی' پرتگالی وغیرہ) کی نسبت عربی سے قریب تر ہے۔ اور یہی صورتحال اہل ھسپانیہ اور ھسپانوی

الاصل لاطینی امریکی باشندوں کی ہے جو اپنے خدوخال، عادات واطوار اور تہذیب و ثقافت میں دیگر مغربی اقوام کے مقابلے میں مخلوط عربی ہسپانوی نسل و تہذیب و ثقافت کا امتزاج نظر آتے ہیں۔ عصر جدید میں ہسپانیہ کی عربی اسلامی علوم و ثقافت سے روز افزوں دلچسپی لاطینی امریکہ کے ہسپانوی دان ممالک تک عربی اسلامی علوم و ثقافت کے فروغ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

> ''جدید ہسپانیہ میں اندلس کی اسلامی میراث سے دلچسپی روز بروز بڑھ رہی ہے محققین کی ایک بہت بڑی تعداد اسلامی عہد کو ہسپانیہ کی قابل فخر میراث سمجھتی ہے اور یہ عہد آج کی بہت سی تصنیفات کا موضوع ہے۔ ہسپانیہ میں اسلامی عہد کے آثار عمارتوں کی صورت میں موجود ہیں اور مخطوطات کی کثیر تعداد کی شکل میں بھی۔ ان جدید علمی رجحانات کے نتیجے میں بہت سے مخطوطات تحقیق کے بعد شائع ہو رہے ہیں۔ ان میں سے غالباً سب سے اہم عبدالملک بن حبیب (متوفی ۲۳۸ھ) کی ''تاریخ'' ہے جو ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی۔ یہ اسلام کی سب سے پہلی عالمی تاریخ ہے جو طبری کی ''تاریخ الرسل والملوک'' سے بھی پہلے لکھی گئی۔
>
> سپین کی جامعات میں عربی زبان اور اسلامی علوم کے شعبے قائم ہیں۔ جہاں تاریخ' اسلام' فقہ' علم حدیث' علم کلام اور اصول فقہ جیسے دقیق علوم پر تحقیق کا کام ہو رہا ہے۔ اور اندلس کی مسلم شخصیات کے تراجم تیار ہو رہے ہیں۔ ان جامعات میں میڈرڈ' غرناطہ' بلنسیہ اور الاکانتے قابل ذکر ہیں۔ ''جامعہ میڈرڈ'' سے ایک وقیع علمی مجلہ ''القنطرۃ'' شائع ہوتا ہے جو پہلے ''الاندلس'' کے نام سے چھپتا تھا۔ ''جامعہ الاکانتے'' سے

مجلہ "شرق الاندلس" شائع ہوتا ہے۔ یہ دونوں رسالے ہسپانوی زبان میں ہیں۔ ایک اور علمی مجلہ میڈرڈ کے "ادارہ ثقافت ہسپانیہ و عرب" سے "الأوراق" کے نام سے ہسپانوی اور عربی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ آج کل کی علمی سرگرمیوں میں پروفیسر گارسیا گومیز' پروفیسورا مانویلا مارین' لوپ آیلا' لوئیس مولینا ایکسپراسیون گارسیا اور ماریا ازابیل فیرو کے نام نمایاں ہیں"۔(۵۹)

۲۔ براعظم شمالی وجنوبی امریکہ کے تقریباً بیس ہسپانوی دان ممالک میں بطور مجموعی کئی ملین عرب ومسلمان آباد ہیں جو عربی زبان سے دینی یا ثقافتی وابستگی رکھتے ہیں۔اس طرح عربی زبان کے ہسپانوی زبان پر صدیوں پرانے لسانی اثرات کے علاوہ عربی ایک مستقل بالذات زبان کی حیثیت سے بھی اس مجموعہ ممالک میں موجود ہے۔مثلاً:۔

۞۞۞

ارجنٹائن (109965مربع میل) کی تقریباً ساڑھے تین کروڑ آبادی (3,338,7000 : سن1993ء) میں سوریا ولبنان وفلسطین وغیرہ سے تعلق رکھنے والے عرب مسلمان پانچ لاکھ اور عیسائی عرب پندرہ لاکھ کے قریب ہیں۔"اسلامی مرکز" کی عظیم الشان عمارت میں نماز جمعہ کے علاوہ عرب ومسلم بچوں کو عربی زبان کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

۞۞۞

کریلیا (4,39,735مربع میل) کی چار ملین کے قریب آبادی میں

ایک لاکھ سے زائد مسلمان ہیں جن میں زیادہ تر سوریا و لبنان و فلسطین سے تعلق رکھتے ہیں۔ نیز تقریبا چوتھائی ملین (ڈھائی لاکھ) عیسائی عرب بھی موجود ہیں۔

❁❁❁

وینزویلا (3,52,143 مربع میل) کی سوا دو کروڑ سے زائد آبادی میں مسلمان پچاس ہزار تا ایک لاکھ ہیں جو زیادہ تر سوریا و لبنان و فلسطین کے مہاجر ہیں۔ جبکہ پاک و ہند کے مسلمانوں کی محدود تعداد بھی موجود ہے۔

❁❁❁

پانامہ (30,193 مربع میل) کی تقریبا تین ملین آبادی میں مسلمان چند ہزار ہیں جو زیادہ تر عرب اور دیگر بھارتی گجرات وغیرہ سے ہیں۔ ''اسلامک دعوۃ فاؤنڈیشن'' کے وجود کے علاوہ پانامہ شہر میں ۱۹۸۰ء/۱۴۰۰ھ میں تین ہزار نمازیوں کی گنجائش کی حامل مسجد کی بنیاد رکھی گئی جس میں لیبیا اور جناب سلیمان بھیکو گجراتی نے خصوصی مالی وسائل فراہم کیے۔

❁❁❁

علاوہ ازیں دیگر ہسپانوی دان ممالک میں بھی عرب (مسلم و مسیحی) اور غیر عرب مسلمان مختلف تعداد میں موجود ہیں اور مختلف ممالک میں ان کے عربی اسلامی ادارے بھی موجود ہیں۔ مثلاً:۔

❁❁❁

پیرو میں چند ہزار مسلمان موجود ہیں جو زیادہ تر بیسویں صدی کے آغاز میں آنے والے سوریا و لبنان و فلسطین کے مہاجرین ہیں۔ پیرو میں (مسلم و مسیحی) عربوں کا ''فلسطینی کلب'' اور بعض دیگر عرب و مسلم ادارے موجود ہیں۔

چلی میں "الإتحاد الإجتماعي لمسلمي تشيلي"۔
(چلی کے مسلمانوں کی سوشل یونین) قابل ذکر ہے۔

❁❁❁

کوسٹاریکا کی محدود عرب آبادی میں سان خوسے سٹی کا "اسلامک سنٹر" برائے عربی اسلامی تعلیم...(٦٠)

❁❁❁

ج. منطقة اللغة البرتغالية
(پرتگالی زبان کا خطہ)

برازیل
(Brazil)

برازیل، برا عظم جنوبی امریکہ میں پرتگالی زبان بولنے والی واحد مملکت ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً (32,84,730) مربع میل اور آبادی پندرہ کروڑ سے زائد ہے (15,54,00000:1992) دارالحکومت برازیلیا اور نوے فیصد سے زائد آبادی عیسائی ہے۔ (کیتھولک:88فیصد پروٹسٹنٹ:6فیصد وغیرہ)۔

پرتگالی زبان برازیل کے علاوہ یورپ میں پرتگال اور افریقہ میں انگولا، موزمبیق، گنی بساؤ اور کیپ وردی وغیرہ میں رائج ہے۔

برازیل میں دس لاکھ سے زائد عربی الاصل مسلمان ہیں جو زیادہ تر ساؤپولو میں مقیم ہیں۔ ان کی مساجد و مراکز ساؤپولو ریو ڈی جنریو وغیرہ میں موجود ہیں۔ نیز برازیل میں چالیس لاکھ سے زائد عربی الاصل عیسائی بھی موجود ہیں جو مسلم عربوں کی نسبت اہل ثروت اور سیاسی و اقتصادی زندگی پر نمایاں اثرات کے حامل ہیں۔

غیر مسلم مترجمین کے قرآن کریم کے کم از کم پانچ تراجم کے علاوہ جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل اور پیرس کی "جامعہ سوربون" سے پی ایچ ڈی کے حامل ڈاکٹر حلمی نصر مصری (استاذ عربی زبان وعلوم اسلامیہ ساؤپولو یونیورسٹی برازیل) نے 1962ء میں قرآن کریم کے پرتگالی ترجمہ کا آغاز کیا۔ اور اس طرح ایک عرب مسلمان عالم کی جانب سے پرتگالی زبان میں ترجمہ معانی قرآن کا فریضہ سرانجام دیا۔

پرتگالی جامعات کے عربی اسلامی تدریسی و تحقیقی کام کے علاوہ بھی پرتگالی زبان میں محدود پیمانے پر عربی اسلامی لٹریچر موجود ہے۔ (۶۱)

د. منطقة اللغة الفرنسية

(فرانسیسی زبان کا خطہ)

فرانسیسی دان امریکی ممالک میں ھیٹی اور بعض دیگر مناطق شامل ہیں۔ مثلاً فرنچ گیانا' گواڈی لوپ' مارٹینک' کینیڈا کا صوبہ کیوبک وغیرہ)۔

قلیل تعداد میں مسلمانوں کی مختلف مقامات پر آبادی اور عربی اسلامی درس تدریس کے اہتمام کے علاوہ بعض عمومی اداروں میں بھی عربی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے۔ (٦٣)

❁❁❁

منطقة اللغة الهولندية
(ڈچ زبان کا خطہ)

سورینام
(Suriname)

ڈچ زبان کے ممالک ومناطق (سورینام، اروبا، کوراکوا، نیدرلینڈ، انٹیلیز وغیرہ) میں سورینام نہ صرف آزاد وخود مختار مملکت کی حیثیت سے نمایاں تر ہے بلکہ سورینام (63,037 مربع میل) کی چار لاکھ سے زائد آبادی (4,02,000 1992ء) میں مسلمان کم ازکم بیس فیصد ہیں۔

کیتھولک: 23 فیصد پروٹسٹنٹ: 19 فیصد ہندو: 27 فیصد

مسلم: 20 فیصد متفرق: 11 فیصد۔(۶۳)

سورینام "اسلامی کانفرنس کی تنظیم" کا رکن ہونے کی وجہ سے بھی براعظم شمالی وجنوبی امریکہ میں منفرد وممتاز حیثیت کا حامل ہے اور اس حوالے سے یہاں عربی، اسلامی اثرات گزشتہ چند سال سے روز افزوں ہیں۔ دارالحکومت پاراماریبو نیز دیگر شہروں میں مساجد ومراکز اسلام میں عربی اسلامی تعلیم کا انتظام موجود ہے۔ عرصہ دراز سے عیدالفطر پر قومی تعطیل ہوتی ہے۔ اور جنوبی امریکہ میں سورینام ہی میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی پائی جاتی ہے جو تقریباً ستر فیصد انڈونیشی الاصل اور تیس فیصد پاک وہند کے مہاجرین ہیں۔

ڈچ زبان میں قرآن کریم کے کم ازکم تین تراجم موجود ہیں (احمدیہ لاہوریہ، احمدیہ قادیانیہ اور مستشرق جان ایچ کریمر کے تراجم معانی قرآن)۔(۶۴)

خلاصہ کلام
"امریکی مسلم اقلیتی ممالک"

براعظم شمالی وجنوبی امریکہ وکریبین کے ممالک میں عربی زبان کی صورتحال کا خلاصہ درج ذیل نقاط میں بیان کیا جاسکتا ہے:۔

۱۔عربی زبان امریکی ممالک میں پھیلے ہوئے کئی ملین مسلمانوں کی دینی وثقافتی زبان ہے جسے وہ کلمہ ونماز، تلاوت قرآن، فہم حدیث اور دیگر دینی وثقافتی ضروریات کیلئے حتی الامکان سیکھتے ہیں اور ان کی کثیر تعداد میں قائم شدہ مساجد ومراکز ومدارس و تنظیمات، عربی زبان اور اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کا اہتمام کرتی ہیں۔ نیز اسلامی عبادات و دیگر دینی وثقافتی امور کا حتی الوسع انتظام و انصرام کرتی ہیں۔

۲۔عربی زبان مختلف امریکی ممالک میں پھیلے ہوئے کئی ملین مسلم ومسیحی عربوں کی نسلی وثقافتی زبان ہے جس کی تعلیم وتدریس اور نشر واشاعت کے وہ لسانی وثقافتی حوالوں سے خواہشمند اور اس کے لئے مختلف سطحوں پر سرگرم عمل ہیں۔

۳۔عربی زبان وعلوم اسلام کی مختلف امریکی ممالک کے مختلف النوع مدارس و کلیات وجامعات میں درس وتدریس عرصہ دراز سے جاری اور روزافزوں ہے۔ مختلف جامعات میں عربی زبان وادب وثقافت وعلوم اسلامیہ کے شعبہ جات موجود ہیں۔ جن میں لاتعداد اساتذہ، محققین، مستشرقین نیز طالبان علم عربی اسلامی علوم کی تعلیم وتحقیق میں مشغول ہیں۔

۴۔غیر امریکی عرب ومسلم طلبہ کی کثیر تعداد مختلف امریکی ممالک کی جامعات و کلیات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی ہے۔ نیز عرب ومسلم افراد کی بطور مجموعی لاکھوں کی تعداد

میں یو ایس اے، کینیڈا اور دیگر امریکی ممالک میں نقل مکانی کا سلسلہ عرصہ دراز سے مختلف اقتصادی وسیاسی ومعاشرتی وسفارتی حوالوں سے جاری ہے۔ ان لاکھوں افراد کی عربی زبان وثقافت سے مربوط دینی وثقافتی سرگرمیاں امریکی ممالک میں عارضی ودائمی قیام کے دوران جاری وساری ہیں۔ نیز امریکی براعظموں کے طلباء اور دیگر افراد کی کثیر تعداد حج وزیارات کے علاوہ عالم عرب واسلام کی جامعات میں عربی اسلامی تعلیم کے حصول کیلئے آتی ہے اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد امریکی ممالک میں عربی زبان کی تعلیم اور اسلامی دین وثقافت کی نشر واشاعت میں اپنا حصہ ادا کرتی ہے۔

۵۔ امریکی ممالک وسفارات میں عربی کتب وتصانیف وجرائد ومجلات وغیرہ کی کثیر تعداد شائع ہوتی ہے۔ نیز امریکی ممالک کی لائبریریوں میں عربی کتب وجرائد کے علاوہ علوم عربیہ واسلامیہ کے بارے میں بطور مجموعی ہزاروں کتب انگریزی، ہسپانوی، فرانسیسی، ڈچ اور دیگر مغربی ومشرقی زبانوں میں موجود ہیں۔ نیز ان ممالک کے افراد کی کثیر تعداد نے مختلف امریکی زبانوں میں قرآن کریم، کتب احادیث اور مختلف علوم عربیہ واسلامیہ کے تراجم کرکے اصل عربی متون کے ہمراہ یا بغیر متن کے تراجم شائع کئے ہیں اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے۔

مختلف امریکی ممالک کے ذرائع ابلاغ (ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ وغیرہ) اندرون و بیرون ملک کے عربی دان افراد واقوام کے لئے مختلف النوع عربی پروگرام پیش کرتے ہیں۔ نیز نیویارک میں اقوام متحدہ کے مرکزی دفاتر اور مختلف امریکی ممالک میں ان کے ذیلی ادارے عربی سمیت اقوام متحدہ کی چھ سرکاری زبانوں (عربی، انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، روسی اور چینی) میں تحریر وتقریر وترجمہ وتصنیف کا اہتمام کرتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں اقوام متحدہ کی سرکاری زبانوں میں شمولیت کے بعد سرکاری وقومی و تعلیمی سطح پر مختلف امریکی ممالک میں عربی زبان کو انگریزی وہسپانوی وغیرہ کے ہمراہ اہم تر زبان کی حیثیت حاصل ہو رہی ہے۔ (۶۵)

عربی کی تدریس و اشاعت میں یکسانیت

عالم عرب و اسلام و افریقہ نیز دنیا بھر کے مسلم اقلیتی ممالک میں عربی زبان کی تدریس و ترویج کے مختلف و متنوع اقدامات میں یکسانیت و موافقت پیدا کرنے کے لیے مختلف تنظیمیں اور ادارے جس قسم کی تجاویز اور قرار دادیں پیش کرتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں، ان میں سے بطور اشارہ بعض کا تذکرہ درج ذیل ہے:۔

❀❀❀

۱- براعظم یورپ کے مسلمانوں کی اہم نمایندہ تنظیم " المجلس الإسلامی الأوروبی " (Islamic Council of Europe) نے کئی برس پہلے اپنی کانفرنس منعقدہ لندن میں یہ قرارداد منظور کی:۔

" عربی زبان کو تمام مسلم ممالک میں "لسان ثانی" (Second Language) کی حیثیت دی جائے ."

(۶۶)

❀❀❀

۲- " جمعیۃ نشر اللغۃ العربیۃ ، کراتشی " کے زیر اہتمام ۱۷ تا ۱۹ مارچ ۱۹۸۸ء کراچی میں ایک" عالمی عربی کانفرنس" منعقد ہوئی جس میں انڈونیشیا' ملائیشیا' برونائی دارالسلام، مالدیپ' بنگلہ دیش' پاکستان' ایران' سعودی عرب' کویت' متحدہ عرب امارات' قطر' عراق' اردن' سوریا (شام) سوڈان' الجزائر' مغرب (مراکش) اور صومالیہ سمیت بہت سے مسلم ممالک کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں عالم اسلام میں عربی زبان کے فروغ کے سلسلے میں بہت سی قراردادیں منظور کی گئیں ان میں یہ سفارش بھی شامل تھی کہ:۔

"ہر مسلم ملک میں عربی زبان کو کم از کم ثانوی جماعتوں تک لازمی تعلیمی مضمون قرار دیا جائے." (۶۷)

۳۔ ۳۱ مارچ ۱۹۸۸ء کو "شعبہ عربی" جامعہ پنجاب لاہور کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں ایک "قومی عربی سیمینار" منعقد ہوا جس کے مہمان خصوصی پاکستان میں کویت کے سفیر السید قاسم عمر یاقوت تھے۔ اس میں سفیر محترم کے علاوہ رئیس جامعہ پنجاب لاہور ڈاکٹر رفیق احمد، وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک، رئیس وفاقی شرعی عدالت جناب جسٹس گل محمد، سابق عمید (پرنسپل) گورنمنٹ کالج لاہور پروفیسر اشفاق علی خان، ڈین "کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ" جامعہ پنجاب، ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ اور معروف مصری دانشور ڈاکٹر محمود فہمی حجازی کے خصوصی خطابات تھے۔

اس سیمینار میں پاکستان کی مختلف جامعات کے شعبہ ہائی عربی کے سربراہ، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (جامعہ پنجاب) ڈاکٹر میر ولی خان (معهد اللغات الحديثة، اسلام آباد)، ڈاکٹر فضل معبود (جامعہ پشاور)، ڈاکٹر الٰہی بخش جار اللہ (اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور)، ڈاکٹر عبدعلی قادری (جامعہ سندھ، جامشورو)، ڈاکٹر جمیل احمد (جامعہ کراچی)، نیز عربی کے اساتذہ و طلبہ بھی بہت بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ اور ان اہل علم نے مختلف اہم مقالات پیش کئے۔ اس ایک روزہ قومی سیمینار میں عربی زبان کی ترویج کے سلسلے میں بعض اہم قراردادیں بھی منظور کی گئیں:۔

قرار داد

شعبہ عربی جامعہ پنجاب لاہور کے زیر اہتمام یہ "قومی عربی سیمینار"، "منظمة المؤتمر الاسلامی" (اسلامی کانفرنس کی تنظیم) کے رکن ممالک کی اکثریت کی جانب سے عربی کو سرکاری و قومی زبان اور لازمی تعلیمی مضمون قرار دینے کے مختلف اقدامات پر اظہار مسرت کرتا اور اس پر انہیں مبارکباد دیتا ہے۔ نیز تمام مسلم ممالک میں عربی زبان کے فروغ کے لئے یکساں اقدامات کی

ضرورت واہمیت کو محسوس کرتے ہوئے سفارش کرتا ہے کہ:۔

> عربی زبان کو قرآن و حدیث، علوم اسلامیہ اور امت مسلمہ کی ہر زمان و مکان میں دائمی و مشترک زبان ہونے کی بناء پر ہر مسلم ملک میں سرکاری، قومی اور تدریسی زبانوں میں شامل کیا جائے۔ اور ابتدائی، ثانوی اور جامعی تعلیم میں لازمی مضمون کی حیثیت دی جائے۔
>
> نیز مسلم اقلیت کے تمام ممالک میں مسلم طلبہ کے لئے ابتدائی و ثانوی تعلیم میں عربی زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت دلوانے کے لئے ان کی حکومتوں کے توسط سے مؤثر کوششیں کی جائیں۔
>
> اور ان امور کے سلسلے میں "اسلامک کانفرنس" کے سربراہی اجلاس میں فیصلہ کن قرارداد منظور کی جائے۔(۶۸)

۴۔ "عرب لیگ" (بیس سے زائد عرب ممالک پر مشتمل) کی تنظیم برائے تعلیم، سائنس اور ثقافت "المنظمة العربية للتربية والعلوم والثقافة" (A.L.E.S.C.O.) کے بنیادی مقاصد میں عربی زبان کی دنیا بھر میں ترویج واشاعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔(۶۹)

۵۔ "اسلامی کانفرنس" (۵۵ سے زائد ممالک) کی تنظیم برائے تعلیم، سائنس اور ثقافت "المنظمة الإسلامية للتربية والعلوم والثقافة" (I.C.E.S.C.O.) کے اجلاس منعقدہ اسلام آباد (۱۹۸۸ء/ ما قبل) کے بعد اس تنظیم

کے درج ذیل دو بنیادی مقاصد کو مزید خصوصی اہمیت دی جا رہی ہے:-

۱ – نشر اللغة العربية (عربی زبان کا فروغ)

۲ – محو الأمية (ناخواندگی کا خاتمہ). (۷۰)

۶ – "اقوام متحدہ" کی تنظیم برائے تعلیم، سائنس اور ثقافت" منظمة الأمم المتحدة للتربية والعلوم والثقافة " (U.N.E.S.C.O.) "عرب لیگ" اور "اسلامی کانفرنس" کی متعلقہ تنظیموں "الیسکو" اور "آئیسکو" کے تعاون سے دیگر تعلیمی، ثقافتی اور سائنسی مقاصد کے ہمراہ دنیا بھر میں عربی زبان کی تدریس و ترویج کے سلسلہ میں بھی سرگرم عمل ہے۔ (۷۱)

❁❁❁

ان مختصر اشارات سے عالم عرب و اسلام و افریقہ نیز دنیا بھر کے مسلم تعلیمی ممالک میں عربی زبان کی تدریس و اشاعت کے مختلف و متنوع اقدامات میں یکسانیت و موافقت پیدا کرانے کی عالمگیر فکر و مساعی کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ باب
لغة الأقليات المسلمة

ان تمام تفصیلات سے "لغة الأقليات المسلمة" (مسلم اقلیتوں کی زبان) کی حیثیت سے عربی زبان کی ایشیا' آسٹریلیا' افریقہ' یورپ' شمالی وجنوبی امریکہ کے مسلم اقلیتی ممالک میں دینی وتعلیمی وثقافتی نیز سرکاری و قومی وعالمی اہمیت وحیثیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

پس عربی زبان دنیا بھر کے تمام براعظموں میں پھیلے ہوئے غیر مسلم ممالک کی مسلم اقلیات کی واحد مشترکہ علمی ودینی زبان کی حیثیت سے دائمی وعالمی مقام کی حامل ہے اور دنیا بھر کے غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیات کے حوالہ سے بالخصوص، نیز مختلف دیگر عربی، اسلامی، افریقی، عالمی وعلاقائی عوامل ووجوہات کی بناء پر بالعموم، خاصی تیز رفتاری سے فروغ پذیر ہے اور بتدریج ان ممالک کی دینی وتعلیمی وثقافتی نیز سرکاری وقومی وعالمی رابطہ زبانوں میں مؤثر شمولیت کی جانب پیش قدمی کر رہی ہے۔ نیز اس سلسلہ میں کئی مراحل طے کر چکی ہے۔ جس کا ایک اہم ثبوت " اسلامی کانفرنس کی تنظیم " اور " افریقی اتحاد کی تنظیم " کی سرکاری زبانوں (عربی، انگریزی، فرانسیسی) میں شمولیت کے بعد (۱۹۸۰ء میں) دنیا بھر کے ممالک (۱۸۰ سے زائد) کی نمائندہ تنظیم " اقوام متحدہ " کی سرکاری زبانوں (عربی، انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، روسی، چینی) میں عربی زبان کی شمولیت ہے۔ وإن في ذلك لآيات لأولي الألباب.

⚙⚙⚙

حواشی باب چہارم

۱۔ برصغیر کے بارے میں معلومات مختلف مصادر سے ماخوذ ہیں۔ اعداد و شمار میں کسی اختلاف کی صورت میں ہر ملک کے بارے میں سرکاری اعداد و شمار ہی قابل ترجیح ہوں گے۔

۲۔ مفتی جمیل الرحمن قاسمی: گنجینۂ وحدت، ص ۶۸-۶۹ ' شاہ ولی اللہ اکیڈمی، دہلی ' ۱۹۹۰ء۔

۳۔ جمیل الرحمن قاسمی: گنجینۂ وحدت ' ص ۶۹-۷۰۔

۴۔ جمیل الرحمن قاسمی: گنجینۂ وحدت، ص ۷۱-۷۲۔

5۔ مسعود الندوی: تاريخ الدعوة الإسلامية في الهند' ص ۱۹۲، بیروت، دار العربیة، ۱۳۷۰ھ۔

٦۔ مسعود الندوی: تاريخ الدعوة الإسلامية في الهند- ص ۱۹۷۔

۷۔ مسعود الندوی: تاريخ الدعوة الإسلامية في الهند ص ۱۹۹۔

۸۔ دہلی میں اردو، پنجابی دوسری سرکاری زبان' بحوالہ روزنامہ "ڈان" لاہور مورخہ ۵، اپریل ۲۰۰۰ء۔

۹۔ بھارت میں عربی زبان کے حوالے سے یہ معلومات مذکورہ سابقہ مصادر اور دیگر مختلف علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۱۰۔ چین کے بارے میں یہ معلومات مختلف مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۱۱۔ چی ون: چین ایک عام جائزہ، باب اول: جغرافیہ، ص ۳-۵، غیر ملکی زبانوں کا اشاعت گھر، بیجنگ، پہلا ایڈیشن ۱۹۸۳ء۔

۱۲۔ چی ون: چین ایک عام جائزہ' باب پنجم: مذاہب (۲) اسلام، ص ۲۸۹-۲۹۰۔

۱۳۔ بحوالہ پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، سابق استاذ شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی و پرنسپل اورینٹل کالج لاہور۔

۱۴۔ جمیل دان: چین ایک عام جائزہ، ص ۲۷۳-۲۷۵۔

۱۵۔ جمیل دان: چین ایک عام جائزہ، ص ۲۸۳۔

۱۶۔ عبدالكريم عوض الهيازع : مناهج تعليم اللغة العربية في الجامعات الإسلامية الحكومية باندونيسيا (دراسة وصفية و تقويمية) مقالہ برائے پی ایچ ڈی، جامعۃ پنجاب لاهور، ص ۲۱ (بحوالہ احمد محمد جاسوية، تعليم اللغة العربية كلغة أجنبية في جنوب شرق آسيا. (مقال غیر منشور)۔

۱۷۔ براعظم آسٹریلیا کے بارے میں یہ معلومات متفرق مصادر سے ماخوذ ہیں۔ اور ''آسٹریلیا میں مسلمان'' (از: تورا کیہ قاضی) کے زیر عنوان تفصیلات ڈاکٹر کتانی کی کتاب ''مسلم مائنریٹیز آف دی ورلڈ'' کے مضمون کے ترجمہ اور اس پر تازہ معلومات کے اضافہ پر مبنی اس مقالہ پر مشتمل ہیں جو ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' لاہور، نومبر ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا (ص ۴۱تا۴۹)۔

۱۸۔ بحوالہ محترمہ تہمینہ منیر، استاذ شعبہ اسلامیات، جامعہ پنجاب، لاہور، مقیم آسٹریلیا۔

۱۹۔ نیوزی لینڈ کے بارے میں درج تفصیل ڈاکٹر کتانی کی کتاب ''مسلم مائنریٹیز آف دی ورلڈ'' کے مضمون سے ماخوذ اور اس پر تازہ معلومات کا اضافہ ہے جو ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' لاہور، جولائی ۲۰۰۲ء میں ''بحرالکاہل میں مسلمان اقلیتیں'' (از: تورا کیہ قاضی) کے زیر عنوان شائع ہوا (نیوزی لینڈ، ص ۵۱-۵۲)۔

۴۰۔ ''فجی'' کے بارے میں تفصیلات بحوالہ سابقہ ''بحرالکاہل میں مسلمان اقلیتیں (از: توراکینہ قاضی) ''ترجمان القرآن'' لاہور، جولائی ۲۰۰۲ء (فجی: ص ۴۷-۵۱)۔

۴۱۔ ''نیوکیلے ڈونیا'' کے بارے میں تفصیلات بحوالہ سابقہ ''بحرالکاہل میں مسلمان اقلیتیں (از: توراکینہ قاضی)''ترجمان القرآن''لاہور، جولائی ۲۰۰۲ء (نیو کیلے ڈونیا، ص ۵۳ تا ۵۶)۔

۴۲۔ ''پاپوآ نیوگنی'' کے بارے میں مذکورہ معلومات بحوالہ سابقہ ''بحرالکاہل میں مسلمان اقلیتیں'' (از توراکینہ قاضی):''ترجمان القرآن'' ،لاہور، جولائی ۲۰۰۲ء (پاپوآ نیوگنی،ص ۵٦)

۴۳۔ بحرالکاہل کے''دیگر ممالک''کے بارے میں مذکورہ مندرجات بحوالہ سابقہ ''بحرالکاہل میں مسلمان اقلیتیں''(از: توراکینہ قاضی)''ترجمان القرآن''لاہور، جولائی ۲۰۰۲ء، (سالومن آئی لینڈز، مغربی ساموآ: ص ۵٦، بقیہ ممالک:ص ۵۷)۔

۴۴۔ ''انٹارکٹیکا'' کے بارے میں مذکورہ مختصر معلومات متفرق مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۴۵۔ إدارة الأقليات المسلمة بالرابطة : الأقليات المسلمة في أفريقيا، مجلة رابطة العالم الإسلامي' مكة المكرمة، عدد: ديسمبر ۱۹۸۳م، ص ۱۰۱-۱۰۹ بعد.

۴٦۔ نفس المرجع.

۴۷۔ اکثر مذکورہ معلومات کے لئے ملاحظہ ہو: - مقالہ جلال عباس: اللغة العربية في أفريقية مطبوعة مجلة "رابطة العالم الإسلامي". مكة' ديسمبر ۱۹۸۳م، ص ۷٦۔

۲۸۔ افریقی ممالک میں عربی زبان کے حوالے سے مذکورہ معلومات مختلف مصادر سے ماخوذ ہیں۔ اعداد و شمار وغیرہ میں کسی بھی اختلاف کی صورت میں سرکاری اعداد و شمار ہی مستند تر و قابل ترجیح تصور کئے جائیں۔

۲۹۔ یورپی ممالک کے ناموں اور ملکی زبانوں وغیرہ کے حوالے سے مذکورہ معلومات ایک سے زائد مصادر سے ماخوذ ہیں۔ حتی المقدور احتیاط کے باوجود ان میں اختلاف و اخطاء کا امکان موجود ہے۔ لہذا کسی بھی اختلاف کی صورت میں متعلقہ سرکاری معلومات ہی قابل ترجیح و مستند قرار پائیں گی۔

۳۰۔ ادریس صدیقی: نیا عالمی نظام یا نیا عالم اسلام، مضمون مطبوعہ "اردو ڈائجسٹ" لاہور، اکتوبر ۱۹۹۱ء، ص ۸۷۔

۳۱۔ پروفیسر ساجد میر: مقالہ "دریائے آمو کے اس پار" مطبوعہ "جمعہ میگزین" روزنامہ "پاکستان" لاہور، ۵ مارچ ۱۹۹۳ء، ص 11 - (بحوالہ جناب احمد قاضی، قائد "تحریک اسلامی" داغستان)۔

۳۲۔ دکتورۃ س. آکینر: "الإسلام فی الإتحاد السوفیتی" مقال مطبوع فی مجلة "التوحید" الطهران، محرم۔ صفر ۱۴۰۴ھ ص ۲۱۔

۳۳۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مضمون پروفیسر ساجد میر: "دریائے آمو کے اس پار" مطبوعہ جمعہ میگزین روزنامہ "پاکستان" لاہور، ۵ مارچ ۱۹۹۳ء، ص ۱۱۔

۳۴۔ روس میں عربی زبان کے حوالے سے یہ معلومات مختلف افراد و مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۳۵۔ خالد مسعود: ڈاکٹر ماریا ازوفلی: ایک تعارف، مقالہ مطبوعہ "فکر و نظر" اپریل۔ جون ۱۹۹۳ء / شوال۔ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ، ص ۱۴۳، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔

۳۶ – أحمد حسن الزیات: تاریخ الأدب العربی، ص ۵۱۴-۵۱۵۔

القاهرة' مطبعة الرسالة' ١٩٥٥ م.

٣٧۔ فرانس کے بارے میں مذکورہ معلومات مختلف اہل علم اور علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

٣٨۔ ملاحظہ ہو روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور ہفتہ ٧ دسمبر ١٩٨٣ء۔

٣٩۔ أحمد حسن الزيات : تاريخ الأدب العربي، ص ٥١٦.

٤٠۔ برطانیہ کے بارے میں معلومات مختلف اہل علم اور علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

٤١۔ أحمد حسن الزيات . تاريخ الأدب العربي، ص ٥١٥-٥١٦.

٤٢۔ محسن فارانی: مقالہ ''یوگوسلاویہ'' مطبوعہ ''اردو ڈائجسٹ''، لاہور، اکتوبر ١٩٩١ء، ص ١٩٧۔
(نیز بلغاریہ میں مسلمان تیس لاکھ ہیں۔ بقول مفتی بلغاریہ ''شیخ نسیم گی'' بحوالہ پروفیسر ساجد میر، مضمون، ''دریائے آمو کے اس پار'' جمعہ میگزین روزنامہ ''پاکستان'' لاہور، ٥ مارچ ١٩٩٣ء، ص ١١)۔

٤٣، ٤٤– حوار سامر علاوي مع مفتي مسلمي رومانيا الشيخ شاهين قادري، في جريدة "العالم الإسلامي" و المطبوعة في مجلة "الفاروق" للجامعة الفاروقية، كراتشي، العدد : ربيع الثاني و جمادى الأولى والثانية ١٤٢٣ هـ/٢٠٠٢م، ص ٣٨.

٤٥ ۔ مجلة "اللسان العربي" الرباط (نصف سنویہ) عدد ٢٠، ١٩٨٣م، ص ٣٤٨۔

٤٦. راجع جرجي زيدان: تاريخ آداب اللغة العربية ج ٣، ص ٥٢٥،
دار مكتبة الحياة، بيروت، ١٩٦٧ م.

٤٧. جرجي زيدان . تاريخ آداب اللغة العربية، ج ٣، ص ٥٢٣ . ٥٢٥.

48 - The Statesman,s Year Book, 129th Edition 1992 - 93, P. 54 -

55 (O.A.S), Edited by : Brian Hunter, London & Baringstoke, The Macmillan Press Limited.

۴۹ ۔ براعظم شمالی وجنوبی امریکہ کے بارے میں یہ تفصیلات مختلف علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔ کسی بھی اختلاف یا ممکنہ اغلاط کی صورت میں سرکاری بیانات ہی قابل ترجیح و مستند تصور کیے جائیں۔

50 - World Book Encyclopedia, 1988 (U.S.A.) V. 20, P.100) World Book Inc. (A Scot Fetzer Company, Chicago, London, Sydney, Toronto. (Black : 12%).

51 - P.C. Globe (5.0) 1992. (U.S.A) Jews : 3%) Muslims: 2%).

۵۲۔ امریکہ میں عربی واسلام نیز "بلالی مسلمان" کے بارے میں یہ معلومات مختلف افراد و مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۵۳۔ ملاحظہ ہو بیان صدر بل کلنٹن روزنامہ "دن" لاہور مورخہ ... جنوری ۲۰۰۰ء۔

۵۴- یہ معلومات مختلف مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۵۵۔ کینیڈا کے بارے میں یہ معلومات متفرق افراد و علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

56- Dr. Muhammad Abdul Jabbar : Early Da,wah Work in the Caribbean, published in "al-Muhaqqiq" Volume 1, issue: 3, January 2000, P.20, Institute of Islamic Studies, Mirpur, Azad Jammu & Kashmir University.

57 - 1bid., P. 19-

58 - Ibid., P. 21 -

۵۹ ۔ خالد مسعود :ڈاکٹر ماریا ازابیل فیرو ۔ ایک تعارف' مقالہ مطبوعہ سہ ماہی " فکر و نظر '' اپریل- جون ۱۹۹۳ ء :شوال- ذوالحجہ ۱۴۱۳ ھ' ص ۳۳' ادارہ تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد.

۶۰ ۔ امریکی ممالک کے بارے میں مذکورہ نیز دیگر معلومات کے لئے ملاحظہ ہو مقالہ "الأستاذ سمیع اللہ خان : "تقریر حول أوضاع الجالیات الإسلامیة و إحتیاجاتها فی أمریکا الوسطی والجنوبیة وبلاد الکریبین" فی مجلة "الدراسات الإسلامیة" مجمع البحوث الإسلامیة، اسلام آباد، العدد : یولیو ۔ أغسطس ۱۹۸۴ م، ص ۳۳- ۹۹ بعد .

۶۱ . برازیل کے بارے میں مذکورہ معلومات کے لئے ملاحظہ ہو: مقالہ استاذ سمیع اللہ خان : " تقریر حول أوضاع الجالیات الإسلامیة و احتیاجاتها فی أمریکا الوسطی والجنوبیة و بلاد الکریبین (برازیل) مجلة الدراسات الإسلامیة' إسلام آباد' یولیو - أغسطس ۱۹۸۴ م' ص ۴۸ - ۵۲ و ۵۵).

۶۲ - ''سُنّی'' وغیرہ کے بارے یہ معلومات متفرق مصادر سے ماخوذ ہیں۔

63 - P.C. Globe (5.0) 1992 (Surinam).

۶۴ . راجع مقال الأستاذ سمیع اللہ خان : " تقریر حول أوضاع الجالیات الإسلامیة و احتیاجاتها فی أمریکا الوسطی والجنوبیة وبلاد الکریبین" فی مجلة الدراسات الإسلامیة' إسلام آباد' یولیو. أغسطس ۱۹۸۴ م (سوریتام) ص ۶۴ — ۶۸ .

۶۵۔ امریکی ممالک کے بارے میں بعض مذکورہ نیز مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مقالہ: "اللغة العربية في دول الأقليات المسلمة الأمريكية" مطبوعة مجلة "الإيضاح" (نصف سنوية) العدد: ۳ رمضان ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء مرکز الشیخ زاید الإسلامی، جامعة بیشاور، ص۹۰ - ۱۳۰)۔

۶۶- ملاحظہ ہو قرارداد "اسلامک کونسل آف یورپ کانفرنس" منعقدہ لندن۔

۶۷- ملاحظہ ہو قرارداد "عالمی عربی کانفرنس" منعقدہ کراچی (۱۷ تا ۱۹ مارچ ۱۹۸۸ء) زیر اہتمام "جمعیۃ نشر اللغۃ العربیۃ، کراتشی" مطبوعہ ہفت روزہ "تکبیر" کراچی، جلد: ۱۰، عدد: ۲۲، ۲ جون ۱۹۸۸ء، ص۵۰۔

۶۸- ملاحظہ ہو قرارداد "قومی عربی سیمینار" زیر اہتمام شعبہ عربی جامعہ پنجاب، لاہور منعقدہ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، بتاریخ ۳۱ مارچ ۱۹۸۸ء۔

نیز ملاحظہ ہوں عربی خطوط مع عربی، انگریزی، فرانسیسی نقول قرارداد "قومی عربی سیمینار" شعبہ عربی جامعہ پنجاب، لاہور، پاکستان (۳۱ مارچ ۱۹۸۸ء) بسلسلہ شمولیت عربی در زبان ہای رسمی و قومی تعلیمی ممالک اسلامیہ، منجانب پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک (نائب رئیس جامعہ پنجاب، و پرنسپل "یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور) و پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (صدر "شعبہ عربی" جامعہ پنجاب) بنام سربراہان ممالک اسلامیہ و "امین عام" (سیکرٹری جنرل) "منظمة المؤتمر الإسلامی" (اسلامی کانفرنس) و "جامعة الدول العربية" (عرب لیگ) و "رابطة العالم الإسلامي" مكة المكرمة، وغیرہ۔

۶۹- "الیسکو" کے حوالے سے مذکورہ معلومات متعلقہ مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۷۰- "آئیسکو" کے حوالے سے مذکورہ معلومات متعلقہ مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۷۱- "یونیسکو" کے حوالے سے مذکورہ معلومات متعلقہ مصادر سے ماخوذ ہیں۔

باب پنجم

لغة علمية و عالمية

(علمی و عالمی زبان)

أ. لغــة علمية

(علمی زبان)

عربی زبان علمی ولغوی لحاظ سے گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے زائد عرصہ سے دنیا کی چند اہم ترین زبانوں میں شامل چلی آ رہی ہے۔ چنانچہ نہ صرف عربی زبان لاتعداد افریشیائی ودیگر زبانوں کی علمی ولغوی اساس نیز ان پر گہرے اثرات کی حامل ہے، بلکہ عربی رسم الخط بھی ماضی وحال کی لاتعداد زبانوں کا مشترکہ رسم الخط اور قرآنی رسم الخط کی حیثیت سے دائمی وعالمگیر حیثیت کا حامل ہے۔

نیز ایشیائی، افریقی، یورپی اور دیگر مؤلفین کا تالیف کردہ لاکھوں کتب پر مشتمل اور صدیوں پر محیط علوم وفنون وادبیات کا وسیع ومتنوع ذخیرہ بھی عربی زبان کی قدیم وجدید عظمت اور علمی فوقیت کا بین ثبوت ہے۔

علاوہ ازیں عصر جدید کی استشراقی تحقیقات نیز دنیا بھر کے لاکھوں عربی مخطوطات اور علمی وادبی تصانیف ومؤلفات نے عربی زبان کو علمی ولغوی وادبی لحاظ سے نئی آفاقی عظمت و وسعت عطا کی ہے۔ اس سلسلہ میں بطور اشارہ مختصراً بعض نقاط درج ذیل ہیں۔ وخیر الکلام ماقل و دل (بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور مدلل ہو) :-

❁❁❁

ا . أم اللغات و اللهجات

(زبانوں اور بولیوں کی ماں)

عربی زبان دور جدید میں دنیا کی لاتعداد چھوٹی بڑی زبانوں کی بنیاد ہے۔ یہ زبانیں زیادہ تر ایشیا اور افریقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان زبانوں کا نہ صرف رسم الخط عربی ہے بلکہ الفاظ و اصطلاحات کا بہت بڑا ذخیرہ بھی عربی سے ماخوذ ہے۔ جن زبانوں کا رسم الخط یورپی استعمار یا یورپ سے متاثر قوم پرست ارباب اختیار کے دور میں لاطینی خط سے بدل دیا گیا' ان کا بھی ماضی قریب تک کا صدیوں کا لٹریچر عربی رسم الخط میں ہے۔ اور ان زبانوں سے کماحقہ واقفیت کے لئے قدیم عربی رسم الخط اور جدید لاطینی رسم الخط ہر دو میں مہارت ناگزیر ہے۔ ان زبانوں کی کچھ تفصیل یوں ہے:۔

ا . ألسنه أربعه

(اردو، فارسی، ترکی، بھاسا انڈونیسیا، مالیزیا)

ا . اردو

اردو زبان پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش کے ایک ارب سے زائد باشندوں نیز مختلف دیگر علاقوں میں بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔

٢ . فارسی

فارسی زبان ایران، افغانستان، تاجکستان اور بعض دیگر علاقوں کے کم و بیش دس کروڑ باشندوں میں بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔

۳. ترکی

ترکی زبان ترکیہ، ترک قبرص، آذربائیجان، ترکمانیہ، ازبکستان، قازقستان، کرغیزیا، سنکیانگ (چینی ترکستان) اور بعض دیگر علاقوں کے کم و بیش پندرہ کروڑ باشندوں کی زبان ہے۔

۴. بھاسا انڈونیسیا۔ مالیزیا

انڈونیشیا، ملائیشیا، برونائی، سنگاپور اور بعض دیگر علاقوں کے بیس کروڑ سے زائد باشندوں کی (انڈو ملائی) زبان ہے۔ جسے انڈونیشیا میں "بھاسا انڈونیسیا" ملائیشیا میں "بھاسا ملائیشیا" کا نام دیا گیا ہے۔

یہ چاروں زبانیں علمی، ادبی، عددی ہر لحاظ سے دنیا کی اہم ترین زبانوں میں سے ہیں۔ انہیں اپنے اپنے علاقوں میں وہی مقام حاصل ہے جو مغرب میں انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور ہسپانوی زبانوں کو میسر ہے۔ ان چاروں زبانوں پر عربی زبان و خط کے گہرے اثرات ہیں۔

اردو اور فارسی، عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں اور ان کے الفاظ و اصطلاحات کا بہت بڑا ذخیرہ عربی سے ماخوذ ہے۔ (۱)

ترکی زبان ۱۹۲۸ء سے پہلے صدیوں تک صرف عربی رسم الخط میں لکھی جاتی رہی ہے۔ ۱۹۲۸ء میں ترکیہ میں اس کا رسم الخط لاطینی کر دیا گیا۔ تاہم ہزاروں کتب پر مشتمل اور صدیوں پر محیط عربی رسم الخط میں تحریر شدہ ترکی لٹریچر سے استفادہ نیز ماضی و حال کو مربوط کرنے کے لئے ازسرنو عربی زبان و خط کی اہمیت تسلیم کی جا رہی ہے اور عربی رسم الخط مسلسل فروغ پذیر ہے۔ چنانچہ ترکیہ میں جدید ترکی زبان کے تعلیمی مضمون میں عثمانی زبان و خط کی شمولیت کا سلسلہ روز افزوں ہے۔ اور ایم۔ اے ترکی کے نصاب میں بھی عربی خط پر مبنی عثمانی ترکی زبان کا لازمی مضمون شامل ہے۔ (۲)

پس ترکی زبان عربی و لاطینی دونوں خطوط سے وابستہ عظیم زبان ہے جس کے الفاظ

واصطلاحات کا بہت بڑا ذخیرہ عربی سے ماخوذ ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ صدیوں تک عربی اور ترکی سلطنت عثمانیہ میں ساتھ ساتھ رائج رہی ہیں۔

چینی و روسی ترکستان میں بھی کمیونسٹ انقلاب کے بعد ترکی اور دیگر مسلم زبانوں کے عربی رسم الخط کو لاطینی، روسی اور چینی خطوں سے بدل دیا گیا۔ تاہم اب اس سلسلے میں سنکیانگ (چینی ترکستان) میں سن ۱۹۷۹ء سے ترکی (کاشغیری) زبان کے لئے عربی رسم الخط دوبارہ اختیار کیا جاچکا ہے۔ کرغیزیا، ازبکستان، قازقستان، ترکمانیہ (سابقہ روسی ترکستان) میں عربی رسم الخط پر عائد مختلف پابندیاں بیسویں صدی کے آخری عشرے میں ختم کی جاچکی ہیں۔ اور روسی رسم الخط کے ہمراہ عربی رسم الخط بھی ترکی الاصل ترکستانی زبانوں (ازبک، قازق، ترکمان، کرغیز وغیرہ) کے جدید روسی رسم الخط کے ہمراہ دوبارہ فروغ پذیر ہے۔ جبکہ سابقہ روسی و موجودہ آزاد آذربائیجان میں ترکی آذری زبان روسی کے بعد لاطینی رسم الخط میں اور ایرانی آذربائیجان میں عربی رسم الخط میں رائج و غالب ہے۔ (۳)

ان علاقوں کا بیسویں صدی کے آغاز تک کا تمام ترک لٹریچر عربی خط میں تحریر شدہ ہے۔ عربی رسم الخط کی یورپ و ایشیا کے ترک مسلمانوں کے نزدیک کیا اہمیت ہے، اس کا اندازہ "روس میں مسلمان قومیں" کے مصنف جناب آباد شاہ پوری کے درج ذیل اقتباس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:-

> "اسلام کا آفتاب جب سے ایشیا، ایدل اورال، قفقاز اور روس کے زیر نگیں دوسرے علاقوں کے افق پر طلوع ہوا، ترک مسلمانوں کا رسم الخط عربی چلا آرہا تھا۔ اس رسم الخط میں ان کے لٹریچر کا عظیم سرمایہ تھا۔ اس کے ذریعے وہ اپنے ماضی سے بھی وابستہ تھے اور عالمی اسلامی برادری کے ساتھ بھی ان کا تہذیبی و ثقافتی رشتہ برقرار تھا۔ اس رسم الخط نے نہ صرف دوسری مسلمان قوموں کے ساتھ ان کے روابط

> قائم رکھے، بلکہ انہیں علمی و فکری وحدت عطا کرنے میں بھی زبردست کردار ادا کیا۔ پھر یہ ان کی دینی زبان کا رسم الخط تھا۔ قرآن کریم، احادیث رسولؐ اور دوسری دینی کتابیں اسی رسم الخط میں تھیں۔ اور اس کی بدولت دین کی گرفت ان کے قلب و ذہن پر مضبوط تھی۔ (۴)

آباد شاہ پوری مزید لکھتے ہیں :۔

> "۱۹۲۶ء میں مرکزی کیمونسٹ پارٹی نے تمام ترک علاقوں میں عربی رسم الخط کو ختم کر کے لاطینی رسم الخط رائج کرنے کی قرارداد منظور کی۔ (۵)

پس روس میں ۱۹۲۶ء، ترکیہ میں ۱۹۲۸ء اور چین میں ۱۹۳۹ء میں عربی رسم الخط کو بدلا گیا۔ مگر بدلتے ہوئے بین الاقوامی اور ملکی حالات کے تناظر میں عربی رسم الخط ان ممالک میں ایک بار پھر فروغ پذیر ہے اور اس پر عائد پابندیاں ختم ہو رہی ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ ترکی زبان پر بھی اردو اور فارسی کی طرح عربی زبان و خط کے بہت گہرے اثرات ہیں، بیسویں صدی کے آغاز تک صرف عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی اور اب بھی ترکی زبان کے ماضی و حال کے حوالہ سے عربی رسم الخط کی اہمیت مسلم ہے۔

"بھاسا اندونیسیا، مالیزیا" وغیرہ ایک ہی زبان "انڈو ملائی" کے ملکی نام ہیں۔ یہ زبان انڈونیشیا میں ولندیزیوں کے دور سے پہلے تک عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی اور اس پر عربی زبان کے گہرے اثرات ہیں۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انڈونیشیا میں برصغیر کے برعکس اسلام عربی دان تاجروں کے توسط سے پھیلا تھا اور شافعی المذہب اہل سنت ہونے کی وجہ سے ان ممالک کے مسلمانوں کا علمی و دینی رجحان برصغیر کی بجائے مصر اور اس کی جامعۃ الازھر کی جانب زیادہ رہا۔ انڈونیشیا پر ولندیزیوں اور ملائیشیا پر برطانوی

استعمار کے تسلط کے دور میں وہاں ڈچ اور انگریزی زبانوں کے ساتھ ساتھ لاطینی رسم الخط کو بھی فروغ ملا۔ تاہم "بھاسا اندونیسیا۔ مالیزیا" بڑے پیمانے پر عربی رسم الخط میں ہی مقبول عام رہی۔ آزادی کے بعد سرکاری طور پر انڈونیشیا اور بعد ازاں ملائیشیا میں بھی لاطینی رسم الخط کو ترجیح دی گئی مگر بھاسا کے لئے عربی رسم الخط بھی بدستور استعمال ہو رہا ہے۔ اور چونکہ قرآن مجید، عربی زبان و خط اور دینی درس و تدریس پر ترکیہ کی طرح کی پابندیاں نہ تھیں، نیز انڈونیشیا میں عربی زبان بڑے پیمانے پر متعارف تھی، اس لئے عوامی سطح پر عربی رسم الخط اجنبی نہ بن پایا اور غیر سرکاری سطح پر تحریر و مراسلت میں استعمال ہوتا رہا اور اب بھی ہو رہا ہے۔ بالخصوص دینی حلقوں میں اب بھی جبکہ سرکاری طور پر لاطینی خط کو اختیار کر لیا گیا ہے، عربی رسم الخط "انڈو ملائی زبان" کے لئے مستعمل ہے۔

انڈونیشیا میں بعض دینی مجلات کی عربی رسم الخط میں اشاعت کے علاوہ "جاوی زبان" کو از سر نو عربی خط میں لکھنے کی تحریک بھی روز افزوں ہے۔ اور ملائیشیا میں تو عربی رسم الخط میں مختلف اخبارات و رسائل بھی شائع کئے جا رہے ہیں۔ نیز برونائی دارالسلام میں بھی عربی رسم الخط مستعمل ہے۔ پس ماضی کے عظیم لٹریچر سے استفادہ اور دور جدید میں عملی صورتحال کے حوالہ سے بھاسا اندونیسیا، ملائشیا عربی و لاطینی دو خطوں میں لکھی جانے والی عظیم زبان ہے جس کے الفاظ و اصطلاحات کا بڑا ذخیرہ عربی سے ماخوذ ہے۔ (۲)

خلاصہ کلام

پس اردو، فارسی، ترکی اور بھاسا اندونیسیا کے لئے عربی رسم الخط اور عربی زبان کی اہمیت لسانیاتی حوالہ سے وہی ہے جو انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، ڈچ، روسی وغیرہ کے لئے لاطینی و یونانی زبانوں کی ہے۔ جس طرح یونانی و لاطینی کے بغیر مذکورہ دیگر یورپی زبانوں کو کما حقہ نہیں سیکھا جا سکتا، اسی طرح عربی کے بغیر مذکورہ بالا چار زبانوں اور ان کے لٹریچر سے کامل واقفیت و استفادہ ممکن نہیں۔

ب . دیگر ایشیائی زبانیں

اردو، فارسی، ترکی اور بھاسا انڈونیسیا ۔ مالیزیا (انڈوملائی) کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں ایشیائی زبانوں اور بولیوں (بلوچی، پشتو، سندھی، بروھی، کشمیری، بلتی، شنا، کردی، ازبک، آذری، مالدیوی وغیرہ) پر عربی زبان و خط کے گہرے اثرات ہیں۔

نیز بنگلہ دیش و بھارتی مغربی بنگال وغیرہ کی "بنگلہ بھاشا" پر جو ماضی میں عرصہ دراز تک عربی رسم الخط میں بھی لکھی جاتی رہی ہے، اور اب سنسکرت سے ماخوذ جدید بنگالی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے، وسیع پیمانے پر دینی کتب کے عربی، اردو سے تراجم اور عرب ممالک سے بڑھتے ہوئے تعلقات کے بعد پہلے سے موجود عربی اثرات فروغ پذیر ہیں۔ جبکہ دینی مدارس کے لاکھوں طلبہ و فارغین عربی رسم الخط میں بنگلہ زبان لکھنے پر بھی قادر ہیں۔ ماضی میں اس سلسلے میں عظیم بنگالی شاعر قاضی نذر الاسلام کی شاعری، "پوتھی ادب" علمائے دین نیز عربی، فارسی اور اردو دان پرانی نسل کے اہل علم و ادب نے شعوری و غیر شعوری طور پر اہم کردار ادا کیا ہے۔ تقسیم ہند سے قبل اس عربی فارسی مائل بنگلہ زبان کو غیر مسلم اہل علم و ادب کی سنسکرت مائل بنگ کے مقابلہ میں بطور علامت "مسلم بنگلہ" کا نام بھی دیا جاتا رہا ہے۔

ماضی میں عربی زبان کی بعض تعلیمی مدارج میں لازمی تدریس کے اعلان نیز طلبہ کو ملک بھر میں تلاوت قرآن مجید سکھانے کے لئے سرکاری سطح پر بھی اساتذہ کے تقرر جیسے اقدامات عربی زبان و رسم الخط کو نئی نسلوں میں وسیع پیمانے پر فروغ دینے میں مزید معاون ثابت ہوں گے۔

نیز بنگلہ زبان کو عالم عرب و اسلام میں فروغ دینے کے لئے سرکاری طور پر عربی رسم الخط کو بنگلہ زبان کا ثانوی خط قرار دیا جانا بھی خارج از امکان نہیں۔ (ے)

ج۔ افریقی زبانیں

برِاعظم افریقہ کی لاتعداد زبانیں یورپی استعمار سے پہلے صدیوں تک صرف عربی رسم الخط میں لکھی جاتی رہی ہیں۔ یورپی اقوام کے دورِ اقتدار میں ان کا خط جزوی یا کلی طور پر لاطینی رسم الخط سے بدل دیا گیا۔ تاہم افریقی ممالک کی آزادی کے بعد ایک بار پھر تمام افریقی زبانوں کے مشترک خط کے طور پر عربی رسم الخط کے احیاء وفروغ کے لئے کوششیں جاری وفروغ پذیر ہیں۔ صومالی، ھاؤسا، فولانی، مکاتوری، سواحلی، ماندی، وولوف وغیرہ بکثرت افریقی زبانوں اور قوموں پر عربی زبان وخط کے گہرے اثرات ہیں۔ (اس حوالہ سے گزشتہ ابواب میں تفصیلی بحث کی جاچکی ہے)۔ (۸)

خلاصہ بحث

مذکورہ سابقہ تمام افریشیائی زبانوں اور بعض دیگر زبانوں کا الفاظ واصطلاحات کا بہت بڑا ذخیرہ عربی سے ماخوذ ہے اور رسم الخط بھی عربی ہے۔ جن زبانوں کا رسم الخط ماضی قریب میں جزوی یا کلی طور پر لاطینی سے بدل دیا گیا تھا۔ ان کا بھی نہ صرف صدیوں کا علمی وادبی سرمایہ عربی رسم الخط میں ہے، بلکہ دورِ حاضر میں علمی ولغوی اور قومی وثقافتی ضروریات کے تحت عربی ولاطینی دونوں خطوں کی اہمیت بیک وقت تسلیم کی جارہی ہے۔ اور عربی رسم الخط مختلف وجوہات کی بناء پر ان زبانوں کے بولنے والوں میں فروغ پذیر ہے۔

ان سب زبانوں کو پوری طرح سیکھنے نیز ان سے کماحقہ استفادہ کے لئے علم لسانیات کی رو سے عربی زبان لازم وناگزیر ہے۔ چنانچہ ایشیا وافریقہ کی ایسی تمام چھوٹی بڑی زبانوں کو عربی زبان وخط کے گہرے اثرات کی وجہ سے "سـنـات اخـوات اللغة العـربـيـة" یا "مـجـمـوعة اللـغـات المخـتلطة بالعربية" (عربی زبان سے مخلوط زبانوں کا گروپ) کا مشترکہ نام دیا جاسکتا ہے۔

۲ – خط العرب والمسلمين والأفارقة

(عربوں، مسلمانوں اور افریقیوں کا رسم الخط)

عربی کی عظیم الشان علمی ولغوی حیثیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ عربی رسم الخط گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے اہل عرب واسلام وافریقہ کا مشترکہ رسم الخط چلا آرہا ہے:-

أ – خط العرب

عصر جدید میں تیس کروڑ سے زائد عرب جو بیس سے زائد عرب ممالک کے باشندے ہیں۔ مشترکہ فصیح عربی زبان کے علاوہ ماضی قریب وبعید کی طرح آج بھی اپنے تمام لہجوں اور بولیوں کے لیے عربی حروف ابجد ورسم الخط استعمال کرتے ہیں۔ (مصری وارجہ وغیرہ)۔

عربی زبان کے مختلف قومی ومقامی لہجوں اور بولیوں کے علاوہ عرب ممالک کی غیر عربی مادری وملکی زبانیں بھی عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں اور ان کے حروف ابجد عربی زبان سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً کردی (عراق کردستان) امازیغی (الجزائر) جنوبی سوڈانی (سوڈان) صومالی (صومالیہ ....) وغیرہ۔

واضح رہے کہ پہلی صدی ہجری میں مصر وشام ومغرب اقصیٰ وغیرہ کی عرب اسلامی فتوحات کے بعد ان غیر عرب اقوام نے اسلام وعربی زبان کے ساتھ ساتھ عربی رسم الخط بھی اپنا لیا تھا۔ چنانچہ مصر میں مصری قبطی زبان وخط کے بجائے عربی زبان وخط کا غلبہ ہوا۔ بلاد الشام (سوریا، لبنان، اردن، فلسطین وغیرہ) میں سریانی زبان وخط کی جگہ عربی زبان وخط رائج ہوئے۔ وعلی هذا القياس.

اس طرح عربی زبان کے ساتھ ساتھ عربی رسم الخط بھی ان تمام اقوام وملل عربیہ مستعربہ کا دائمی ومشترک خط قرار پایا اور گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے عربی رسم الخط کی عالم عرب میں اجتماعی حیثیت برقرار ومسلم ہے۔

ب– خط المسلمین

عربوں کے علاوہ عربی رسم الخط، قرآن و اسلام کے حوالہ سے گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی امت مسلمہ کا بھی مشترک رسم الخط ہے۔ عصر جدید میں بھی ایک ارب سے زائد مسلمان، نماز و قرآن اور دیگر دینی ضروریات کے حوالہ سے عربی رسم الخط سیکھنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ مختلف عرب بلاد و امصار کے دو کروڑوں غیر تعلیم یافتہ و ناخواندہ مسلمان جو اپنی ملکی و مادری زبانیں پڑھنا نہیں جانتے، عربی رسم الخط میں تحریر شدہ قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں۔

نیز ان میں سے جن مسلمانوں کی زبانوں کا رسم الخط عربی سے ماخوذ ہے، وہ اسی قرآنی حرف شناسی کی بدولت تھوڑی سی کوشش سے اپنی ملکی و مادری زبانیں پڑھنے لکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ قرآنی رسم الخط کو ہر زمان و مکان میں یہ معجزانہ امتیاز و انفرادیت حاصل چلی آرہی ہے کہ عربی زبان سیکھے بغیر ہی، پہلے قدم کے طور پر، دنیا بھر کی لاتعداد زبانیں بولنے والے اور انہیں مختلف حروف ابجد اور رسم الخطوں (ہندی، چینی، جاپانی، لاطینی، یونانی، عربی وغیرہ) میں لکھنے والے متنوع اقوام و ممالک کے (عصر جدید میں ایک ارب سے زائد مسلمان) قرآنی عربی رسم الخط سے براہ راست متعارف اور وابستہ ہیں۔

عربی زبان کے ساتھ ساتھ عربی رسم الخط کی مستقل بالذات حیثیت و اہمیت کے بارے میں "انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا" کے مقالہ نگار کا درج ذیل بیان ملاحظہ ہو۔

" Arabic Language, one of the Semitic languages (q.v.) is spoken(1960s)by

100,000,000 people in a large area, including the Arabian peninsula, the Fertile Cresent and North Africa.

In addition, as the language of the Koran and prayers of Islam, it is important as the vehicle of a vast literature (see: Arabic literature) extending from before the time of Mohammad up to the present day.

It is customarily written in its own distinctive alphabet (q.v.) which has also spread with Islam and is used for writing several other languages of the Islamic World.

Thus is terms of the number of speakers and extent of its influence, Arabic is by for the most important Semitic language today and must be regarded as one of the important world- languages."(9)

ج. خط الأفارقة

براعظم افریقہ کے اسّی (۸۰) کروڑ سے زائد باشندوں پر مشتمل افریقی امت بھی عربوں اور مسلمانوں کی طرح عربی رسم الخط سے وابستہ ہے کیونکہ نہ صرف بطور مجموعی تیس کروڑ سے زائد عربوں کی اکثریت (کم وبیش بیس کروڑ) افریقی عرب ممالک (مصر، سوڈان، لیبیا، الجزائر، تیونس، مراکش، موریطانیہ، صومالیہ، جیبوتی، کوموروز...) سے تعلق رکھتی ہے، بلکہ کروڑوں غیر عرب افریقی مسلمان (نائیجیریا، مغربی ومشرقی تا جنوبی افریقہ...) نماز وتلاوت قرآن وغیرہ کے حوالے سے عربی رسم الخط سیکھتے ہیں۔ چنانچہ عربی رسم الخط سے واقف و وابستہ افریقی عربوں اور مسلمانوں کی مجموعی تعداد براعظم افریقہ کی مجموعی آبادی میں اکثریت کی حامل ہے۔

نیز عربی رسم الخط افریقہ کی تمام زبانوں کا گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے مشترکہ رسم الخط چلا آرہا ہے۔ جن اہم زبانوں کا رسم الخط یورپی اقوام (برطانوی، فرانسیسی، پرتگالی وغیرہ) کے غلبے کے بعد لاطینی سے بدل دیا گیا، ان کا بھی ماضی کا عظیم الشان علمی وادبی و ثقافتی سرمایہ عربی رسم الخط میں تحریر شدہ ہے (سواحلی، ہاؤسا، فولانی وغیرہ) اور متعدد صورتوں میں عربی رسم الخط آج بھی ان زبانوں کے لیے ثانوی خط کے طور پر مستعمل و فروغ پذیر ہے۔

علاوہ ازیں اس افریقی علمی ولغوی وثقافتی پس منظر سے قطع نظر افریقہ کے کروڑوں غیر مسلم باشندوں میں بھی براعظم افریقہ کی تین اہم ترین رابطہ زبانوں (عربی، انگریزی، فرانسیسی) کے حوالے سے خط عربی ولاطینی (انگریزی/فرانسیسی/پرتگالی...) صرف دو رسم الخط ہی معروف و مستعمل ہیں اور عصر جدید میں چھپن سے زائد ممالک پر مشتمل براعظم افریقہ

بنیادی طور پر صرف انہی دو خطوں (عربی ولاطینی) کا حامل بر اعظم ہے۔ جن میں سے عربی رسم الخط افریقی الاصل اور لاطینی رسم الخط یورپی الاصل ہے۔ چنانچہ جس افریقہ کی عرب و مسلم اکثریت، عربی رسم الخط (بحوالہ عربی وقرآن واسلام) کے ساتھ ساتھ لاطینی رسم الخط (بحوالہ انگریزی/فرانسیسی/پرتگالی...) سے واقف ہے، غیر عرب افریقی باشندے لاطینی رسم الخط (بحوالہ انگریزی/فرانسیسی/پرتگالی...) کے ساتھ ساتھ عربی رسم الخط سے بھی بالعموم مانوس ومتعارف اور افریقی علمی وثقافتی وابستگی کے حامل ہیں۔

د- خط العالم

عرب و مسلم وافریقی تشخص ومقام کے علاوہ بھی دنیا بھر کے باشندوں میں لاطینی رسم الخط کے ساتھ ساتھ عربی رسم الخط ہی سب سے زیادہ معروف ومستعمل ہے۔ چنانچہ عربی رسم الخط عصر جدید میں لاطینی رسم الخط کے ہمراہ دنیا کا سب سے زیادہ کثیر الاستعمال رسم الخط ہے۔ مثلاً ''اقوام متحدہ'' کی چھ سرکاری زبانوں میں سے عربی رسم الخط کی حامل عربی زبان کے علاوہ چار مغربی زبانیں (انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، روسی) لاطینی الاصل رسم الخط کی حامل اور چینی زبان، چینی تصویری حروف (Pinyin) کی حامل ہے۔ (۱۰)

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ کہ عربی زبان کی عصر جدید میں بنیادی علمی ولغوی اہمیت کے ساتھ ساتھ عربی رسم الخط کی عرب و مسلم وافریقی نیز عالمگیر علمی ولغوی حیثیت بھی مسلمہ اور روز افزوں اہمیت کی حامل ہے۔

۳- لغة الإستشراق و الآداب
(مشرقی تحقیقات وادبیات کی زبان)

عربی زبان علمی تحقیقات کے حوالہ سے انتہائی اہم زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔ یورپ میں احیائے علوم کے بعد مشرقی اقوام اوران کے علوم وفنون کے بارے میں جو علمی تحقیقات وسیع پیمانے پر "استشراق" کے نام سے شروع کی گئیں، ان میں ابتداء ہی سے عربی زبان کو بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔ کیونکہ براعظم افریقہ وایشیا کے لاتعداد ممالک کے اکثر علوم وفنون عربی زبان میں ہیں اور علمی وتاریخی تحقیقات کے لئے عربی زبان ناگزیر سمجھی جاتی ہے۔

چنانچہ اکثر یورپی ممالک میں بالعموم اور برطانیہ، جرمنی، روس، فرانس اور ہالینڈ کے تعلیمی اداروں میں بالخصوص عربی زبان وادب کی درس وتدریس عرصہ دراز سے جاری ہے۔ عربی کے بہت سے مخطوطات کو مستشرقین نے تحقیق وتدوین کے بعد دوبارہ طبع کیا اور بکثرت عربی کتب کے مغربی زبانوں میں تراجم کئے۔ نیز عربی زبان سیکھ کر مشرقی واسلامی علوم وفنون پر بیش قیمت کتب لکھیں۔

ان مستشرقین کے افکار ومقاصد سے خواہ جزوی یا کلی طور پر اختلاف کیا جائے مگر ان کے کام کی علمی قدر وقیمت اور علوم مشرق کو مغرب میں روشناس کرانے کے سلسلے میں ان کے کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

یورپ ہی کے انداز میں امریکہ وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں بھی عربی واسلامی علوم پر وسیع پیمانے پر تحقیقات کی جاری ہیں۔

ان علمی تحقیقات کے سلسلے میں عربی زبان کی کیا اہمیت ہے، اس کا اندازہ مستشرقین

کی تالیف کردہ بعض عربی ڈکشنریوں پر ایک نظر ڈالنے سے کیا جا سکتا ہے مثلاً:۔

۱ ۔ معجم جیجاؤس ۔ (عربی : لاطینی) : مطبوعہ میلان ۱۹۳۲ء (چار جلدیں)

۲ ۔ معجم گازیرسکی ۔ (عربی : فرانسیسی) مطبوعہ لیدن ۱۶۵۳ء۔

۳ ۔ معجم مانینسکی ۔ (عربی، فارسی، ترکی، لاطینی، جرمن)۔ مطبوعہ وی آنا ۱۷۸۰ء (چار جلدیں)

۴ ۔ معجم فرایتاغ ۔ (عربی ۔ لاطینی) مطبوعہ ہلیس ۱۸۳۰ء ۔ ۱۸۳۷ء (چار جلدیں)۔

۵ ۔ معجم گازیرسکی ۔ (عربی ۔ فرانسیسی) مطبوعہ پیرس ۱۸۶۰ء (دو جلدیں)۔

۶ ۔ معجم شربونو ۔ (عربی ۔ فرانسیسی) مطبوعہ پیرس ۱۸۷۶ء

۷ ۔ معجم بادجر ۔ (انگریزی ۔ عربی) مطبوعہ ۱۸۸۱ء

۸ ۔ معجم لین ۔ (عربی ، انگریزی) مطبوعہ لندن ۱۸۶۴ ۔ ۱۸۹۳ء ۔
(مستشرقین کی شائع کردہ سب سے بڑی عربی معاجم میں سے ہے)۔

۹ ۔ معجم کوش ۔ (عربی ۔ فرانسیسی) مطبوعہ بیروت ۱۸۹۲ء۔

۱۰ ۔ معجم ارموند ۔ (عربی ۔ جرمن) مطبوعہ جیسن ۱۸۷۹ء (دو جلدیں)۔

۱۱ ۔ معجم جاسلین (فرانسیسی ۔ عربی) مطبوعہ ۱۸۸۶ء ۔ ۱۸۸۸ء (تین جلدیں)۔

۱۲ ۔ معجم استا نیجاس ۔ (انگریزی ، عربی) مطبوعہ لندن ۱۸۸۴ء۔

۱۳ ۔ معجم ڈوزی ۔ (ملحق معاجم عربیہ) مطبوعہ لندن ۱۸۸۱ء (دو جلدیں)۔

۱۴ ۔ معجم جرجاس ۔ (عربی ۔ روسی) مطبوعہ قازان ۱۸۸۱ء۔

۱۵ ۔ معجم بوسید ۔ (عربی ۔ فرانسیسی) مطبوعہ الجزائر ۱۸۸۷ء ۔ (۱۱)

علوم مشرق کی تحقیقات اور ان سے استفادہ کے لئے ہی عربی زبان و ادب کی دینی و عمومی کتب یورپی زبانوں میں مستشرقین نے ترجمہ کیں اور قرآن مجید کے یورپ کی تمام اہم زبانوں میں اپنے اپنے نقطہ نظر کے حواشی کے ہمراہ تراجم کئے۔ مثلاً لاطینی، جرمن، فرانسیسی، انگریزی، ہسپانوی، روسی، ڈچ وغیرہ میں تراجم۔

المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوی (ونسنک و منسنج وغیرہ) طبع لیدن ، ہالینڈ، (ہزاروں صفحات پر مشتمل کئی ضخیم جلدیں)۔

نیز "تفسیر بیضاوی" اور "مشکوٰۃ المصابیح" کے انگریزی تراجم،

فتح القریب، الدرۃ الفاخرۃ، مختصر خلیل کے فرانسیسی تراجم،

مقاصد الفلاسفۃ کا جرمن میں ترجمہ،

دیوان الحماسۃ، اشعار الهذليين اور اغانی کے بعض اشعار کے لاطینی تراجم۔

امرؤ القیس، نابغۃ ذبیانی، طرفۃ ابن العبد، خنساء، بردہ امام بوصیری، اشعار فرزدق و متنبی و ابو العلاء ، اشعار عنترۃ، دیوان بہاء الدین زہیر اور بعض اشعار ابو العلاء کے انگریزی تراجم۔

معلقات ، دیوان لبید، ابن الفارض کے تائیۃ قصیدہ، شعر ابن قیس الرقیات اور دیوان ابی فراس کے بعض حصوں کے جرمن تراجم۔

زمخشری کی اطواق الذھب، ملحۃ الاعراب، ألف لیلۃ، مقدمۃ ابن خلدون، مقامات الحریری، ادب الکاتب، رسالۃ حی بن یقظان، تاج العروس اور کلیلۃ و دمنۃ کے فرانسیسی تراجم۔

نیز اطواق الذھب، کتاب سیبویہ، الف لیلۃ ولیلۃ، کلیلۃ و دمنۃ، عجائب المخلوقات وغیرہ کے جرمن میں تراجم۔

کتب تاریخ میں سے کتاب ابو الفداء، مختصر الدول، الإفادة والإعتبار، کشف الظنون، تاریخ الطبری، التاریخ المکین کے لاطینی تراجم.

ابن خلکان، تاریخ الیمنی، العمارة، تاریخ الخلفاء للسیوطی، ابن بطوطہ، ابن حوقل، نفح الطیب کے انگریزی تراجم.

ابو الفداء، مروج الذھب، طبقات الاطباء، تاریخ الممالیک للمقریزی، الفخری، جغرافیۃ الادریسی، تاریخ البربر، "وفیات الأعیان" وغیرہ کے فرانسیسی تراجم.

اور سیرۃ ابن ھشام، کتاب المغازی، مبرد کی کتاب الکامل وغیرہ کے جرمن تراجم. (۱۲)

نیز مغربی زبانوں میں لکھی گئی کثیر التعداد کتب جو علوم مشرق سے متعلق ہیں۔ مثلاً کارل بروکلمان کی جرمن زبان میں "تاریخ الادب العربی" اور انگریزی میں فلپ کے حتی کی "ہسٹری آف دی عربز" نیز آر اے نکلسن کی "اے لٹریری ہسٹری آف دی عربز" اور ایچ اے آر گب کی "عربک لٹریچر" وغیرہ۔

ان تمام تراجم و تصانیف سے اہل مغرب کے ہاں علمی تحقیقات اور استشراق کے حوالہ سے عربی زبان کی اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ نیز مغربی دنیا میں عربی کی اہمیت کا ایک لغوی پہلو یہ بھی ہے کہ ترکی، اطالوی، ہسپانوی وغیرہ پر بالخصوص اور دیگر مغربی زبانوں پر بالعموم عربی زبان کے اثرات ہیں۔ ہسپانوی نہ صرف سپین کی زبان ہے جہاں سات سو سال تک عربی رائج رہی ہے، بلکہ لاطینی امریکہ کے کم و بیش بیس ممالک میں

اسے بین الاقوامی زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ اس ہسپانوی زبان کے توسط سے عربی زبان کے بالواسطہ اثرات لاطینی امریکہ تک موجود و وسیع تر ہیں۔ اور اب عربی اور مغربی زبانوں کے لسانی روابط پر تحقیقات کا جو سلسلہ فروغ پذیر ہے اس سے عربی زبان کی اہل مغرب کے لئے علمی و لسانی اہمیت کے ضمن میں کئی نئے نقاط سامنے آنے کی توقع ہے۔

خلاصہ کلام

ان مختصر اشارات سے عربی زبان کی بحیثیت علمی زبان وسعت و اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ب . لغة عالمية

(عالمی زبان)

عصر جدید میں عربی زبان کی افریشیائی اہمیت، اقوام متحدہ میں سرکاری حیثیت نیز تمام براعظموں سے اس کے دائمی تعلق اور روز افزوں اشاعت کے حوالے سے مختصراً چند اشارات درج ذیل ہیں:-

ا . لغة الإرتباط بين الماضي و الحاضر و المستقبل قديمة، وسيطة، حديثة

(ماضی، حال اور مستقبل کی رابطہ زبان: قدیم، وسطی، جدید)

عربی زبان بیک وقت دنیا کی قدیم ترین، وسطی اور جدید ترین زبانوں میں سے ہے۔ اور اس لحاظ سے انفرادیت کی حامل ہے کہ قدیم زبانوں سے جدید ترین ادوار تک ایک زندہ علمی و بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے مسلسل باقی رہی ہے۔ حتی کہ اسے ام اللغات والالسنہ (تمام زبانوں اور بولیوں کی بنیاد) بھی قرار دیا جاتا ہے۔

ایک طرف یہ اپنی قدامت و اہمیت کے لحاظ سے (۱) اشوری بابلی (۲) عبرانی (۳) آرامی (۴) فینیقی (۵) سنسکرت (۶) پہلوی (۷) یونانی (۸) لاطینی (۹) ترکی (۱۰) چینی اور (۱۱) جاپانی جیسی قدیم زبانوں کے زمرے میں شامل ہے۔

دوسری طرف یہ مابعد اسلام کے بعد کی صدیوں میں جدید فارسی، ترکی اور دیگر اہم زبانوں کے گروپ میں سرفہرست رہی ہے۔

اور تیسری طرف دور جدید کی اہم ترین زندہ زبانوں مثلاً (۱) انگریزی (۲) فرانسیسی (۳) ہسپانوی (۴) روسی (۵) چینی کے ہمراہ بین الاقوامی اہمیت کی حامل ہے۔

اس طرح عربی بیک وقت عصر قدیم، قرون وسطی اور عہد جدید کی زبان ہے اور عالم انسانیت کے ماضی، حال اور مستقبل کو مربوط رکھنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔

عربی زبان کی قدامت کا اندازہ مندرجہ ذیل بیان سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:۔

"The "Semitic Languages" so named in 1781 by the German historan A.L. Schlozer because most of the people who spoke them were descended from Shem or Sem (Gen.x-xi) were spoken in Arabia, Mesopotamia, Syria and Palestine, from which they spread begning with the first millenium B.C. into Ethopoia and later into Egypt and Northern Africa".(13)

زیادہ مشہور اور اہم سامی زبانیں کون سی ہیں؟ اس بارے میں جرجی زیدان لکھتے ہیں:۔

"أشهرها العربية والسريانية والعبرانية والفينيقية والآشورية والبابلية والحبشية. ولم يبق منها إلا العربية والحبشية والعبرانية والسريانية. والعربية أرقاها جميعاً.

(۱۴)

ترجمہ: ان میں مشہور زبانیں عربی، سریانی، عبرانی، فینیقی، اشوری، بابلی اور حبشی ہیں۔ جن میں سے عربی، حبشی، عبرانی اور سریانی کے سوا کوئی بھی اب زندہ زبان نہیں۔ اور عربی ان میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔

کسی طویل بحث میں پڑے بغیر اہم قدیم اور جدید زبانوں پر ایک نظر ڈالنے سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کم از کم گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے کسی بنیادی تغیر لغوی کا شکار ہوئے بغیر زندہ علمی و عالمی زبان کی حیثیت سے عربی ہر لحاظ سے منفرد و ممتاز ہے۔ قدیم زبانوں میں سے آج عربی، عبرانی، یونانی، چینی، جاپانی اور حبشی وغیرہ زندہ واہم ہیں، مگر ان میں سے عربی کے علاوہ کوئی بھی علمی و بین الاقوامی ضروریات و دائرہ اثر کے حوالے سے وسیع پیمانے پر فروغ پذیر نہیں۔ جبکہ اس کے برعکس جدید عالمی زبانوں میں سے کوئی بھی عربی کی طرح ڈیڑھ ہزار سال سے زائد عرصے کے ہر زمان و مکان میں قابل فہم تحریری علمی سرمایہ کی حامل نہیں۔ حتی کہ ان زبانوں کی دو تین صدیاں پہلے کی زبان اور موجودہ زبان ایک دوسرے سے کافی حد تک مختلف ہیں، یا بعض کا وجود ہی تاریخ میں مفقود ہے مثلاً ''سپرانتو''۔ نیز بعض دیگر زبانیں قدیم اور اہم ہونے کے باوجود عربی کی طرح دنیا میں عالمگیر پیمانے پر مروج و مستعمل نہیں رہیں۔ مثلاً چینی، جاپانی وغیرہ۔

پس عربی بیک وقت قدیم ترین اور جدید ترین زندہ علمی و عالمی زبان ہے اور منفرد مقام کی حامل ہے۔ عالم انسانیت کے ماضی و حال کو مربوط کر کے مستقبل سے اس کا تعلق جوڑنے کے لئے عربی اہم ترین اور بہترین ذریعہ ہے۔ اس طرح یہ ماضی، حال و مستقبل کی زبان اور بیک وقت قدیم، وسیط اور جدید ہے۔

۳ . لغة آسيوية أفريقية
(ایشیائی وافریقی زبان)

عربی بیک وقت براعظم افریقہ، ایشیا کے کروڑوں باشندوں اور متعدد ممالک کی زبان ہے۔ اور دونوں براعظموں سے یکساں طور پر گہرا تعلق رکھنے والی عالمی زبان ہے۔ یہ بیک وقت افریقی اور ایشیائی زبان ہے، جبکہ کسی اور زبان کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔ یہ سعودی عرب، یمن، عراق، اردن، شام اور کویت جیسے ایشیائی ممالک سے بھی اتنا ہی گہرا تعلق رکھتی ہے جتنا مصر، سوڈان، لیبیا، الجزائر، تونس اور مراکش جیسے افریقی ممالک سے۔ اس طرح یہ افریشیائی اتحاد کی مشترکہ لسانی بنیاد اور مغربی زبانوں کا افریشیائی نعم البدل ہے۔ اور ''عرب لیگ'' (بیس سے زائد ممالک) ''اسلامی کانفرنس کی تنظیم'' (پچپن: ۵۵ سے زائد ممالک) نیز ''افریقی اتحاد کی تنظیم'' (پچاس: ۵۰ سے زائد ممالک) کی سرکاری زبانوں (عربی، انگریزی، فرانسیسی) میں شامل واحد افریشیائی زبان ہے۔ یہ تنظیمیں بطور مجموعی اسی (۸۰) سے زائد افریشیائی ممالک کی نمائندہ تنظیمیں ہیں اور عربی زبان کے سلسلہ میں بھی متحرک ہیں۔ (۱۵)

۳۔ لغة الأمم المتحدة
(اقوام متحدہ کی زبان)

عربی زبان اب اقوام متحدہ کی تسلیم شدہ چھ سرکاری زبانوں میں سے ایک ہے۔ ان چھ زبانوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) عربی	(۲) انگریزی	(۳) فرانسیسی
(۴) ہسپانوی	(۵) روسی	(۶) چینی

اس سلسلے میں مجلہ "اللسان العربی" نے درج ذیل تفصیل دی:۔

العربية لغة رسمية فى مجلس الأمن الدولى

"وفق بالإجماع فى جلسة مغلقة لمجلس الأمن الدولى، ۲۰ دیسمبر/ کانون الاول ۱۹۸۲م على اعتبار العربية لغة رسمية يتداول بها أعضاء المجلس الخمسة عشر. وقد جاء هذا بناء على قرار للجمعية العامة للأمم المتحدة قدمته إلى مجلس الأمن فى سبتمبر /أيلول ۱۹۸۰م توصى فيه باعطاء العربية ذات الصفة المعطاة للغات الرسمية الأخرى (الإنكليزية والفرنسية والأسبانية والروسية والصينية المعمول بها فى المجلس. وذلك لتعزيز وتطوير العمل فى هيئة الأمم المتحدة بحيث يصبح أكثر فعالية وشمولا". (۱۲)

ترجمہ: ۲۰ دسمبر / کانون الاول ۱۹۸۲ء کو سلامتی کونسل کے ایک بند اجلاس میں اتفاق رائے سے عربی کو سرکاری زبان قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ جسے

کونسل کے پندرہ ارکان باہم استعمال کر سکیں گے۔ یہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی اس قرارداد کی بنا پر کیا گیا ہے جو اس نے تجبر ۱ اپریل ۱۹۸۰ء میں سلامتی کونسل کو پیش کی تھی اور جس میں عربی زبان کو بھی وہی مقام دینے کی سفارش کی گئی تھی جو دیگر سرکاری زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، روسی اور چینی) کو اس میں حاصل ہے۔ یہ اس وجہ سے کیا گیا ہے تاکہ اقوام متحدہ میں کام کو انقلابی اور محکم تر انداز میں کیا جا سکے اور اس کی فعالیت و عمومیت میں اضافہ ہو۔

اس طرح گزشتہ چند سال کے دوران میں عربی زبان کو سلامتی کونسل، جنرل اسمبلی اور اقوام متحدہ کے دیگر اداروں میں سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اور چینی و مذکورہ بالا چار یورپی زبانوں کے علاوہ یہ دنیا کی واحد زبان ہے جسے اقوام متحدہ نے سرکاری حیثیت دے کر اس کی بین الاقوامی اہمیت تسلیم کر لی ہے۔

۴. لغة العالم
(دنیا بھر کی زبان)

عربی زبان دنیا بھر کے تمام براعظموں اور ممالک سے تعلق رکھنے والی زبان ہے۔ جہاں کہیں بھی کوئی مسلمان موجود ہے۔ وہیں عربی زبان کلمہ و نماز قرآن وحدیث اور دیگر حوالوں سے موجود ہے۔ عربی زبان کے ہر مسلمان سے تعلق کے بارے میں امام ثعالبی کا قول ہے:۔

"من أحب الله تعالى أحب رسوله محمداً صلى الله عليه وسلم ومن أحب الرسول العربي أحب العرب. ومن أحب العرب أحب العربية التي بها أنزل افضل الكتب على افضل العرب والعجم" (۱۷)

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے گا اور جس نے رسول عربی سے محبت کی وہ عربوں سے محبت کرے گا۔ اور جس نے عربوں سے محبت کی وہ عربی سے بھی محبت کرے گا جس میں افضل ترین کتاب عرب وعجم کی افضل ترین شخصیت پر نازل کی گئی۔

عالم عرب و اسلام و افریقہ، اقلیات مسلمہ اور اقوام متحدہ کے علاوہ بھی عربی زبان دنیا بھر میں بتدریج فروغ پارہی ہے مثلاً برطانیہ کے بارے میں ایک خبر (۱۹۸۴ء) ملاحظہ ہو:۔

"لندن ۱۶ دسمبر (پ پ ا) ۔ برطانیہ کے پبلک سکولوں میں سے چند میں برطانوی طلبہ کو عربی پڑھانے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ اس تجرباتی سکیم کے لئے سرمایہ عرب برٹش چیمبر آف کامرس نے فراہم کیا ہے۔ (۱۸)

دوسری خبر بلجیم اور ہالینڈ کے بارے میں ہے:۔

العربية فى بلجيكا و هولندا

فى إطار العلاقات الثقافية المتبادلة بين المملكة المغربية وهولندا، وقع معالى الدكتور عز الدين لعراقى وزير التربية الوطنية مع وزير الشؤون الخارجية الهولندى إتفاقاً ينص على التزام هولندا بتدريس العربية فى مدارسها الإبتدائية والثانوية والمهنية، نظراً للإهتمام المتبادل بين المملكتين فى توطيد وتحسين سبل التعاون فى المجالات الثقافية والعلمية والرياضية.

كما تم توقيع اتفاق آخر لنفس الهدف بين المغرب وبلجيكا يوصي بضرورة اعتبار العربية لغة اختيارية فى المدارس البلجيكية.(۱۹)

ترجمہ: مراکش اور ہالینڈ کے مابین متبادل ثقافتی تعلقات کے ضمن میں وزیر تربیت ملی جناب ڈاکٹر عز الدین العراقی نے ہالینڈ کے وزیر امور خارجہ کے ہمراہ ایک ثقافتی معاہدہ پر دستخط کئے ہیں جس کی رو سے ہالینڈ اپنے پرائمری، ہائی اور پیشہ ورانہ سکولوں میں عربی کی تدریس کا انتظام کرے گا۔ ایسا دونوں مملکتوں کے درمیان ثقافتی، علمی اور کھیل کے میدانوں میں تعاون کی راہوں کو مستحکم اور مضبوط بنانے کے اہتمام کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔

نیز اسی مقصد کی خاطر مراکش اور بلجیم کے درمیان بھی ایک اور معاہدہ پر دستخط ہوئے ہیں جس میں بلجیم کے سکولوں میں عربی کو اختیاری زبان کی حیثیت دینے کی سفارش کی گئی ہے۔

چین میں سرکاری خبر رساں ایجنسی، شنھوا (نیا چین) جو ایک ارب سے زائد آبادی کے عظیم ملک میں اندرون و بیرون ملک خبروں کی ترسیل کا اہتمام کرتی ہے، درج ذیل زبانیں استعمال کرتی ہے:۔

"بیرون ملک خبروں کی ترسیل بنیادی طور پر انگریزی میں ہوتی ہے۔ تاہم فرانسیسی، ہسپانوی، عربی اور روسی سروس بھی موجود ہیں۔ ان زبانوں میں یہ ایجنسی ہر روز دس ہزار سے تیس ہزار الفاظ تک خبریں جاری کرتی ہے۔" (۲۰)

"بیجنگ میں شنھوا ہر روز چینی، انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، عربی اور روسی میں خبرنامہ اور چینی، انگریزی اور فرانسیسی میں غیر ملکی ایجنسیوں اور اخبارات کی خبریں شائع کرتی ہے۔ (۲۱)

دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ عربی میں مجلات بھی شائع کیے جاتے ہیں۔

"تعمیر چین"

چین کے بارے میں جامع ماہنامہ، فرانسیسی، جرمن، عربی، پرتگالی اور چینی زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔" (۲۲)

"چین باتصویر"

بڑی تقطیع کے اس باتصویر ماہنامہ کے چینی، منگول، تبتی، ویغور، قزاق، کوریائی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن، ہسپانوی، اطالوی،

سویڈش، روسی، جاپانی، عربی، ہندی، اردو، سواحلی اور رومانوی ایڈیشن ۱۵۹ ملکوں اور خطوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔" (۲۳)

خلاصہ کلام

چین، روس، امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، ہالینڈ، بھارت، جاپان اور دیگر غیر مسلم ممالک میں ذرائع ابلاغ عامہ کی عربی نشریات، عربی کتب ومجلات کی اشاعت اور عربی زبان کی تدریس کا جو سلسلہ روز افزوں ہے اس کا کچھ اندازہ مذکورہ معلومات سے لگایا جاسکتا ہے۔

ان ممالک میں عربی زبان کو سیاسی، ثقافتی، جغرافیائی، اقتصادی اور دیگر وجوہ کی بناء پر روز بروز زیادہ اہمیت دی جارہی ہے۔ اور اس بات کا کافی امکان ہے کہ عربی جلد یا بدیر غیر مسلم اکثریت کے بقیہ ممالک میں بھی لازمی یا اختیاری زبانوں کے گروپ میں سکولوں اور کالجوں کی سطح پر شامل کر لی جائے گی۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جس طرح مصری جامعات ومعاھد (بالخصوص جامعۃ الازہر، قاھرہ) میں عبرانی زبان اور اسرائیلی جامعات وتعلیمی اداروں میں عربی زبان، کی تعلیم وتدریس کو قابل رشک حد تک خصوصی اہمیت حاصل ہے، اسی سے ملتی جلتی صورت حال ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے حادثات (واشنگٹن و نیویارک) کے بعد "دہشت گردی" کے خلاف امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کی طویل وعریض عالمی جنگ میں عربی زبان (نیز کسی حد تک فارسی وغیرہ) کو درپیش ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کے مختلف علمی وتحقیقی وتفتیشی ادارے (بالخصوص ایف بی آئی وغیرہ) "الحرب ضد الإرھاب" (War against terrorism) کے حوالے سے عربی زبان کی تعلیم کو

خصوصی اور روز افزوں اہمیت دے رہے ہیں، اور دوسری طرف ان حادثات کے بعد قرآن واسلام وجہاد کے براہ راست تحقیقی وتقابلی مطالعہ کے لیے عربی زبان سیکھنے والے اہل مغرب کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوا ہے اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے۔ اس سلسلہ میں تونسی محقق مراد الطیب کے تحقیقی مطالعہ وجائزہ پر مبنی بعض معلومات درج ذیل ہیں، جن سے حمایت وعداوت کے مختلف ومتضاد عوامل ومحرکات کے تحت، عربی زبان کے اکیسویں صدی میں وسیع پیمانے پر فروغ کا کسی حد تک اندازہ کیا جا سکتا ہے:-

قدس برس: إسلام أون لاين نت

" كشفت دراسة عربية أن عدد المتحدثين باللغة العربية من غير العرب قد زاد في أعقاب أحداث ١١ سبتمبر ٢٠٠١م ليصل إلى نصف مليار شخص متخطياً بذلك عدد سكان الوطن العربي (٣١٥ مليوناً)، و أن العربية تحتل المرتبة الثانية بعد الإنجليزية من حيث عدد الناطقين بها في العالم.

وأشادت الدراسة التي أجراها الباحث التونسي " مراد الطيب " أن أحداث ١١ سبتمبر ٢٠٠١م كشفت عن المكانة الهامة والإنتشار الواسع للغة العربية في الكثير من الأقطار غير العربية مثل أفغانستان و باكستان و الهند وماليزيا و إندونيسيا فضلاً عن أفريقيا و أجزاء من أوروبا.

و أوضحت الدراسة التي نشرتها " برس " مؤخراً تحت عنوان "اللغة العربية في عالم متغير: من اليقظة

إلى النهضة" أن التحقيقات والدراسات والمقابلات الصحفية والإذاعية والتلفزيونية عكست المدى الواسع لانتشار اللغة العربية في مناطق كثيرة من العالم من خلال حديث الأكاديميين والباحثين والمحللين غير العرب." (۴۴)

ترجمہ: ایک عربی تحقیقی مطالعہ کے مطابق عربی زبان بولنے والوں کی تعداد میں ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے بعد کافی اضافہ ہوا ہے، اور عربی بولنے والوں کی موجودہ تعداد پچاس کروڑ تک جا پہنچی ہے جو عالم عرب کے باشندوں کی کل تعداد (۳۱۵ ملین / ساڑھے اکتیس کروڑ) سے کہیں زیادہ ہے۔ اب دنیا میں عربی بولنے والوں کی تعداد، انگریزی بولنے والوں کے بعد سب سے زیادہ (مقام ثانی کی حامل) ہے۔

تیونسی محقق مراد الطیب کے اس مطالعہ اور جائزہ نے ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے بعد غیر عرب ممالک کی کثیر تعداد میں عربی زبان کے اہم مقام اور وسیع فروغ کا انکشاف کیا ہے، مثلاً افریقہ اور بعض یورپی مناطق کے علاوہ افغانستان، پاکستان، ہند، انڈونیشیا اور ملائیشیا جیسے ممالک میں۔

اس مطالعہ نے جس کی بالآخر" برس" نے "تغیر پذیر دنیا میں عربی زبان: بیداری سے نشاۃ ثانیہ تک" کے زیر عنوان اشاعت کی ہے، اس امر کو واضح کیا ہے کہ ریڈیو، ٹی وی اور پریس کے انٹرویوز، رپورٹس اور تحقیقات و مطالعات میں غیر عرب اہل علم و سیاست و تجزیہ کے اقوال اس بات کے عکاس ہیں کہ اب دنیا کے مختلف علاقوں میں عربی زبان وسیع

پیمانے پر فروغ پذیر ہے۔

آفاق مستقبلية

"ويتوقع الباحث التونسي أن تقوم شبكة الإنترنت و القنوات الفضائية بالدور الأكبر في نشر اللغة العربية، مشيراً إلى أن هناك نحو مائتي (٢٠٠) قناة فضائية ناطقة بالعربية مما يجعلها في المرتبة الثانية بعد القنوات الناطقة بالإنجليزية." (٢٥)

ترجمہ:

مستقبل کے امکانات

تونسی محقق (مراد الطیب) کو توقع ہے کہ "انٹرنیٹ" اور "ایرچینلز" عربی زبان کی نشر و اشاعت میں عظیم کردار ادا کریں گے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اس وقت عربی زبان کے تقریباً دو سو (۲۰۰) چینل کام کر رہے ہیں جو کہ کثرت تعداد کے لحاظ سے انگریزی چینلز کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں۔

خلاصہ باب پنجم

لغة علمية و عالمية

عربی زبان کی علمی و عالمی حیثیت کے حوالے سے ان تمام تفصیلات سے عصر جدید میں مشرق و مغرب میں عربی زبان کے وسیع پیمانے پر فروغ و اشاعت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

پس تمام تر دلائل و شواہد کی رو سے عربی زبان عصر جدید میں انگریزی و فرانسیسی وغیرہ کے ہمراہ صف اول کی علمی و عالمی زبان قرار پاتی ہے۔

❁❁❁

حواشی باب پنجم

۱۔ اردو اور فارسی کے بارے میں یہ معلومات شخصی و دیگر علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۲۔ یہ معلومات ترک استاذ عثمان از دمیر اور بعض دیگر اہل علم سے ماخوذ ہیں۔

۳۔ یہ معلومات مختلف علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۴۔ آباد شاہ پوری: روس میں مسلمان قومیں، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، نومبر ۱۹۷۹ء، ص ۲۷۵۔

۵۔ آباد شاہ پوری: روس میں مسلمان قومیں، ص ۲۷۷۔

۶۔ یہ معلومات ڈاکٹر احمد ہدایت اللہ زرکشی، ڈاکٹر وحید مستان اور بعض دیگر جنوب مشرقی ایشیائی اہل علم و تحقیق سے ماخوذ ہیں۔

۷۔ بنگلہ زبان کے عربی و جدید بنگالی رسم الخط نیز دیگر معلومات کے لئے راقم الحروف کا عربی مقالہ ملاحظہ ہو۔ اللغة العربية في بنغلاديش، ماضيها و حاضرها، مطبوعہ مجلہ ''تحقیق'' کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۹، عدد ۹۳، ۱۹۹۸ء، ص ۲۱۱-۲۵۰۔

۸۔ افریقی زبانوں کے حوالے سے یہ معلومات مختلف علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

9- Enclyopedia Britinica, Volume 1. p. 182-

۱۰۔ خط العرب و المسلمين و الأفارقة ...کے حوالے سے مذکورہ معلومات مختلف علمی مصادر سے ماخوذ ہیں۔

۱۱۔ بحوالہ جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغة العربية، بیروت، دار مکتبہ الحیاة، ۱۹۶۷ء ص ج ۴، ۵۲۵-۵۲۶۔

۱۲۔ تمام اسماء بحوالہ جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغة العربية ج ۴، ص ۵۲۹۔

13- Enclyopedia Britinica, Volume 20, p. 208-

۱۴۔ جورجی زیدان ۔ تاریخ آداب اللغة العربیة ، ج ۱ ، ص ۳۷.

۱۵ – عربی کی الربشانی حیثیت کے بارے میں یہ مختصر معلومات بعض علمی مصادر سے ماخوذ ہیں.

۱۶ – مجلة "اللسان العربی" الرباط ، العدد: ۲۰ ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳م، ص ۳۷۸.

۱۷ – بحوالہ محمود عبداللہ المصری، اللغة العربیة فی پاکستان، ص ۵، وزارة التعلیم الفیدرالیة، إسلام آباد، ۱۹۸۳م.

۱۸ ۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ۱۷ دسمبر ۱۹۸۳ء۔

۱۹ ۔ مجلة "اللسان العربی" الرباط، العدد : ۲۰، ۱۹۸۳م، ص ۳۷۸.

۲۰۔ جگی ون ۔ چین ایک عام جائزہ، غیر ملکی زبانوں کا اشاعت گھر، بیجنگ، ۱۹۸۳ء، ص ۲۷۳۔

۲۱۔ جگی ون ۔ چین ایک عام جائزہ، ص ۲۷۳۔

۲۲۔ جگی ون ۔ چین ایک عام جائزہ، ص ۲۸۳۔

۲۳۔ جگی ون ۔ چین ایک عام جائزہ، ص ۲۸۳۔

۲۴– مراد الطیب : اللغة العربیة فی عالم متغیر ، مجلة " الفاروق " الجامعة الفاروقیة ، کراتشی (ربیع الثانی ، جمادی الاولی والأخری) ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲م، ص ۳۹.

۲۵– نفس المرجع ، ص ۴۰–

خلاصة الأبواب

عربی زبان کے سلسلے میں مذکورہ سابقہ دلائل ومباحث کا خلاصہ ونتیجہ یہ ہے کہ عربی عصر جدید کی اہم ترین زبان ہے جو نہ صرف قرآن وحدیث، فقہ، تاریخ وسیر، دیگر علوم اسلامیہ، دینی مدارس، اسلامی ثقافت اور صدیوں پر محیط عمومی علوم ومعارف کی زبان ہے، بلکہ شرق اوسط، عالم عرب، عالم اسلام، براعظم افریقہ اور دنیا کے تمام براعظموں میں پھیلی ہوئی مسلم اقلیات کی بھی مشترکہ زبان ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انتہائی اہم افریشیائی وبین الاقوامی زبان ہے جسے اقوام متحدہ کی سرکاری زبان کے طور پر تسلیم کیا جاچکا ہے۔

علاوہ ازیں پاکستان کی تمام زبانوں اور ایشیا وافریقہ کی لاتعداد زبانوں کی اساس ہے۔ مزید برآں مختلف مغربی زبانوں بالخصوص ہسپانوی زبان پر اس کے خاصے اثرات ہیں۔ یہ علمی تحقیقات، استشراق اور تجارتی واقتصادی روابط کے حوالے سے بھی دنیا بھر کے ممالک کے لئے انتہائی اہمیت کی ہے اور بیک وقت عہد قدیم، قرون وسطی ونیز عصر جدید کی علمی زبان ہونے کی وجہ سے عالم انسانیت کے ماضی، حال اور مستقبل کے مابین رابطہ کا مؤثر ذریعہ ہے۔

ان وجوہات اور اسباب کی بناء پر عربی زبان خاصی تیز رفتاری سے اپنی سے زائد عرب، مسلم اور افریقی ممالک میں لازمی تعلیمی مضمون، مشترکہ ذریعہ تعلیم اور علمی وسرکاری زبان کی حیثیت اختیار کررہی ہے۔ جبکہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی مسلم اقلیات نیز علمی، ثقافتی اور بین الاقوامی ضروریات کے حوالے سے دنیا بھر کے بقیہ ممالک میں بھی بتدریج فروغ پذیر ہے۔ اور اس بات کے واضح شواہد موجود ہیں کہ مستقبل میں عالم عرب واسلام وافریقہ کے علاوہ بھی دنیا کے کم وبیش تمام ممالک میں عربی زبان لازمی تعلیمی مضمون یا اہم اختیاری زبان کی حیثیت اختیار کرلے گی۔

ملخص البحث

إن اللغة العربية هي لغة الإسلام
ولغة العالم العربي والإسلامي والأفريقي
معاً كما أنها لغة الأقليات المسلمة
ولغة علمية وعالمية عظيمة.

خلاصه بحث

عربی زبان بیک وقت اسلام،
عالم عرب و اسلام و افریقه،
اور مسلم اقلیتوں کی زبان هے۔
نیز ایک عظیم علمی و عالمی زبان هے۔

فهرس المراجع والمصادر (عربى)

١- الله جل جلاله : القرآن الكريم.

٢- الآلوسي ، شهاب الدين محمود : تفسير "روح المعاني" ، مصر ، إدارة الطباعة المنيرية ، ١٣٥١هـ.

٣- ابن عبد ربه : العقد الفريد ، مصر ، المطبعة الجمالية ، ١٣٣١هـ.

٣- أنيس ، الدكتور إبراهيم : اللغة بين القومية والعالمية ، مصر ، دار المعارف ، ١٩٧٠م.

٥- البلغرامي ، غلام علي آزاد : سبحة المرجان في آثار هندوستان ، طبع الهند.

٦- التبريزي ، الخطيب ، ولي الدين محمد بن عبدالله : مشكاة المصابيح ، دمشق ، منشورات المكتب الإسلامي ، ١٣٨٠هـ.

٧- الجندي ، الدكتور علم الدين : اللهجات العربية في التراث ، ليبيا/ تونس ، الدار العربية للكتاب ، ١٣٩٨هـ/١٩٧٨م.

٨- حسين ، الدكتور طه : في الأدب الجاهلي ، مصر ، دار المعارف ، ١٩٢٧م.

٩- حقي ، الدكتور إحسان : باكستان ، ماضيها و حاضرها ، بيروت ، دار النفائس ، الطبعة الأولى ، ١٣٩٣هـ/١٩٧٣م.

١٠ – زيدان ، جرجي : تاريخ آداب اللغة العربية ، بيروت ، دار مكتبة الحياة ، ١٩٦٧ م.

١١ – الزيات ، أحمد حسن: تاريخ الأدب العربي ، القاهرة ، مطبعة الرسالة ، ١٩٥٥ م.

١٢ – السيوطي ، جلال الدين : الإتقان في علوم القرآن ، القاهرة.

١٣ – الطباخ ، راغب : الثقافة الإسلامية ، دمشق.

١٤ – عبدالله ، الدكتور محمود محمد : اللغة العربية في باكستان ، اسلام آباد ، وزارة التعليم الفيدرالية ، ١٩٨٣ م.

١٥ – الفرنغي محلي ، عبدالحي : خير العمل بتذكرة علماء فرنغي محل ، الفرنغي محلي ، عبدالباقي : تكملة " خير العمل " (مخطوطة) لكناؤ ، الهند.

١٦ – اللكنوي ، الشيخ عبدالحي: الثقافة الإسلامية في الهند ، طبع دمشق.

١٧ – اللكنوي ، الشيخ عبدالحي: نزهة الخواطر ، طبع الهند .

١٨ – موردن ، فندق : البيان الموجز عن فندق موردن ، كونتور فونوروكو ، إندونيسيا ، ١٩٨٣ م .

١٩ – الندوي ، مسعود : تاريخ الدعوة الإسلامية في الهند ، بيروت ، دار العربية ، ١٣٧٠ هـ.

٢٠ – ولفنسون ، الدكتور إسرائيل : تاريخ اللغات السامية ، القاهرة، مطبعة الإعتماد ، ١٣٤٨هـ/١٩٢٩م.

٢١ – هيارع ، عبدالكريم عوض : مناهج تعليم اللغة العربية في الجامعات الإسلامية الحكومية باندونيسيا (رسالة الدكتوراة المقدمة إلى القسم العربي بجامعة بنجاب لاهور ، باكستان (غير مطبوع).

المجلات العربية

٢٢ – مجلة " الإصلاح " الأسبوعية ، دبي ، الإمارات العربية المتحدة، السنة السابعة ، العدد: ١٨ ، صفر ١٤٠٥هـ/ نوفمبر ١٩٨٤م.

٢٣ – مجلة " الإيضاح " (نصف سنوية) بيشاور ، مركز الشيخ زايد الإسلامي ، جامعة بيشاور ، بيشاور ، باكستان ، العدد ٣، رمضان ١٤١٣هـ/١٩٩٣م.

٢٤ – مجلة " تحقيق " لاهور ' كلية العلوم الإسلامية والشرقية بجامعة بنجاب ، لاهور ، باكستان ، المجلد: ١٩ ، العدد المسلسل: ٦٣، ١٩٩٨م.

٢٥ – مجلة " التوحيد " الطهران ، المحرم و صفر ١٤٠٣هـ .

٢٦ – مجلة " الدراسات الإسلامية ، اسلام آباد ، مجمع البحوث الإسلامية ، إسلام آباد ، باكستان ، العدد: يوليو – أغسطس ١٩٨٤م، و اكتوبر – ديسمبر ١٩٩٣م.

٢٧- مجـــلة " الدعـــوة " الأسبوعية ، الرياض ، العدد: ٩٤٣ ، ٣١ ديسمبر ١٩٨٣م.

٢٨- مجلة "رابطة العالم الإسلامي " مكة المكرمة ، عدد خاص عن أفريقيا، ديسمبر ١٩٨٣م.

٢٩- مجلة " الفاروق " كراتشي، الجامعة الفاروقية ، كراتشي، العدد: ربيع الثاني، جمادى الأولى والأخرى ، ١٤٢٣هـ / ٢٠٠٢م.

٣٠- " مجلة الكلية الشرقية " لاهور ، الكلية الشرقية بجامعة بنجاب ، لاهور ، باكستان ، المجلد: ٦٢ ، العدد : ٣: ١٩٩١م .

٣١- " مجلة القسم العربي " جامعة بنجاب ، لاهور ، باكستان ، العدد: ٨ ، ٢٠٠١م.

٣٢- مجلة " اللسان العربي " (نصف سنوية) الرباط ، الدار البيضاء ، مطبعة النجاح الجديدة ، مكتب تنسيق التعريب ، المنظمة العربية للتربية والعلوم والثقافة ، العدد: ٢٠ ، ١٤٠٣هـ/ ١٩٨٣م.

مراجع و مصادر (فارسی)

٣٣- رحمن علی ، مولوی : تذکره علمائے هند ، طبع الهند .

٣٤- قانون اساسی " جمهوری اسلامی ایران" تهران ، ابانماه ، ١٣٥٨ ، چاپخانه شورائی ملی جمهوری اسلامی ایران.

مراجع و مصادر (اردو)

۳۵- احمد، ڈاکٹر زبید: عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، اردو ترجمہ (مترجم: شاہد حسین رزاقی): لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، حمایت اسلام پریس، طبع اول ۱۹۷۳ء۔

۳۶- تبریزی، خطیب، ولی الدین محمد بن عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح مع اردو ترجمہ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ۔

۳۷- جامعہ پنجاب، لاہور: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، (جلد دوم: عربی ادب)، لاہور، مطبعۃ المکتبۃ العلمیۃ، طبع اول ۱۹۷۲ء۔

۳۸- جیجی ون: چین ایک عام جائزہ، بیجنگ، غیر ملکی زبانوں کا اشاعت گھر، پہلا ایڈیشن، ۱۹۸۴ء۔

۳۹- شاہ پوری، آباد: روس میں مسلمان قومیں، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، نومبر ۱۹۷۶ء۔

۴۰- الطباخ، راغب: (الثقافة الإسلامية) اردو ترجمہ بعنوان "تاریخ افکار و علوم اسلامی"، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، جلد اول ۱۹۷۶ء، و جلد دوم (ایڈیشن) ۱۹۷۳ء۔

۴۱- قاسمی، مفتی جمیل الرحمن: گنجینۂ وحدت، دہلی، شاہ ولی اکیڈمی، ۱۹۹۰ء۔

۴۲- ندوی، ابوالحسنات: ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، لاہور، مکتبہ خاور (مسلم مسجد) کی پرنٹرز، ۱۹۷۹ء۔

اردو مجلات و جرائد

۴۳- مجلہ "تحقیق" لاہور، کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، صد سالہ تقریبات نمبر، جلد: ۳، عدد: ۳، ۴۔

۴۴- مجلہ "فکر و نظر" اسلام آباد (سہ ماہی) ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، شوال-ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ/اپریل-جون ۱۹۹۳ء۔

۴۵- ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" لاہور، اکتوبر ۱۹۹۱ء۔

۴۶- ماہنامہ "ترجمان القرآن" لاہور، ستمبر ۲۰۰۰ء، نومبر ۲۰۰۰ء، جولائی ۲۰۰۲ء۔

۴۷- ہفت روزہ "تکبیر" کراچی، ۲۳ جون ۱۹۸۸ء۔

۴۸- روزنامہ "پاکستان" لاہور، ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۲ء، ۲۱ نومبر ۱۹۹۲ء، ۵ مارچ ۱۹۹۳ء۔

۴۹- روزنامہ "خبریں" لاہور، ۲۸ نومبر ۱۹۹۲ء (خصوصی ایڈیشن بحوالہ "ایکو" E.C.O.).

۵۰- روزنامہ "دن" لاہور، ۵ اپریل ۲۰۰۰ء۔

۵۱- روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۱۳ دسمبر، ۱۷ دسمبر، ۱۹۸۳ء۔

Bibliography (English)

52. Ahmad, Dr. Zubaid: The Indo-Pak Contribution to Arabic Literature.

53. Gibb,H. A. R: Arabic Literature, London, Oxford University Press, 1963.

54. Hitti,Philip K. :History of the Arabs, London, Macmillan & Company, 1956.

55. Ishaq, Dr. Muhammad : The Indo-Pak Contribution to Hadith Literature, Dacca.

56. Nicholson, Reynold A. : A literary History of the Arabs, Cambridge University Press, 1969.

57. Encyclopedia Britanica, London, Voume 1 & 20.

58. The Statesman's Year Book, 129th Edition, 1992-93, Editted by : Brain Hunter, London . 8, Baringstoke, The MacMillon Press Limited.

59. World Book Encyclopedia, Volume: 20, World Book Inc. (A Scot Fetzer Company, Chicago, London, Sydney, Toronto).

60. Research Journal " Al-Muhaqqiq" Mirpur, Volume:1, Issue:3, January 2000, Insitiute of Islamic Studies, Mirpur, University of Azad Jammu & Kashmir.